تحفۃ المتخصص

فقہ حنفی اور مذاہب فقہیہ کی فقہی کتب، فتویٰ نویسی و مقالہ نویسی
کے متعلق چند اہم و مفید ابحاث پر مشتمل ایک عمدہ کتاب



مُصنّف
مفتی ضیاء الرحمان ذاکر
سابق اُستاد جامعہ فاروقیہ کراچی

تقرِیظ

مُفتی عبدالمنان صاحب
نائب مُفتی جامعہ دار العلوم کراچی

مفتی عبدالباری صاحب
رفیق دار الافتاء جامعہ فاروقیہ کراچی

مکتبہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ

تحفۃ المتخصص

{ فقہ حنفی، مذاہب ثلاثہ کی فقہی کُتب اور ان کے مؤلفین اور فتوی نویسی و
مقالہ نویسی کے متعلق چند اہم و مفید ابحاث پر مشتمل ایک عمدہ کتاب }

تقریظ

مفتی عبدالمنان صاحب
نائب مفتی جامعہ دار العلوم کراچی

مفتی عبدالباری صاحب
أستاد و مفتی جامعہ فاروقیہ کراچی

تالیف

مفتی ضیاء الرحمٰن
استاد جامعہ عمر کراچی گڈاپ

مکتبہ عمر فاروق
4/491 شاہ فیصل کالونی کراچی
Tel: 021-34594144 Cell: 0334-3432345

نام کتاب .... تحفۃ المتخصص

تالیف .... مفتی ضیاء الرحمٰن

اشاعت اوّل .... مئی 2012ء

تعداد 1100

طابع .... القادر پرنٹنگ پریس کراچی

ناشر .... مکتبہ عمر فاروق 4/491 شاہ فیصل کالونی کراچی
021-34594144 Cell: 0334-3432345

ای میل .... M farooq.12317@yaho.com

ملنے کے پتے

دار الاشاعت، اردو بازار کراچی
اسلامی کتب خانہ، علامہ بنوری ٹاؤن کراچی
قدیمی کتب خانہ، آرام باغ کراچی
ادارۃ الانور، علامہ بنوری ٹاؤن کراچی
مکتبہ رشیدیہ، سرکی روڈ کوئٹہ
کتب خانہ رشیدیہ، راجہ بازار راولپنڈی
مکتبہ العارفی، جامعہ امدادیہ ستیانہ روڈ فیصل آباد
مکتبہ رحمانیہ، اردو بازار لاہور
مکتبہ سید احمد شہید، اردو بازار لاہور
مکتبہ علمیہ، جی ٹی روڈ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ
وحیدی کتب خانہ، محلہ جنگی قصہ خوانی بازار پشاور

فہرستِ مضامین

ختم شد

سخنهائے گفتنی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمده ونصلي على رسوله الكريم ، أما بعد !

صاحبِ درِمختار علامہ حصکفی رحمہ اللہ نے الأشباہ والنظائر کے حوالے سے نقل کیا کہ علوم تین قسم کے ہیں: ۱- وہ علوم جو پک کر تیار ہو چکے یعنی ان کے قواعد اور ان کی تفریعات اور مسائل بھی واضح ہیں اور وہ اپنی انتہا تک جا پہنچے وہ علمِ حدیث اور فقہ ہیں ۔ ۲- بعض علوم وہ ہیں جو اگر چہ پک چکے یعنی ان کے قواعد، فروعات اور مسائل اگر چہ واضح ہیں، لیکن مطلوبہ انتہا تک ان کی رسائی نہیں جیسے علم النحو اور علم الاصول ہیں ۔۳- اور بعض علوم نہ صرف انتہا کے درجے سے بعید ہیں، بلکہ حقیقی معنی میں ان کے قواعد، فروعات اور مسائل بھی واضح نہیں جیسے علم التفسیر اور علم البیان ۔

اصول وفروع کے اعتبار سے ممتاز اور انتہائی درجے تک پہنچنے والے علوم میں سے علم الفقہ بھی ہے ۔ اللہ رب العزت فقہائے کرام کو جزائے عطا فرمائے جنہوں نے امت کی راہنمائی کے لئے احکامِ شریعت کو انتہائی آسان ومرتب انداز میں واضح طور پر پیش کیا۔ ان فقہائے کرام اور اسلافِ امت کے ذکرِ خیر سے اپنے اذہان کو منور ومعطر کرنا اور ان کے حالات میں غور وفکر کر کے اپنی اس حیاتِ مستعار میں حسبِ استطاعت ان کے نقشِ قدم پر چلنا ہم سب کا اولین فریضہ ہے ۔ اہلِ وعیال کی ذمہ داریوں، حالات کے اتار چڑھاؤ سے متاثر ہونے کے باوجود ان بابرکت نفوس نے ہمت نہیں ہاری ۔ صاحبِ کنز الدقائق کنز کے مقدمے میں فرماتے ہیں: مع مابي من العوائق. صاحبِ غرر الأحکام فرماتے ہیں: عواتق الدهر عاقته عن الحصول حتى ساقني زماني حين رماني

بما رماني . درر الحکام میں فرماتے ہیں:وابتليت في أثنائي ببلاء القضاء بلا رغبةٍ فيه ولا رضاء ، وأعد ما يمضي من عمري عبثاً ، ومخالطة العوام ومخاطبة غير أهل الإسلام عبثاً. علامہ سرخسی رحمہ اللہ نے مبسوطِ سرخسی کا املا جن حالات میں کرایا وہ ڈھکے چھپے نہیں۔علامہ عینی رحمہ اللہ نے رمز الحقائق کے مقدمے میں جن دل سوز حالات کا ذکر کیا وہ قابلِ دید ہیں۔

اکثر مؤلفین کتاب کے آغاز میں نامساعد حالات اور بے سروسامانی وغیرہ کا ذکر کرتے ہیں۔ان خداترس نفوس حضرات کی شان سے بہت بعید ہے کہ رسمی طور پر ایسے جملے کا اضافہ کرتے ہوں گے۔اور جب انہوں نے نامساعد حالات کے باوجود امت کی راہنمائی کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا تو ہمیں بھی ان کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے یہی روش اپنانی چاہیے۔

زیرِ نظر مجموعہ کوئی نئی کوشش واختراع نہیں، بلکہ اسلافِ امت کے احوال اوران کی کتب کے تعارف پر مفصل کتب لکھی جا چکی ہیں، البتہ مفصل ہونے کی وجہ سے ان سے استفادہ کم وبیش ہی ہوتا ہے۔علاوہ ازیں ان کی دستیابی کا مسئلہ بھی ہوتا ہے۔ان وجوہات کے پیشِ نظر فقہ سے لگاؤ رکھنے والے طلبا کے لئے حضراتِ اکابر کی کتب سے مقصودی باتوں کو جمع کر کے یہ مجموعہ تیار کیا۔

کتب کے تعارف میں یہ بات ملحوظ رہے کہ ہر مؤلف اپنی کتاب کو مفید اور قابلِ اعتماد ہی کہتا ہے، لیکن صرف مؤلف کا قول اسے قابلِ اعتماد نہیں بناتا، بلکہ یہ کام کسوٹی پر پرکھنے والے حضرات کا ہے۔کتاب کی مقبولیت وشہرت میں صرف مؤلف کی ذہانت وتیقظ وبیداری کا ہی دخل نہیں، بلکہ مشیتِ خداوندی کا بڑا دخل ہے۔کئی کتب ایسی ہیں جو سابقہ تألیفات کی اصلاح کی غرض سے لکھی گئیں اور اصلاح کرنے والے از حد درجہ ذکی وفاضل تھے،، لیکن اس کے باوجود ان کی اصلاح شدہ کتاب کو وہ شہرت وتلقی نہ مل سکی جو اصل کتاب

کے نصیب میں تھی۔ شرح وقایہ اور الاصلاح والایضاح، جامع الفصولین اور نور العین فی اصلاح جامع الفصولین اس کی واضح دلیل ہے۔

کام کی نوعیت

☆......فقہائے احناف رحمہم اللہ نے فقہ حنفی کی خدمت میں کوئی کسر نہ چھوڑی اور لاتعداد کتب تالیف فرمائیں، چونکہ ان کا استقصا طویل ہونے کے ساتھ ساتھ مشکل بھی ہے۔ اس لئے الاہم فالاہم کے ضابطے پر عمل کرتے ہوئے فقہ حنفی کے متون اور ان کی مطبوعہ شروحات کا تعارف ذکر کیا، البتہ چند مخطوطات کا ذکر شہرت یا بآسانی دستیابی کی وجہ سے ہے۔

☆......کتب کے تعارف میں کتاب کی خصوصیات کے بیان کے لئے مقدمۃ المؤلف کو بنیاد بنایا اور باقی حضرات نے اس کتاب کے متعلق کچھ تبصرہ کیا تو اسے بھی ذکر کیا۔

☆......متون وشروح کے تعارف کے ساتھ مشہور فتاوی اور غیر معتبر کتب کا تذکرہ بھی کیا۔

☆......مذاہبِ ثلاثہ کے متون وشروح اور ان کے اہم فقہی مصادر کا تعارف بھی لکھا۔

☆......حضراتِ مؤلفین کے نام، القاب اور تاریخِ وفات میں حتی الامکان صحت اور درستگی کا اہتمام کیا۔

☆......طبقاتِ فقہا کے بیان میں علامہ لکھنوی رحمہ اللہ کے نقل کردہ اشکالات کو ذکر کرنے کے بعد مختلف مواضع سے چند اہم اور مفید ابحاث بھی ذکر کیں۔

☆......تنویر الابصار، الدر المختار اور رد المحتار کے مفصل تعارف کے ساتھ ساتھ خاتمۃ المحققین علامہ شامی رحمہ اللہ کے احوال بھی لکھے۔

☆...... رد المحتار کے مطالعے سے متعلق چند ہدایات اور دورانِ تخصص لکھے جانے والے مقالے کے بارے میں چند ضروری ہدایات کو بھی شامل کیا۔

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ جس طرح اس مجموعے کے مصادر کو اس کی بارگاہ میں قبولیت کا شرف حاصل ہوا اور ان کے مؤلفین کی حیاتِ مستعار کا مقصد رضائے خداوندی ہی رہا اسی طرح ان کے بابرکت کلام سے تیار شدہ اس مجموعے اور اس کے جامع کو بھی انہی صفات سے مزین فرمائے۔ آمین یارب العالمین.

ضیاء الرحمٰن

جامعہ عمر کراچی گڈاپ

۲۳/۱/۱۴۳۳ھ

تقریظ

شیخ الحدیث استاذ العلماء حضرت مولانا الحاج عبدالغنی نوّر اللہ مرقدہ

مدیر جامعہ اسلامیہ چمن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

برادرم عزیز مولوی ضیاء الرحمٰن کی کتاب تحفۃ المتخصص موصول ہوئی، جستہ جستہ مقامات کا مطالعہ کیا۔ فضلاء و متخصصین کے لئے بہت مفید پایا۔ علالت اور گوناگوں مصروفیات کی وجہ سے صحت وسقم کی نشان دہی کی فرصت نہیں ملی۔ موصوف نے یقیناً ایک ضروری اور قابلِ قدر کام کے لئے قلم بروئے کار لایا ہے، البتہ تشنگی تاحال باقی ہے، اس لئے دلی تمنا یہی ہے کہ اس تخصص کو مزید وسعت اور تعمق دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نوجوان مؤلف کو تحقیقِ عمیق میں کامیابی اور میدانِ عمل میں کامرانی سے سرفراز فرمائیں۔ آمین.

دعا گو و دعا جو

عبدالغنی عفا اللہ عنہ

۱۴۳۳/۱/۲۵

تقریظ

حضرت مولانا مفتی عبدالمنان صاحب مدظلہ العالی

نائب مفتی واستاذ جامعہ دارالعلوم کراچی

محمد عبدالمنان

نائب مفتی واستاذ جامعہ دارالعلوم کراتشی

Muhammad Abdul Mannan

Naib Mufti & Ustad Jamia Darul-Uloom Karachi

التاریخ: ۲.۴.۱۴۳۳ھ

Date: 25. 02. 2012.

بسم الله الرحمن الرحيم

نحمده ونصلي على رسوله الكريم ،وعلىٰ اله واصحابه واهل بيته اجمعين

امابعد!

اہل علم سے یہ بات مخفی نہیں ہے کہ فقہ ایک مخدوم علم ہے، اوراس کا ایک اہم شعبہ فتویٰ نویسی بھی ہے، اہل علم نے ہر زمانہ میں اس کی مختلف انداز میں خدمات انجام دی ہیں، چنانچہ اسی سلسلہ کی ایک کڑی محترم جناب مفتی ضیاءالرحمٰن صاحب کی تحریر کردہ زیر نظر کتاب ''تحفة المتخصص'' ہے جو دراصل متخصصین اور فتوی نویسی سے وابستہ حضرات کیلئے ایک علمی کاوش ہے، بندہ نے اس کتاب کا مختلف مقامات سے جائزہ لیا اور اسے افتاء سے وابستہ حضرات کیلئے بہت مفید پایا۔ یہ کتاب انشاءاللہ متخصصین کیلئے فتوی نویسی اور مقالہ نویسی میں کافی معین ومددگار ثابت ہوگی۔ نیز اس کتاب کی ایک اضافی خصوصیت یہ بھی ہے کہ عموماً فتویٰ نویسی کے لئے جن کتابوں کی طرف مراجعت کی ضرورت پیش آتی ہے، مؤلف نے ان کا مکمل تعارف اور انکی امتیازی خصوصیات کے بارے میں بھی سیر حاصل بحثیں کی ہیں، اس کے علاوہ مذاہب اربعہ کی مختلف کتابوں کا تعارف بھی پیش کیا ہے، بندہ کی نظر میں یہ کاوش انشاءاللہ علمی حلقوں میں پذیرائی حاصل کرے گی۔

دل سے دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ مؤلف کی ان مساعی جمیلہ کو مقبول ومنظور فرمائے، اور اپنے بندوں کیلئے نافع اور مؤلف کیلئے ذخیرۂ آخرت بنائے۔ امین ثم امین۔

محمد عبدالمنان عفی عنہ

نائب مفتی واستاذ جامعہ دارالعلوم کراچی

۲/۴/۱۴۳۳ھ

تقریظ

حضرت مولانا مفتی عبدالباری صاحب مدظلہ العالی

استاد ومفتی جامعہ فاروقیہ کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسلام ایک مکمل، ہمہ جہت جامع نظامِ حیات اور تا قیامت تمام ادیانِ عالم پر برتر وبالا رہنے والا ابدی دین ہے۔ اسلام کا بنیادی مأخذ قرآنِ کریم ہے۔ احادیثِ نبویہ اس کی تشریح، جب کہ دیگر کتبِ فقہ وفتاوی اس کی تسہیل وترتیب، تہذیب وتنقیح، تاکید وتلخیص ہیں۔

لیکن "قدر المؤلَف بحسب قدر المؤلِّف" کے پیشِ نظر ان کتبِ فقہ وفتاوی سے بدرجۂ اتم اور بطریقِ احسن استفادہ کرنا اس وقت ممکن ہے جب ان کتابوں کے مصنفین ومؤلفین کے اسمائے گرامی، ان کی زندگی کے حالات وواقعات، کتاب میں مصنف کے اسلوبِ بیان اور اس فن میں لکھی گئی دیگر کتابوں کے مقابلے میں اس کتاب کے مقام اور مرتبے وغیرہ کے بارے میں بصیرتِ تامہ حاصل ہو۔

زیرِ نظر کتاب "تحفۃ المتخصص" اسی سلسلے کی ایک گراں قدر کڑی ہے، جس میں فاضل مؤلف حضرت مولانا مفتی ضیاء الرحمٰن صاحب مدظلہ نے مشہور ومتداول فقہ وفتاوی کی کتابوں اور ان کے مصنفین کا مختصر اور جامع تعارف، مصنف کا اسلوبِ بیان، کتاب کا مقام اور مرتبہ، کتاب کے مطالعے اور اس سے استفادہ کرنے کا طریقِ کار اور متخصصین طلبائے کرام کے لئے چند مفید اور راہنما اصول بڑی عرق ریزی سے یکجا کر کے تمام اہلِ علم پر عموماً اور متخصصین طلبائے کرام پر خصوصاً احسانِ عظیم فرما کر واقعتاً کتاب کو اسم بامسمی بنا دیا ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالی مؤلف کی دیگر تألیفات کی طرح اس تألیف کی بھی شرفِ قبولیت عطا فرمائے اور ہم سب کو اس سے استفادہ کرنے کی توفیق عنایت فرمائے اور مؤلف موصوف کے لئے دنیا وآخرت کی کامیابیوں کا ذریعہ اور مزید دینی خدمات کا پیش خیمہ بنائے۔ آمین.

طالبِ دعاء

عبدالباری غفرلہ

استاد ورفیق شعبہ دارالإفتاء

جامعہ فاروقیہ شاہ فیصل کالونی کراچی

۱۹/۳/۱۴۳۳ھ ۱۲/۲/۲۰۱۲ء

تعارف تنویر الابصار

تنویر الابصار وجامع البحار فقہ حنفی کے متون میں سے قابل اعتماد وعمدہ متن ہے۔

شارحِ تنویر علامہ حصکفی رحمہ اللہ متن کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں: فاق کتب هذا الفن ــ أی الفقه الحنفی ــ فی الضبط والتصحیح والاختصار، و لَعمری لقد أضحت روضة هذا العلم به مفتحة الأزهار، مسلسلة الأنهار، من عجائبه ثمرات التحقیق تختار، ومن غرائبه ذخائر تدقیقٍ تحیّر الأُفکار (۱).

علامہ ابنِ عابدین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: منها التنویر، وهو فی الفقه جلیل المقدار، جم الفائدة، دقَّق فی المسائل کلَّ التدقیق، ورزق فیه السعد، فاشتهر فی الآفاق، وهو من أنفع کتبه (۲).

مؤلف رحمہ اللہ نے معتمد متون کو سامنے رکھتے ہوئے اس میں سابقہ متون کے تقریباً تمام مسائل جمع کئے اور ان کے ساتھ ساتھ کچھ اور مسائل کا بھی اضافہ کیا۔ چونکہ اس متن میں معتمد متون: مختصر الطحاوی، قدوری، المختار، کنز الدقائق، وقایہ وغیرہ کے مسائل جمع ہیں، اسی لئے اس کے نام میں ''جامع البحار'' کا لفظ ہے۔

مؤلف شیخ الاسلام شمس الدین محمد بن عبداللہ بن احمد الخطیب بن محمد الخطیب بن ابراہیم الخطیب التُمُرتاشی العمری الغزی الحنفی ہیں۔ آپ ۹۳۹ھ میں پیدا ہوئے اور اپنے زمانے کے امام کبیر، فقیہ بے نظیر، حسن الطریقہ، قوی الحافظہ، کثیر الاطلاع، وحید العصر، فرید الدہر تھے۔ علوم اپنے شہر غزہ میں شمس محمد مشرقی غزی مفتی شافعیہ سے اخذ کئے۔ ۹۹۸ھ میں قاہرہ گئے اور وہاں صاحبِ البحر الرائق اور امین عبد العال اور علی بن حنائی وغیرہ سے فقہ

(۱) الدر المختار، مقدمة: ۱/۱۷-۱۸.

(۲) المحتار، مقدمة: ۱/۱۹.

حاصل کی اور امامِ کبیر اور مرجع ارباب الفتاوی ہوئے (۱)۔علامہ محبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كان إماماً كبيراً ، حسن السمت ، قوی الحافظة ، وبالجملة فلم يبق من يساويه في المرتبة (۲). رجب ۱۰۰۴ھ کے آخر میں ۶۵ سال کی عمر میں آپ کی وفات ہوئی۔التمر تاشی یا تو خوارزم کی ایک بستی تمرتاش کی طرف نسبت ہے یا پھر آپ کے اجداد میں سے کسی کا نام تمرتاش تھا اس کی طرف منسوب ہیں۔الغزی فلسطین کے شہر غزہ کی طرف نسبت ہے۔آپ کی وفات بھی اسی شہر میں ہوئی۔

آپ کی تصانیف میں سرفہرست تنویرالابصار کا نام ہے جس کی تکمیل ۹۹۵ھ میں ہوئی۔اس کے علاوہ بھی آپ نے کئی مفید تصانیف چھوڑیں،ذیل میں ان کا ذکر کیا جاتا ہے۔

۱-منح الغفار شرح تنویرالابصار

۲-الوصول إلی قواعد الاصول ،بعض نے اس کا نام تیسیر الوصول إلی قواعد الاصول اور بعض نے تحفۃ طالب الوصول لکھا۔

۳-معین الحکام علی الأحکام،اس کا دوسرا نام رسالۃ فی القضاء والحکم ہے۔ ایک قول کے مطابق اس کا نام مسعفۃ الحاکم علی الأحکام المتعلقۃ بالقضاۃ والحکام ہے۔ حال ہی میں یہ کتاب بیروت سے شائع ہوئی۔

۴-تحفۃ الاقران، یہ فقہی احکام کا مجموعہ ہے جو اشعار کی شکل میں ہے۔

۵-مواھب المنان شرح تحفۃ الاقران۔

۶-عقد الجواھر النیرات فی بیان خصائص الکرام العشرۃ الثقات،اس میں عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم کا تذکرہ ہے۔

---

(۱) حدائق الحنفيه ، ص : ٤١٧.

(۲) رد المحتار ، مقدمة : ١٩/١.

۷-معين المفتي على جواب المستفتي ، ۸- الفتاوى الغزية ، ۹- ترتيب فتاوى ابن نجيم ، ۱۰- إعانة الحقير لزاد الفقير ۱۱- رسالة في النقود ، ۱۲- القواعد المرضية في شرح القصيدة اللامية ، ۱۳- شرح الوقاية ، ۱۴- شرح الوهبانية ، ۱۵- شرح المنار ، ۱۶- شرح مختصر المنار ، ۱۷- شرح الكنز ، یہ کتاب الأیمان تک ہے۔ ۱۸- حاشیۃ علی الدرر۔ یہ بھی ناقص ہے۔ ان کے علاوہ کئی رسائل بھی تحریر کئے (۱)۔

شروح التنویر

چونکہ یہ متن سابقہ تمام متون کا نچوڑ اور مہذب خلاصہ ہے، اس لئے علمائے متأخرین نے خاص طور پر اس متن کی مختلف انداز میں خدمت کی اور اسے شروح وحواشی سے مزین کیا۔ جس کی تفصیل یہ ہے۔

۱- ایک شرح خود علامہ تمرتاشی رحمہ اللہ (ت ۱۰۰۴ھ) نے منح الغفار شرح تنویر الابصار کے نام سے لکھی، جس کی تکمیل ۹۹۷ھ میں ہوئی۔ یہ شرح بہت عمدہ شرح ہے اور ابھی تک زیورِ طباعت سے آراستہ نہیں ہوئی۔ علامہ خیرالدین رملی رحمہ اللہ (ت ۱۰۸۱ھ) نے اس شرح پر مفید حواشی تحریر فرمائے اور شارح علامہ حصکفی نے کنز پر جو اعتراضات کئے ان کا دفاع کیا۔

علامہ شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وشرحه [المتن] هو ، واعتنى بشرحه جماعةٌ منهم العلامة الحصكفي مفتي الشام والمنلا بن إسكندر الرومي نزيل دمشق والشيخ عبد الرزاق مدرس الناصرية ، وكتب عليه شيخ الإسلام

(۱) رد المحتار ، مقدمة : ۱۹/۱ ، وابن عابدين وأثره في الفقه الإسلامي ، الباب الثالث ، الفصل الأول : ۶۳۷/۱-۶۴۰

محمد الأنكوري كتابات في غاية التحرير والنفع ، وكتب على شرح مؤلفه شيخ الإسلام خير الدين الرملي حواشي مفيدة(١).

☆علامہ خیر الدین رملی رحمہ اللہ کے صاحبزادے نجم الدین محمد بن خیر الدین رملی (ت ۱۱۱۳ھ) نے لوائح الانوار علی منح الغفار کے نام سے مؤلف کی شرح پر حواشی لکھے۔

۲-ملا حسین بن اسکندر رومی رحمہ اللہ (ت ۱۰۸۴ھ) نے بھی الجوہر المنیر فی شرح التنویر کے نام سے اس کی شرح لکھی۔ یہ شرح بھی مخطوطات کی شکل میں ہے۔

۳-مطالع الأنوار ولوائح الأفکار وجواہر الأسرار لشرح تنویر الأبصار۔ یہ علامہ اسماعیل بن عبد الباقی بن اسماعیل الیازجی (ت ۱۱۲۱ھ) کی تألیف ہے۔

۴، ۵-علامہ حصکفی رحمہ اللہ (ت ۱۰۸۸ھ) نے خزائن الاسرار وبدائع الافکار فی شرح تنویر الابصار کے نام سے ایک مفصل شرح لکھنے کا ارادہ کیا اور باب الوتر والنوافل تک لکھا بھی۔ فرماتے ہیں: بيّضت الجزء الأول من خزائن الأسرار وبدائع الأفكار في شرح تنوير الأبصار وجامع البحار ، قدّرته في عشر مجلدات كبار ، فصرفت عنان العناية نحو الاختصار(٢). علامہ شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وذكر المحبي وغيره أنه وصل في هذا الكتاب إلى باب الوتر ، والظاهر أنه لم يكمله في المسودة أيضاً، وإنما ألف منه هذا الجزء الذي بيّضه فقط ، والله تعالى أعلم (٣). بعد میں ارادہ تبدیل ہوا اور اختصار کا داعیہ پیدا ہوا اور اسے چھوڑ کر الدر المختار کے نام سے مختصر شرح لکھی جو خزائن الاسرار کا اختصار ہے۔

---

(١) رد المحتار ، مقدمة : ١٩/١ .

(٢) الدر المختار ، مقدمة : ١٦/١– ١٧ .

(٣) رد المحتار ، مقدمة : ١٧/١.

۶-شرح دیباجۃ التنویر وشرح دیباجۃ الدر۔ یہ شیخ محمد بن عمر بن المولی عبد الجلیل کی تألیف ہے۔

۷-خلاصۃ التنویر وذخیرۃ المحتاج والفقیر۔ اسے شیخ موسی بن اسعد بن یحیی المحاسنی نے تحریر کیا۔

نظم التنویر للمحاسنی.

۸-حمید الآثار فی نظم تنویر الابصار للھاشمی (ت ۱۳۴۳ھ). یہ کتاب ۱۳۴۳ھ میں المطبعۃ السلفیہ سے چھپی تھی۔

۹-شیخ عبد الرزاق نے بھی تنویر الابصار کی شروحات میں ایک شرح کا اضافہ کیا۔

۱۰- رومی علما کے سرخیل علامہ محمد بن حسین الانکوری (ت ۱۰۸۹ھ) صاحب فتاوی انقرویہ نے بھی اس متن کی شرح میں بہت عمدہ اور اہم ابحاث شامل کیں۔

۱۱-شیخ عبد الرحیم بن ابو اللطیف (ت ۱۰۹۳ھ) نے بھی متن کی شرح لکھی (۱)۔

الدر المختار

یوں تو تنویر الابصار کی کئی شروحات لکھی گئیں، لیکن ان میں سے الدر المختار کو جو مقام حاصل ہوا وہ باقی کسی شرح کو نہ مل سکا۔ اس شہرت وتلقی میں جہاں شارح کا بلند علمی مقام ووسعتِ نظر شامل ہے وہیں مشیتِ خداوندی اور اخلاص کا بھی دخل ہے۔ علامہ حصکفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ شرح اس وقت لکھی جب مجھے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے اجازت ملی۔ فرماتے ہیں: بعد الإذن منه صلى الله عليه وسلم (۲).

علامہ شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: كان الإذن للشارح حصل منه صلى الله

(۱) ابن عابدين وأثره في الفقه الإسلامي، الباب الثالث، الفصل الأول: ۱/۶۱۴-۶۴۳.

(۲) الدر المختار، مقدمة: ۱/۱۲.

عليه وسلم صريحاً برؤية المنام أو بإلهامٍ ، وببركته صلى الله عليه وسلم فاق هذا الشرح على غيره ، كما فاق متنه . حيث رأى المصنف النبى صلى الله عليه وسلم ، فقام له مستقبلاً واعتنقه عجلاً ، وألقمه عليه الصلاة والسلام لسانه الشريف ، كما حكاه فى المنح، فكلٌّ من المتن والشرح من آثار بركته صلى الله عليه وسلم ، فلا غرو أن شاع ذكرهما ، وفاق وعمَّ نفعهما فى الآفاق(۱) .

خود علامہ حصکفی رحمہ اللہ اپنی شرح کے متعلق فرماتے ہیں:

مع تحقيقاتٍ سنح بها البال ، و تلقَّيتها عن فحول الرجال ، ويأبى الله العصمة لكتابٍ غير كتابه ، والمنصف من اغتفر قليل خطأ المرء فى كثير صوابه ، و مع هذا فمن أتقن كتابى هذا ، فهو الفقيه الماهر ، و من ظفر بما فيه فسيقول بملء فيه : كم ترك الأول للآخر ؟ ومن حصَّله فقد حصل له الحظ الوافر ؛ لأنه هو البحر لكن بلا ساحلٍ ، و وابل القطر غير أنه متواصل بحسن عباراتٍ ، و رمز إشاراتٍ ، و تنقيح معانى ، و تحرير مبانى ، و ليس الخبر كالعيان ، و ستقَرُّ به بعد التأمل العَينان ...... فهاك مؤلَّفاً مهذَّباً بمهمات هذا الفن ، مظهِراً لدقائق استعملت الفكر فيها إذا ما الليل جنَّ ، متحرِّياً أرجح الأقوال ، و أوجز العبارة ، معتمِداً فى دفع الإيراد ألطف إشارةٍ (۲).

علامہ حصکفی رحمہ اللہ نے خزائن الاسرار وبدائع الافکار فی شرح تنویر الابصار وجامع البحار کے نام سے تنویر الابصار کی مفصل شرح لکھنے کا ارادہ کیا اور باب الوتر والنوافل

---

(۱) رد المحتار ، مقدمة : ۱۲/۱ .

(۲) الدر المختار ، مقدمة : ۲٦/۱ - ۳۱ .

تک اسی تفصیلی انداز سے لکھتے رہے، بعد میں مشیتِ خداوندی سے ارادہ تبدیل ہوا اور اختصار کا داعیہ پیدا ہوا، چنانچہ اپنی اس مختصر شرح کا نام الدر المختار رکھا۔

علامہ حصکفی رحمہ اللہ کا پورا نام محمد بن علی بن محمد بن علی بن عبدالرحمٰن محمد بن جمال الدین ابن حسن بن زین العابدین الحصنی الاثری ہے اور علاء الدین حصکفی کے نام سے مشہور ہیں۔ علامہ شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: علاء الدين : أي معليه ورافعه بالعمل وبيان أحكامه (١). آپ کی ولادت ۱۰۲۵ھ بمطابق ۱۶۱۶ء کو دمشق میں ہوئی اور وہیں ۱۰/شوال ۱۰۸۸ھ بمطابق ۱۶۷۷ء میں تریسٹھ سال کی عمر میں کا انتقال ہوا۔

حصکفی حِصن کیفا کی طرف نسبت ہے جو شمالی سوریا اور جنوبی ترکیا میں دیار بکر کا ایک قصبہ ہے جو دجلہ کے کنارے جزیرہ ابنِ عمر اور میافارقین کے درمیان ہے۔ آج کل اس کا نام شرناخ ہے اور سابقہ نام لکھنے میں حسنکیف لکھا جاتا ہے۔ قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ نسبت کے وقت الحِصنی کہا جائے جیسا کہ بعض حضرات حِصنی ہی لکھتے ہیں۔ چونکہ یہ دو اسموں: حِصن، کیفا سے مرکب ہے جن میں اضافت موجود ہے، لہذا ان دونوں کو ایک شمار کرتے ہوئے مجموعے کی طرف نسبت کرتے ہیں جیسے عبداللہ کی طرف نسبت کرتے ہوئے عبدلی اور عبدالشمس کی طرف نسبت میں عبشمی کہا جاتا ہے۔

فقیہ، اصولی، محدث، مفسر، نحوی ہونے کے ساتھ ساتھ دمشق میں احناف کے سرخیل تھے اور افتا کی ذمہ داری آپ پر تھی۔ افتا کی ذمہ داری سے قبل آپ دمشق کی جامع الاموی میں امامت کے فرائض سرانجام دیتے تھے۔ آپ فتوی کے معاملے میں انتہائی محتاط تھے۔ آپ کی تحریرات میں کسی ایسے قول کی نشان دہی مشکل ہے کہ آپ نے صحیح قول کے خلاف حکم دیا ہو (۲)۔ درس وتدریس میں مشغولیت اور افادہ واستفادہ آپ کی طبیعتِ ثانیہ

(١) رد المحتار، مقدمة: ١٤/١. (٢) رد المحتار، مقدمة: ١٦/١ .

تھی۔آپ کے شیوخ میں علامہ خیر الدین رملی، علامہ محمد المحاسنی، فخر الدین بن زکریا، احمد القشاشی تھے۔آپ کے علم وفضل کا اعتراف نہ صرف ہم عصروں نے کیا، بلکہ آپ کے شیوخ واساتذہ بھی آپ کے علم وفضل کے معترف تھے۔

علامہ خیر الدین رملی نے آپ کو اجازت دیتے وقت فرمایا: وقد بدأني بلطائف أسئلةٍ، وقفت بها على كمال روايته وسعة ملكته، فأجبته غير موسعٍ عليه، فكررَّ عليَّ ما هو أعلى، فزدته فزاد، فرأيت جواد رهانه في غاية المكنة والسبق، فبعَّدت له الغاية، فأتاه مستريخاً لا يخفق، ومستبصراً لا يطرق، فلما تبيَّن لي أنه الرجل الذى حدثت عنه وصلت به إلى حالةٍ يأخذ مني وآخذ منه .

آپ کے دوسرے شیخ محمد افندی المحاسنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وإنه ممن نشأ، والفضائل تعلُّه وتنهله، حتى نال من قداح الكمال القدح المعلى، وفاز بما وشح به صدر النباهة وحلى، وكان لي على الغوص على غرر الفوائد أعظم معينٍ، فأفاد واستفاد، وفهم فأجاد .

آپ کے شاگرد علامہ محبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: أنه كان عالماً، محدثاً، فقيهاً، نحويًّا، كثير الحفظ والمرويات، طلق اللسان، فصيح العبارة، جيد التقرير والتحرير (١) .

آپ کی تصانیف میں درج ذیل کتابیں ہیں:

۱-الدر المختار، ۲-خزائن الاسرار وبدائع الافکار، ۳-الدر المنتقی شرح الملتقی۔

---

(١) رد المحتار، مقدمه: ١/١٥، وابن عابدين وأثره في الفقه الإسلامي، الباب الثالث، الفصل الأول: ١/٦٤٦، وحدائق الحنفية، ص: ٤٤٠ .

۴-إفاضة الانوار علی اُصول المناز ۵-شرح قطر الندی، ٦-سورۃ البقرۃ سے سورۃ الاسراء تک تفسیرِ بیضاوی پر تعلیق، ۷-صحیح بخاری پر تعلیق جو تقریباً تیں کاپیوں پر مشتمل ہے، ۸-مختصر الفتاوی الصوفیۃ، ۹-الجمع بین فتاوی ابن نجیم، ۱۰-حواشِ علی الدرر(۱)۔

درِ مختار کی شروحات وحواشی

ہدایہ کے بعد شروح وحواشی کے ذریعے الدر المختار کی جتنی خدمت کی گئی اتنی کسی اور کتاب کی نہیں ہوئی۔ ان شروح وحواشی میں سے اکثر مخطوطات کی شکل میں ہیں۔ ذیل میں ان کا ذکر کیا جاتا ہے۔

۱- **حاشیہ عبدالرزاق**۔ یہ علامہ عبدالرحمٰن بن ابراہیم بن احمد المعروف بابن عبدالرزاق الدمشقی الخطیب (۱۰۵۷ھ-۱۱۳۸ھ) کا حاشیہ ہے۔ شیخ سائد بکداش نے علامہ محمد عابد سندھی رحمہ اللہ کی سوانحِ حیات پر لکھی گئی کتاب الإمام الفقیہ المحدث الشیخ محمد عابد السندی الأنصاری میں الأعمال الفقهية على الدر المختار کے عنوان کے تحت مفاتح الاسرار ولوائح الافکار شرح الدر المختار کے نام سے اس کا تعارف کروایا(۱)۔ لیکن دکتور عبداللطیف صالح الفرفور نے اس کی تردید کی اور کہا کہ حاشیہ عبدالرزاق کا نام سلک النضار شرح الدر المختار ہے۔ فرماتے ہیں: "سلك النضار شرح الدر المختار تأليف ابن عبدالرزاق الحنفي المتوفى ۱۱۳۸ھ، وجدت منها نسخةً في ظاهرية دمشق في (۱۵۳ ق) تحت رقم (٦٦٦٢)، ولم يذكرها بروكلمان.

یہاں حاشیے میں لکھتے ہیں: وقد وهم بعض المعاصرين من الباحثين

---

(۱) رد المحتار، مقدمه: ۱/۱۵، وابن عابدين وأثره في الفقه الإسلامي، الباب الثالث، الفصل الأول: ۱/٦٤٧.

(۲) الإمام الفقيه المحدث الشيخ محمد عابد السندي الأنصاري، ص: (۳۸۳).

حيث قال : ومفاتح الأسرار في شرح الدر المختار ، عزاها لابن عبد الرزاق ، وكتابه ليس بهذا الاسم . ر: معجم المؤلفين (١). یہ حاشیہ کتاب الصلاۃ کے آخر تک ہے اور کتاب النکاح کے کچھ حصے پر بھی مشتمل ہے۔ محشی نے اس حاشیے میں عمدہ اسلوب اختیار کرتے ہوئے مسائل کی تشریح کی۔ علامہ شامی رحمہ اللہ نے متعدد مقامات پر اس کے حوالے بھی دیئے ہیں۔

خزائن الاسرار وبدائع الافکار۔ اس کا تعارف سابقاً ہو چکا۔ دکتور عبداللطیف نے اس کا نام مفاتیح الاسرار ولوائح الأ فکار بتایا۔ فرماتے ہیں:" حاشية المؤلف على الدر : مفاتيح الأسرار ولوائح الأفكار ، وهي لمؤلف الدر محمد بن علي الحصكفي المعروف بعلاء الدين ، أشار إليها بروكلمان بقوله : محمد بن علي فايز ص/١٣٣ ، والنسخة المخطوطة في ظاهرية دمشق في جزءٍ واحدٍ ، هو الجزء الأول ، وصل فيه مؤلفه إلى كتاب الصلاة ، ولم يكمله بعد(٢).

۲- قرۃ الانظار فی حاشیۃ الدر المختار۔ علامہ سائد بکداش نے اس کا نام قرۃ الانظار علی شرح تنویر الابصار بتایا۔ یہ شرح قاضی ابوالطیب محمد بن عبدالقادر السندی المدنی (ت ۱۱۴۹ھ) کی ہے (۳)۔ اس حاشیے میں حلِّ لغات پر کافی توجہ دی گئی۔ علامہ عابد سندھی نے متعدد مقامات میں اس حاشیے سے استفادہ کیا (۴)۔

۳- حاشیہ علی الدر المختار للعلامۃ شیخ امین بن السید حسن المیر غنی ۔ اصل میں امیر غنی تھا ـــــ الحنفی المکی (ت ۱۱۶۱ھ)۔ آپ کئی کتابوں کے مؤلف ہیں، جن میں تبیین الحقائق پر

---

(١) ابن عابدين : ٦٥٥/١.

(٢) ابن عابدين: ٦٥٢/١.

(٣) ابن عابدين :(٦٥٣/١)

(٤) الإمام عابد ، ص :٣٨٣-٣٨٤.

حاشیہ بھی ہے۔آپ تقوی وزھد کے اعلی مقام پر فائز تھے(۱)۔

۴- دلائل الاسرار علی الدر المختار۔ یہ علامہ خلیل بن محمد بن ابراہیم بن منصور الفتال الدمشقی (ت ۱۱۸۴ھ) کا حاشیہ ہے جو حاشیہ فتال کے نام سے مشہور ہے۔علامہ سائد بکداش نے آپ کی سن وفات ۱۱۸۶ھ لکھی ،لیکن دکتور عبداللطیف نے اس کی تردید کی۔مؤلف کے ہم عصر علما: محمد کمال الصدیقی الحنفی ،علی المرادی، بقاعی زادہ العذری،محمد خلیل الصدیقی ،حامد العمادی، احمد المنینی نے اس پر تقریظات بھی لکھیں۔علامہ مرادی نے اس حاشیے کی تعریف کرتے ہوئے کہا کہ یہ عمدہ اور مفید حاشیہ ہے۔علامہ عابد سندھی رحمہ اللہ نے اپنے حاشیے طوالع الانوار میں اس سے استفادہ کیا(۲)۔

۵- حاشیہ علی الدر المختار للعلامۃ المحدث الفقیہ الشیخ ابی الحسن السندی الصغیر (ت ۱۱۸۷ھ)علامہ عابد سندھی نے اس حاشیے کا حوالہ بھی دیا ہے(۳)۔

۶- تحفۃ الاخیار علی الدر المختار المعروف بحاشیۃ الحلبی علی الدر۔ یہ حاشیہ علامہ برھان الدین ابراہیم بن مصطفی بن ابراہیم الحلبی المداری (ت ۱۱۹۰ھ) کا ہے جس کی تکمیل ۱۱۵۰ھ میں ہوئی(۴)۔

دکتور عبداللطیف فرماتے ہیں کہ کارل بروکلمان نے اس کے تذکرے میں دوجگہ غلطی کی:۱-حلبی سے صاحب الحلبی الصغیر والکبیر ابراہیم بن محمد ۹۵۶ھ مراد لیا، جب کہ اس کے مؤلف کا نام ابراہیم بن مصطفی ہے،جن کا انتقال ۱۱۹۰ھ میں ہوا۔۲- حلیۃ الناجی کو تحفۃ الاخیار کی شرح قرار دیا، جب کہ حلیۃ الناجی الحلبی الصغیر کی شرح ہے(۵)۔

---

(۱) عابدسندھی ، ص: ۳۸٤.

(۲) ابن عابدین :۱/٦٥١، عابد سندھی؛ ص: ۳۸٤-۳۸٥.

(۳) عابد سندھی، ص:۳۸٥.

(٤) عابد سندھی، ص:۳۸٥.(٥) ابن عابدین :۱/٦٤٩-٦٥٠.

صاحبِ حدائق آپ کے احوال میں فرماتے ہیں: علامۂ کبیر، فہامہ شہیر، علومِ عقلیہ ونقلیہ میں خدا کی ایک بڑی نشانی اور صاحبِ تصانیفِ باہرہ، مستغنی عن الاوصاف تھے۔ حلب میں پیدا ہوئے۔ اصل میں آپ مداری تھے کہ خدا نے آپ کے دل میں علم کا شوق ڈالا اور مصر جا کر سات سال تک تحصیلِ علوم وفنون میں مشغول رہے۔ پھر دمشق جا کر وہاں کی ایک جماعتِ فضلاء سے علوم حاصل کئے اور تصوف شیخ عبدالغنی نابلسی وغیرہ سے حاصل کیا۔ پھر قاہرہ میں مراجعت کی اور منقولات ومعقولات کو سید علی الضریر حنفی وغیرہ سے اخذ کیا یہاں تک کہ فائقِ اقران ہوئے اور مشائخ نے آپ کو تدریس کی اجازت دی۔ آپ نے ہی پہلے پہل اس ملک میں درِ مختار کو پڑھا اور پہلے پہل اس کا حاشیہ تصنیف کیا۔ ذکا اور فضیلت کے سبب آپ کی بڑی شہرت ہوئی اور کثرت سے طلبا آپ کے پاس جمع ہوئے۔ قسطنطنیہ میں آ کر شیخ الاسلام علامہ روم مولی عبداللہ مشہور بہ ایرانی کے پاس ٹھہرے اور انہوں نے آپ کی بڑی عزت کی۔ وہاں ایک جماعت علمائے روم نے آپ سے پڑھا جن میں راغب پاشا صاحبِ سفینۃ الراغب وغیرہ ہیں اور اکثر ازہر کے محققین آپ کے شاگردوں میں سے ہیں۔ آپ مطالعۂ کتب میں دن رات مصروف رہتے تھے۔ آپ کی تصنیفات سے حاشیۂ درِ مختار اور ایک رسالہ عروض میں وغیرہ کتابیں یادگار ہیں (۱)۔

۷- **رفع الانظار عما أورده الحلبی علی الدر المختار**۔ علامہ ابن عابدین رحمہ اللہ نے یہ حاشیہ خاص طور پر علامہ حلبی کے الدر المختار پر کئے گئے اعتراضات کے جواب میں لکھا۔

۸- **سلک النضار علی الدر المختار**۔ یہ حاشیہ علامہ عبدالقادر بن صالح بن عبدالرحمٰن بانقوسی حلبی (ت ۱۱۹۹ھ) کا ہے آپ کی ولادت ۱۱۴۲ھ کو حلب شہبا میں ہوئی۔ آپ بیک وقت فقیہ، محدث وادیب تھے۔ آپ کا لکھا ہوا حاشیہ مکمل نہیں، بلکہ کتاب الصوم تک ہے،

(۱) حدائق الحنفیہ، ص: ٤٦٩ .

جس کی تبییض دوجلدوں میں کی گئی۔شیخ سائد بکداش لکھتے ہیں:" وھو شرح علی الدر المختار ، لکن لم یتمه ، وبیّض من مسوادته مجلدین ، وصل فیھما إلی کتاب الصوم (۱).

۹-علامہ جمال الدین محمد بن محمد الحنفی المکی الانصاری نے بھی الدر المختار کا حاشیہ لکھا۔آپ صاحبِ تالیفات ہیں۔آپ کی تالیفات میں کنز کی شرح اور المنسک الصغیر والأوسط کی شروحات بھی ہیں۔علامہ ابوالخیر میرداد فرماتے ہیں کہ یہ حاشیہ عمدہ ترین حواشی میں سے ہے۔جب علامہ ابن عابدین قال بعض المحشین کہتے ہیں تو ان کی مراد یہی حاشیہ ہوتا ہے۔آپ کی وفات کا بالضبط علم تو نہیں ہو سکا،البتہ آپ بارہویں صدی کے علما میں سے تھے(۲)۔

۱۰-شیخ مصطفیٰ زین الدین بن محمد بن رحمت اللہ بن عبدالمحسن بن جمال الدین الانصاری الایوبی الحنفی الدمشقی ثم المدنی الشہیر بالایوبی وبالرحمتی رحمہ اللہ (۱۱۳۵ھ-ت ۱۲۰۵ھ) نے بھی اس کا حاشیہ لکھا۔آپ کا حاشیہ بھی مکمل نہیں،بلکہ تین اجزاء پر مشتمل ہے جن میں سے دو جز الدر المختار کے پہلے حصے کی شرح ہیں اور آخری جز دوسرے سے متعلق ہے۔علامہ ابن عابدین اور عابد سندھی رحمہما اللہ نے اس سے کافی استفادہ کیا۔۱۱۸۷ھ میں آپ نے مدینہ کو مسکن بنایا،پھر مکہ منتقل ہوئے اور ۱۲۰۵ھ میں طائف کے قریب سیلاب میں آپ کا انتقال ہوا(۳)۔

۱۱-نخبۃ الافکار علی الدر المختار یہ حاشیہ محمد بن عبدالقادر بن احمد بن محمد زادہ انصاری

---

(۱) عابد سندھی ، ص : ۳۸٦.

(۲) عابد سندھی ، ص : ۳۸۷-۳۸٦.

(۳) ابن عابدین : ۱/٦٥٦، عابد سندھی ، ص : ۳۸۷.

مدنی کا ہے۔آپ کا انتقال ۱۱۹۴ھ کے لگ بھگ ہوا۔علامہ ابن عابدین رحمہ اللہ نے اس حاشیے سے کافی استفادہ کیا اور اپنے حاشیے میں متعدد مقامات پر اس کا حوالہ دیتے ہیں۔کبھی حاشیہ مدنی اور کبھی وفی النخبۃ کہہ کر ذکر کرتے ہیں۔مؤلف نے اس حاشیے میں در کے اکثر حواشی کی تلخیص کی اور اس کے ساتھ ساتھ متقدمین سے رہ جانے والے مسائل کا اضافہ بھی کیا۔بعض حضرات نے اس حاشیے کی نسبت آپ کے پڑدادا محمد صالح بن عبداللہ المدنی الحنفی الشہیر بقاضی زادہ (ت ۱۰۸۷ھ) کی طرف کی ہے، لیکن یہ درست نہیں، کیوں کہ قاضی زادہ گیارہویں صدی کے علما میں سے ہیں اور پڑپوتے محمد زادہ کا انتقال بارہویں صدی کے آخر میں ہوا(۱)۔

۱۲- **نتائج الافکار علی الدر المختار**۔یہ شیخ محمد طاہر بن محمد سنبل رحمہ اللہ (ت ۱۲۱۸ھ) کا حاشیہ ہے۔دکتور عبداللطیف فرماتے ہیں:" المناسك من الدر المختار لطاهر سنبل ، أثبته بروكلمان ، وقاله : إنه مخطوطٌ في رامبور ۱-۹۲/۱۸۸ ، وأغلب الظن أن هذا ليس شرحٌ ، بل تجريدٌ لمناسك الدر كما يبدو من اسمه فقط (۲).

شیخ سائد بکداش فرماتے ہیں: شیخ محمد طاہر نے الدر المختار کی مخصوص کتابوں پر بھی حواشی لکھے مثلاً کتاب المناسک پر ضیاء الابصار علی مناسک الدر المختار لکھا، یہ حاشیہ باب الحج عن الغیر تک ہے۔اس حاشیے کا تکملہ علامہ عابد سندھی کے شاگرد علامہ ابراہیم بن محمد سعید الفتہ المکی نے لکھا۔شیخ محمد طاہر نے کتاب الدعوی پر بھی حاشیہ لکھا اور آپ کی تعلیقات کتاب البیوع اور کتاب الصوم پر بھی ہیں (۳)۔

---

(۱) ابن عابدين : ۱/۶۵۵،عابد سندهي ، ص : ۳۸۸.

(۲) ابن عابدين : ۱/۶۵۲. (۳) عابد سندهي ، ص : ۳۸۹-۳۸۸.

۱۴ - حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار یہ شیخ شہاب الدین احمد بن محمد بن اسماعیل طحطاوی (ت ۱۲۳۱ھ) کی تالیف ہے۔ آپ اپنے زمانے میں احناف کے سرخیل تھے۔ الطحطاوی/الطھطاوی یہ طھطا کی طرف نسبت ہے جو مصر میں اسیوط کے قریب ایک جگہ ہے۔ اس حاشیے میں حاشیہ حلبی سے کافی استفادہ کیا گیا۔ مذکورہ حاشیے کی تالیف میں علامہ طحطاوی کی اعانت کرنے والوں میں آپ کے شاگرد علامہ محمد حسین کتبی (۱۲۰۲ھ - ۱۲۸۱ھ) بھی ہیں۔ یہ حاشیہ اگرچہ مطبوع ہے، لیکن کافی عرصے سے ناپید تھا، حال ہی میں مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ سے اس کا سابقہ عکس چھپا ہے۔ علامہ ابنِ عابدین اور علامہ عابد سندھی رحمہما اللہ نے اس حاشیے سے بکثرت استفادہ کیا حتی کہ علامہ شامی نے کثرتِ نقل کی بنا پر اس کی عبارت کے لئے بطورِ اختصار ایک اشارہ "ط" مقرر کیا (۱)۔ علامہ شامی رحمہ اللہ آپ کے متعلق فرماتے ہیں: العلامة النحرير، والفقيه الشهير السيد أحمد الطحطاوي صاحب الحاشية الفائقة على الدر المختار (٢).

۱۵- تعلیق الانوار علی الدر المختار۔ علامہ سائد بکداش نے اس کا نام تعالیق الانوار لکھا۔ یہ حاشیہ شیخ عبدالمولی بن عبداللہ مغربی دمیاطی حنفی (ت ۱۲۳۸ھ) نے ۱۲۳۲ھ میں شروع کیا اور چار سال میں مکمل کیا۔ آپ علامہ طحطاوی کے شاگردوں میں سے ہیں۔ علامہ لکھنوی رحمہ اللہ نے عمدۃ الرعایۃ، سباحۃ الفکر اور الفوائد البھیہ میں اس کے حوالے نقل کئے اور اس کی تعریف بھی کی (۳)۔

صاحبِ حدائق الحنفیہ رحمہ اللہ آپ کے بارے میں فرماتے ہیں: بڑے عالم

---

(١) ابن عابدين: ١/ ٦٥٠، عابد سندهي، ص: ٣٩٠.

(٢) اتحاف الذكي النبيه ضمن رسائل ابن عابدين: ١/ ٢٦١.

(٣) ابن عابدين: ١/-٦٥٣-٦٥٢، عابد سندهي، ص: ٣٩٠-٣٩١.

فاضل، جامع علومِ نقلیہ وعقلیہ تھے۔ علم علامہ سید احمد طحطاوی شارحِ درِمختار سے حاصل کیا اور درِمختار پر ایک نفیس حاشیہ المسمی بتعالیق الانوار علی الدر المختار لکھا، جس کو چار شنبہ کے روز ۲۵/ ماہ ذی الحجہ ۱۲۳۲ھ میں شروع کیا اور جمعہ کے روز ۳/ جمادی الثانیہ ۱۲۳۸ھ کو اس سے فراغت پائی۔ دمیاطی مصر کے شہر دمیاط کی طرف منسوب ہے، جہاں کپڑا نہایت لطیف ونفیس بنا جاتا ہے(۱)۔

۱۶- **حاشیہ ردالمحتار/ فتاوی الشامی**۔ اس کے متعلق تفصیلی بیان آگے آ رہا ہے۔

۱۷- **سراج الانوار علی الدر المختار**۔ یہ درمختار کی درمیانی شرح ہے۔ اسے علامہ شامی رحمہ اللہ کے بیٹے علاء الدین (ت ۱۳۰۶ھ) نے لکھا۔ انہوں نے مقدمے میں تصریح کی کہ میں نے حاشیہ طحطاوی، تحفۃ الاخیار للحلبی، ردالمحتار اور طوالع سے استفادہ کرتے ہوئے یہ شرح لکھی۔ یہ شرح دو جلدوں پر مشتمل ہے جن میں سے جلدِ اول کا حجم ۳۵۰ اوراق ہیں۔ اس کا ایک نسخہ علامہ عبدالحق الہ آبادی کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے(۵)۔

۱۸- **طوالع الانوار شرح الدر المختار**۔ یہ شرح علامہ محمد عابد سندھی رحمہ اللہ (ت ۱۲۵۷ھ) نے لکھی۔ علامہ محمد عابد سندھی رحمہ اللہ کی علمی شخصیت تعارف کی محتاج نہیں۔ آپ صرف فقیہ ہی نہیں بلکہ نقادِ حدیث بھی تھے۔ حدیث میں آپ کی مہارت طوالع الانوار اور آپ کی دیگر تالیفات سے ظاہر ہے۔ طوالع الانوار ابھی تک مطبوع نہیں ہوئی، تاہم اس کے بعض اجزا مثلاً کتاب الطہارۃ پر پی ایچ ڈی کا مقالہ لکھا گیا۔ اور بعض احباب اس پر کام میں مصروف ہیں۔ امید ہے کہ فقہ وحدیث کا یہ خوبصورت امتزاج جلد ہی زیورِ طبع سے آراستہ ہوگا۔ شیخ سائد بکداش نے علامہ عابد سندھی رحمہ اللہ کے حالات پر مفصل کتاب لکھی جس میں انہوں نے طوالع الانوار کو بنظرِ عمیق دیکھا اور اس کی جو خصوصیات تحریر کیں

---

(۱) حدائق الحنفیہ، ص: ۴۸۸.

(۲) عابد سندھی، ص: ۳۹۸.

ان میں سے چند درج ذیل ہیں:

۱- درِمختار میں موجود مسائل کے دلائل کا بیان، ۲- ادلہ میں احادیث کو پیش کرنا اور متعارض احادیث میں تطبیق، ۳- مختلف حدیثی فوائد کا ذکر، ۴- درِمختار پر لکھے گئے تمام حواشی حتی کہ شامیہ سے بھی استفادہ، ۵- ادلہ واستنباط کے سلسلے میں لغوی، صرفی اور اصولی بحث، ۶- فقہا کے اختلاف کا بیان، ۷- مفتی بہ اور معتمد اقوال کی نشان دہی، ۸- سابقہ شارحین پر استدراکات، ۱۰- خود مؤلف کا اس حاشیے کو درس میں رکھنا اور با قاعدہ اس کی تدریس کرنا۔

۱۹- علامہ ابنِ عابدین رحمہ اللہ کے شاگرد علامہ عبدالقادر الخلاصی بن ابراہیم رحمہ اللہ (ت ۱۲۸۴ھ) نے بھی الدرالمختار کی شرح لکھی۔ ان کے حالات معلوم نہ ہوسکے۔ علامہ علاء الدین نے درِمختار کے شارحین میں شارح الدرالعلائی کے عنوان سے آپ کا نام بھی لکھا (۱)۔ غالب یہی ہے کہ درِمختار کی شروحات میں یہ سب سے آخری شرح ہے (۲)۔

۲۰- شیخ محمد یسین بن علامہ شیخ عبداللہ میرغنی رحمہما اللہ (ت ۱۲۵۱ھ یا ۱۲۵۵ھ) نے بھی درِمختار کا حاشیہ تحریر کیا۔ آپ مکہ میں پیدا ہوئے اور وہاں کے نابغہ روزگار علما میں سے تھے۔ شیخ مصطفیٰ رحمتی اور شیخ محمد طاہر سنبل آپ کے مشائخ میں سے ہیں۔ آپ مسجدِ حرام کے مدرسین میں سے تھے۔ آپ پر منصبِ قضا پیش کیا گیا لیکن آپ نے شدتِ ورع کی بنا پر اسے قبول نہیں کیا (۳)۔

۲۱- درِمختار کے محشین میں علامہ عبدالحکیم افغانی رحمہ اللہ (ت ۱۳۲۶ھ) کا نام

---

(۱) عابد سندھی، ص: ۳۹۷.

(۲) ابن عابدین: ۶۵۸/۱.

(۳) عابد سندھی، ص: ۳۹۷.

بھی ہے۔آپ نے ردالمحتار پر بھی حواشی تحریر کیے(۱)۔

۲۲- حاشیہ سعدی افندی علی الدر۔اسے علامہ سعدی بن حامد العمادی نے تحریر کیا(۲)۔

۲۳- اصلاح الاسفار عن وجوہ بعض مخدرات الدر المختار۔ یہ شرح شیخ ابو التھانی حسن بن ابراہیم بن حسن الجبرتی (ت ۱۱۸۸ھ) کی ہے۔

۲۴- حاشیہ عزمی زادہ علی الدر للعلامة عبداللطيف بن محمد البرميوى الصوفى الحنفى (ت ١٢٤٧هـ) المعروف بعزمى زاده (۳).

۲۵- تبشیرات الانوار اس کے مؤلف کا علم نہ ہوسکا۔کارل بروکلمان نے مکتبہ داماد زادہ ص/۴۴ ۸ میں اس کی موجودگی کی نشان دہی کی (۴)۔

۲۶- نفائح الازھار فی کشف الاستار عن الدر المختار۔اس کے مؤلف کے متعلق بھی معلوم نہ ہوسکا۔کارل بروکلمان نے لکھا کہ موصل ۱۳/ ۹۷ میں یہ موجود ہے(۵)۔

۲۷- تعلیق علی الدر المختار للعلامۃ إبراہیم الغزی (ت ۱۱۹۷ھ)۔ دکتور عبداللطیف فرفور فرماتے ہیں:" تعليق الأنوار على الدر المختار تأليف إبراهيم الغزى المتوفى ١١٧٩هـ فى ١٤ ق ، سطرته ١٩×١٣ سم ، لم يذكره بروكلمان ، لكن ذكره صاحب فهرس المخطوطات العربية فى مكتبة

(۱) عابدسندھی ، ص: ٣٩٦.

(۲) ابن عابدین: ١/ ٦٤٩.

(۳) ابن عابدین: ١/ ٦٥٠.

(٤) ابن عابدین: ١/ ٦٥٤.

(٥) ابن عابدین: ١/ ٦٥٤.

الأوقاف العامة ببغداد تحت رقم (١٣٧٨٢/٥ مجاميع) (١).

۲۸-حواش على الدر المنسوبة للشيخ موفق بن عمر البغدادی۔ان کا جامع مجہول ہے۔ اس حاشیے کی ابتدایوں ہوتی ہے: أما بعد! فهذه حواشي وجدتها على هامش بعض نسخ الدر منسوبةً للعالم الفاضل موفق بن عمر البغدادي، روّح الله روحه . اس کے بارے میں یہ معلوم نہ ہوسکا کہ یہ حواشی درِمختار کی تشریح کے طور پر ہیں یا اس کے حاشیے پر ویسے ہی لکھے گئے، نیز موفق بغدادی کون ہیں؟ اس کا علم بھی نہ ہوسکا۔ کیوں کہ تراجم سے جن موفق بغدادی کے حالات ملتے ہیں ان کا انتقال صاحب الدر سے کافی پہلے ہوا۔ ممکن ہے کہ اس نام کا کوئی اور ہو۔ بہر حال جو بھی ہیں ان کے حالات مجہول ہیں (۲)۔

۲۹-حاشیۃ علی الدر المختار للعلامۃ مصطفیٰ بن محمد بن علی بن ولی بن محمد بن بنی جان المعروف البرھانی الطاغستانی الاصل الحنفی الدمشقی المتوفی (ت ۱۲۶۵ھ)۔ آپ کے والد دمشق کے امین الفتوی تھے۔ اس حاشیے میں حاشیہ طحطاوی سے بکثرت مدد لی گئی (۳)۔

۳۰-حواش وتعالیق علی شرح الدر المختار للعلامۃ اسماعیل بن احمد الاحمدی الحافظ (ت ۱۲۸۸ھ)۔ آپ کی ولادت ۱۱۸۹ھ شام میں ہوئی اور وہیں ۱۲۸۸ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔ آپ طرابلس الشام کے امین الفتوی تھے (۴)۔

۳۱- فوح الازھار علی الدر المختار للعلامة هدايت الله السندي الهالائي.

۳۲ – حاشية الدر المختار للعلامة أبي الحسن السندي الصغير

(١) ابن عابدين: ١/٦٥٧.

(٢) ابن عابدين: ١/٦٥٧.

(٣) ابن عابدين: ١/٦٥٧.

(٤) ابن عابدين: ١/٦٥٨.

(ت ۱۱۸۷ھ).

۳۳– حواشی الدر المختار للشیخ محمد عثمان المتعلوی (ت ۱۲۱۹ھ).

٣٤ – حاشية الدر المختار للعلامة حمزة بن ابراهيم فيض الله السندی.

۳۵– رش الأنوار على الدر المختار للعلامة المخدوم عبد الواحد السیوستانی (ت ١٢٢٥ھ).

کشف الاستار علی الدر المختار۔ یہ حاشیہ محمد نظام الدین کیرانوی رحمہ اللہ کا ہے جو بڑی سائز کی دوجلدوں میں ہے۔حاشیے میں جن کتب سے استفادہ کیا گیا ان میں رد المحتار، ہدایہ، عنایہ، کفایہ، منح الغفار، فتح القدیر، مجمع الانہر، شرح سفر السعادۃ وغیرہ، صحاح ستہ، معانی الآثار وغیرہ ہیں۔ان کے علاوہ اپنے مشایخ اور ہم عصر علما کی تحقیقات بھی نقل کیں۔ یہ حاشیہ بھی کافی مفید حاشیہ ہے۔

۳۲–غایۃ الاوطار۔یہ درمختار کا اردو ترجمہ ہے جسے مولوی خرم علی بلہوری نے شروع کیا، لیکن تکمیل سے پہلے ہی ان کا انتقال ہوگیا۔کتاب الاذان سے کتاب الصلوٰۃ تک اور باقی چھوڑے ہوئے حصوں کا ترجمہ علامہ احسن نانوتوی نے کیا۔

درِمختار کتاب النکاح اور کتاب الطلاق کا انگریزی زبان میں بھی ترجمہ ہوا۔

فائدہ: علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ نے فیض الباری:۳۵۲/۱ میں مسئلہ اقتدا بالمخالف پر بحث کرتے ہوئے فرمایا: والقول الثالث فيه لنوح أفندی ، وهو فاضلٌ ذكيٌّ متيقظٌ بعد الشيخ ابن الهمام ، وله حاشيةٌ مبسوطةٌ على الدر المختار ، أودع فيها مباحث لطيفة ، يعلم منها أنه رجلٌ محقق (١). علامہ نوح افندی کا پورا نام نوح بن مصطفیٰ القونوی الرومی ہے۔آپ کی شہرت ہر فن میں آپ کی مسلمہ

(٢) فيض البارى ، كتاب الغسل ، باب المسح باليد: ٣٥٢/١

مہارت کی بنا پر تھی ۱۰۷۰ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔ علامہ نوح افندی نے ملا خسرو کی الدرر والغرر۔ درر الحکام فی شرح غرر الأحکام۔ پر تو حاشیہ لکھا، درّ تحریر نہیں لکھا، چونکہ اختصار کی وجہ سے اسے الدرر والغرر کہتے ہیں اور کبھی صرف الدرر کہنے پر اکتفا کرتے ہیں تو ممکن ہے کہ فیض الباری میں موجود جامع فیض الباری کی مسامحت کی وجہ سے ہو، کیوں کہ علامہ نوح افندی کا انتقال ۱۰۷۰ھ میں ہوا، جب کہ علامہ حصکفی نے درمختار کی تکمیل ۱۰۷۱ھ میں کی۔ ایسی صورت میں شرح لکھنے کا احتمال بھی نہیں۔

☆☆☆☆☆

تعارف ردالمحتار

اسے ردالمحتار، فتاوی الشامی، شامیہ، الرد سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔ وجہ تسمیہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے علامہ شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: أرشدت من احتار من الطلاب فی فهم معانی هذا الكتاب، فلهذا سميتها رد المحتار على الدر المختار(۱). درمختار کے حواشی میں سے جتنی شہرت اور مقبولیت اس کو حاصل ہے وہ کسی دوسرے حاشیے کو نہ مل سکی۔ افتا کے لئے اس کو مرکزی حیثیت حاصل ہے، اس لئے کہ علامہ شامی رحمہ اللہ نے یہ حاشیہ تحریر کرتے وقت انتہائی گہرائی اور بیدار مغزی سے مسائل کو منقح کیا۔ خود فرماتے ہیں:

وقد كنت صرفت فی معاناته برهةً من الدهر، وبذلت له مع المشقة شقةً من جديد العمر، واقتنصت بشكبة الأفهام أجل شوارده، وقيّدت بأوتاد الأحلام جل أوابده، وصرت فی الليل والنهار سميره، حتى أسرَّ إلَيَّ سرّه وضميره، واطلعنی على حوره المقصورات فی الخيام، وكشف لی عن وجوه مخدراته اللثام ...... وقد التزمت فيما يقع فی الشرح من المسائل والضوابط مراجعة أصله المنقول عنه وغيره خوفاً من إسقاط بعض القيود والشرائط والحوادث على اختلاف البواعث، والأبحاث الرائقة والنكت الفائقة، وحلّ العويصات واستخراج الغويصات، وكشف المسائل المشكلة، وبيان الوقائع المعضلة، ودفع الإيرادات الواهية من أرباب الحواشی، والانتصار لهذا

---

(۱) رد المحتار: ۱/٤.

الشارح المحقق بالحق ورفع الغواشی ، مع عزو كل فرعٍ إلى أصله ، وكل شیءٍ إلى محله ، حتى الحجج والدلائل وتعليلات المسائل ، وما كان من مبتكرات فكری الفاتر ومواقع نظری القاصر أشير إليه وأنبّه عليه ، وبذلت جهدی فی بيان ما هو الأقوى وبيان الراجح من المجروح مما أطلق فی الفتاوى أو الشروح (١).

ذیل میں ردالمحتار کی کچھ خصوصیات کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

امانة النقل وتصحيح الأغلاط :مسائل نقل کرنے میں دیانت داری کہ جس کتاب سے مسئلہ نقل کیا اسی کا حوالہ دیا، اگر دوسری کتاب میں مسئلہ حوالہ محولہ یعنی کسی اور کتاب سے لیا گیا تو اصل مرجع کی طرف مراجعت کی ۔ اسی طرح الدرالمختار میں موجود مسائل وضوابط کے متعلق بھی اصل مصادر اور دیگر کتب سے مراجعت کی کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی قید یا شرط رہ گئی ہو۔ اگر کہیں کمی محسوس کی یا کسی قید کا اضافہ محسوس کیا تو اسے بھی بیان کیا۔ اس کے ساتھ ساتھ جہاں کہیں سابقہ مؤلفین سے اغلاط واقع ہوئیں ان کی نشان دہی کی ۔ اور مسائل اور دلائل وعلل کے بیان کو بھی اصل مصادر کے حوالے سے بیان کیا۔

علامہ مصطفیٰ احمد الزرقاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں: علامہ شامی رحمہ اللہ کے کتب خانے میں فقہی کتب کا اچھا خاصا ذخیرہ تھا اور اس کے ساتھ ساتھ دیگر فنون کی بھی لاتعداد کتابیں تھیں۔ عام طور پر ایسے کتب خانے کی نظیر مشکل سے ملتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علامہ شامی کبھی کسی کتاب کے حوالے سے کوئی بات نقل کرتے ہیں اور جب انہیں یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اس میں کچھ تصحیف وغیرہ ہے تو اصل مرجع کو ملاحظہ فرماتے ہیں اور کہتے ہیں: وقد راجعت نسختی ، فوجدت فيها كذا وكذا ، وهو الصواب ، فالذی فی

---

(١) رد المحتار ، مقدمة : ١/٣-٤ .

الکتاب الذی نقلت عنه محرَّفٌ: کبھی تحریف اس طرح ہوتی ہے کہ نفی کے مسئلے میں حرفِ ''لا'' کے سقوط سے مسئلے کا حکم اثبات والا ہو جاتا ہے۔ علامہ شامی رحمہ اللہ اس کی تصحیح فرماتے ہیں(۱)۔

اگر کہیں مسئلے کے متعلق صراحت نہیں ملی اور اپنی ذہنی اختراع اس کا حل نکالا تو اس کی طرف تنبیہ کی۔

مفتی بہ اور راجح اقوال کی تعیین میں حتی الامکان سعی کی۔

نہ صرف الدر المختار کے سابقہ لکھے گئے حواشی کو سامنے رکھا، بلکہ اصل مصادر کی طرف مسلسل رجوع اور ایک مسئلے کے لئے کئی کتب سے استفادہ کرتے ہوئے مسائل کی متفرق تنبودات کو واضح کیا۔

دیگر محشین کی طرف سے صاحبِ درِ مختار پر کئے گئے لایعنی اعتراضات کی تردید کی۔

شروح وفتاوی میں جن اقوال کو مطلق چھوڑا گیا ان میں راجح کو مرجوح سے الگ کیا۔

حسن التبویب وجمال التقسیم : علامہ شامی رحمہ اللہ صرف متقدمین کی بیان کردہ تقسیمات پر ہی قائم نہیں رہتے۔ بلکہ جہاں محسوس کرتے ہیں ان کی تقسیمات سے ہٹ کر الگ اور بہت عمدہ تقسیم بناتے ہیں۔

مناسب عنوان : علامہ شامی رحمہ اللہ نے مطلبٌ کے عنوان سے جا بجا ایسے نپے تلے عناوین لگائے کہ فقہ کے وہ ابواب جو خشک موضوع کی طرح محسوس ہوتے ہیں قاری کو مطالعے پر مجبور کر دیتے ہیں۔

---

(۱) ابن عابدین : ۱۳/۱.

غایت ادب واحترام: جہاں کسی کی تردید محسوس کی وہاں انتہائی ادب کا لحاظ کرتے ہوئے تردید کی، حتی کہ اگر علامہ حلبی اور علامہ طحطاوی کا نقل کردہ مسئلہ خلافِ واقع معلوم ہوا تو صحیح بات لکھ کر آخر میں لفظ فافہم سے اشارہ کیا اور اعتراض کی صراحت تک نہ کی۔ خود فرماتے ہیں: وإذا وقع فی کلامهما ما خلافه الصواب أو الأحسن الأهم أقرّر الكلام على ما يناسب المقام، وأشير إلى ذلك بقولي فافهم، ولا أصرح بالاعتراض عليهما تأدباً معهما (۱).

التقییدات للإطلاقات: وہ مسائل جو دراصل کسی قید سے مقید ہوتے ہیں اور فقہائے کرام کسی وجہ سے ان کی قیود کو اسی جگہ ذکر نہیں کرتے ان کی تقییدات کو بیان کیا۔

استیعاب فروع وکثرتِ جزئیات: شرح الدر المختار میں موجود مسائل کی وضاحت کے ساتھ ساتھ اسی مسئلے کے متعلق دیگر فروعات وجزئیات اور فروق کو بھی واضح کیا، اور نہ صرف اپنی طرف سے کئی اہم مسائل وابحاث کا اضافہ کیا، بلکہ شرح کے علاوہ دیگر کتب میں موجود مشکل اور لاینحل مسائل کو بھی حل کیا۔

کثرۃ الالغاز: کئی مسائل کو الغاز کی صورت میں بیان کیا۔

کثرۃ النظم للمتفرقات: عام طور پر مسائل کی شروط اور ان کی مختلف صورتوں کو اشعار کی صورت میں بیان کیا تاکہ ضبط کرنے میں آسانی ہو۔

علامہ مصطفیٰ احمد الزرقاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں: رد المحتار بدائع الصنائع کے بعد انوکھے انداز میں تالیف کی گئی عجیب کتاب ہے۔ صاحبِ بدائع نے فقہ حنفی کو عمدہ اور مرتب نثر میں پیش کیا اور اسے ابواب وفصول کے ساتھ تیار کر دیا تو علامہ شامی نے کثرت

---

(۱) رد المحتار، مقدمة: ۱/۴ .

سے موجود فقہ حنفی کی کتب میں سے بڑی لگن ومحنت سے مختلف اقوال میں سے صحیح اقوال کی تنقیح، ترجیح اور تصحیح کے ساتھ مفتی بہ اقوال کی نشان دہی کی اور متقدمین سے باقی رہ جانے والی ابحاث کو تحریر کیا۔ چنانچہ مذہبِ حنفی کو اس طرح جامعیت سے پیش کیا کہ ردالمحتار کے بعد دوسری کتب کی ضرورت نہیں رہتی، البتہ اگر کوئی موضوع کے متعلق مزید تفصیل دیکھنے کا خواہش مند ہو تو دوسری بات ہے۔

میرے دادا شیخ محمد زرقا رحمہ اللہ کو حاشیہ ابنِ عابدین کی تدریس سے بڑا لگاؤ تھا۔ جب پہلی مرتبہ بڑے سائز میں اس کی طباعت بولاق سے ہوئی تو اس کی تدریس میں ہی مشغول رہے۔ پہلے متن کو، پھر شرح کو پڑھتے، اس کے بعد ہر ہر قول کی تشریح کرتے۔ اس طرح یہ درس چالیس سال تک چلتا رہا۔

ان خصوصیات اور ان کے علاوہ دیگر خصوصیات کی بنا پر حنفی فقہاوطلبہ شامیہ کے علاوہ کسی اور کتاب کی مراجعت پر اکتفا کرتے ہوئے مطمئن نہیں رہ سکتے جب تک شامیہ کی مراجعت نہ کی جائے، کیوں کہ بسا اوقات علامہ شامی رحمہ اللہ اہلِ تصحیح وترجیح سے اس حکم کے برخلاف حکم نقل کرتے ہیں جو کتاب میں موجود ہو(۱)۔

ردالمحتار مذہبِ حنفی کا نچوڑ اور مذہب کی بے شمار کتابوں کا مہذب ومنقح خلاصہ ہے جسے دائرۃ المعارف للمذهب الحنفي سے تعبیر کیا جائے تو مبالغہ نہیں۔

علامہ طحطاوی رحمہ اللہ کے صاحبزادے ازہر تشریف لائے تو دیکھا کہ علما ردالمحتار کا مطالعہ کر رہے ہیں تو ان سے کہنے لگے اسے چھوڑو اور میرے والد کے حاشیے کا مطالعہ کرو تو انہوں نے جواب دیا: كان والدك يتسلى بالترمس، أما ابن عابدين فكان

---

(۱) ابن عابدين: ۱/۱۳-۱۴.

يتسلى بالفستق (١).

علامہ شامی اور درمختار : علامہ علاء الدین حصکفی رحمہ اللہ کا مرتبہ علامہ شامی کی نظر میں بہت زیادہ تھا اور علامہ شامی کو ان سے بہت لگاؤ و محبت تھی ۔ آپ ہمیشہ علامہ علاء الدین حصکفی کے لئے دعا کرتے اور ان کی طرف سے دفاع کیا کرتے تھے ۔ اس محبت ولگاؤ کو اس طرح بھی محسوس کیا جاسکتا ہے کہ

علامہ ابنِ عابدین نے یہ وصیت کی تھی انہیں علامہ جینینی اور علامہ حصکفی کی قبور کے درمیان دفن کیا جائے ۔

اس امید پر اپنے اکلوتے بیٹے کا نام بھی علاء الدین رکھا کہ اس مسمی کی صفات کا حامل ہو ۔

علامہ حصکفی کی تین کتابوں : الدر المختار، الدر المنتقی ، افاضۃ الانوار کی شرح لکھی ۔

آغاز واسبابِ تألیف

علامہ شامی رحمہ اللہ نے دو مرتبہ الدر المختار درساً پڑھی ۔ ایک مرتبہ شیخ شاکر عقاد سے پڑھی ۔ فرماتے ہیں: وأرويه أيضاً عن شيخنا السيد شاكر بقرائتي عليه (٢). لیکن شیخ کے انتقال سے کتاب نا تمام رہ گئی تھی جس کی تکمیل شیخ سعید حلبی نے ۱۲۲۴ھ میں کی ۔ اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: وإني قرأت هذا الكتاب العذب المستطاب على ناسك زمانه ، وفقيه أوانه ، مفيد الطالبين ، ومربى المريدين ، سيدى الشيخ سعيد الحلبى المولد ، الدمشقى المحتد. دوسری مرتبہ مستقلاً شیخ سعید حلبی سے ۱۲۲۵ھ کے آغاز میں حاشیۂ حلبی مداری کے ساتھ پڑھی جس کی مدت

(١) ابن عابدين :٣٩٦.

(٢) رد المحتار ، مقدمة : ١/ ٥ .

چھ سال رہی اور ربیع الثانی ۱۲۳۰ء میں اس کا اختتام ہوا۔ اسی دوران آپ نے شیخ سعید حلبی سے البحر الرائق کتاب الإجارہ تک بھی پڑھی۔ فرماتے ہیں: ثم قرأته عليه ثانياً مع حاشيته للشيخ إبراهيم الحلبي إلى كتاب الإجارة عند قرأتي عليه البحر الرائق قراءة اتقان بتأملٍ وإمعانٍ (١).

دونوں مرتبہ دورانِ درس اساتذہ سے سنی ہوئی تقریر کو حاشیے پر لکھتے جاتے اور اس کے ساتھ ساتھ دورانِ مطالعہ جو اہم بات آتی یا کوئی اور تقریر سامنے آتی اسے بھی حاشیے پر تحریر کرتے۔ اس طرح حاشیے کی اصل تسوید کی مدت چھ سال ہے۔ جب کہ حاشیے کی تبییض کی مدت بائیس سال یعنی ربیع الثانی ۱۲۳۰ھ کے آخر سے ربیع الثانی ۱۲۵۲ھ تک رہی جو چار مراحل پر مشتمل ہے۔

پہلے مرحلے میں چوتھے جز کتاب الاجارہ سے آخر تک کی تبییض کی جو م ۱۲۳۳ھ تک جاری رہی۔

دوسرے مرحلے میں پہلے جز مقدمہ، کتاب الطہارۃ سے کتاب الحج تک کی تبییض کی جس کا آغاز ربیع الاول ۱۲۳۳ھ میں ہوا اور دس سال تین ماہ کے عرصے میں ۱۲۴۳ھ میں اس سے فراغت ہوئی۔

تیسرے مرحلے کا آغاز جمادی الثانیہ ۱۲۴۳ھ سے ہوا اور اس میں کتاب النکاح سے وقف کے آخر تک کی ابحاث کو چھ سال ڈھائی ماہ کے عرصے میں ۱۷/شعبان ۱۲۴۹ھ میں مکمل کیا۔

چوتھا مرحلہ شعبان ۱۲۴۹ھ سے وفات (۲۱/ربیع الثانی ۱۲۵۲ھ) تک کے عرصے پر مشتمل ہے۔ اس عرصے میں کتاب البیوع سے کتاب القضاء کے مسائل شتی تک کی

---

(٢) رد المحتار، مقدمة: ١/٤.

تبییض ہوئی۔

کتاب القضاء مسائل شتی سے آخر کتاب الھبہ تک کے جس حصے کی تبییض نہ ہوسکی اس کا مسودہ اسی طرح پڑا رہا۔ جب ۱۲۶۳ھ میں پہلی مرتبہ اشاعت کی نوبت آئی تو آپ کے صاحبزادے علامہ علاء الدین نے اس حصے میں موجود حاشیے کو اسی طرح بغیر کسی زیادتی کے طبع کروایا اور حاشیہ اسی طرح طبع ہوتا رہا یہاں تک کہ علامہ علاء الدین نے اس حصے کا تکملہ لکھا اور اس میں اپنے والد کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے مزید اضافہ کیا۔ فرماتے ہیں: لما وصل إلى أثناء شتى القضاء من هذا الكتاب اشتاق إلى مشاهدة رب الأرباب ...... وكان رحمه الله بدأ أولاً في التسويد من الأول إلى الآخر ، ثم شرع في التبييض ، فبدأ أولاً من الإجارة إلى الآخر ، ثم من أول الكتاب إلى انتهاء هذا التحرير الفاخر ، وترك على نسخته بعض تعليقاتٍ وتحريراتٍ واعتراضاتٍ قد كاد تداول الأيدي أن يذهبها لعدم من يذهبها مذهبها ، وكان قد جرى الأمر بطبعها في بولاق المصرية ، فجمعتها برمتها بدون زيادة حرف بالكلية ، وأرسلتها ، فطبعت ثمة (١).

علامہ شامی رحمہ اللہ نے اس حاشیے کو اس عجیب انداز سے اس لئے شروع کیا کہ فقہ حنفی کی مایہ ناز کتب جیسے فتح القدیر، البحر الرائق وغیرہ کے مؤلفین نے جب شروحات لکھیں تو کتاب کی تکمیل سے قبل ہی وہ اس دارِ فانی سے کوچ کر گئے۔ صاحبِ فتح القدیر نے کتاب الوکالۃ تک لکھا تھا کہ انتقال کر گئے۔ اسی طرح علامہ ابنِ نجیم رحمہ اللہ بھی البحر الرائق کو مکمل نہ کر سکے۔ کتاب الاجارہ، باب الاجارۃ الفاسدۃ کا آغاز ہی کیا تھا کہ آپ کا انتقال ہوگیا۔ اسی طرح علامہ سراج الدین عمر ابن نجیم صاحب النہر الفائق بھی شرح کی تکمیل سے

(١) قرة عيون الأخيار تكملة رد المحتار: ٧/٤ .

پہلے کوچ کر گئے۔اسی لئے علامہ شامی رحمہ اللہ نے یہ ترتیب اختیار کی اور کہا: وإن لم يساعد الأجل يكون كتابي هذا إتماماً لنواقص غيره ، وإن ساعد الأجل أعود لإكمالها.

رد المحتار میں موجود اصطلاحات:

ح : یہ حاشیہ حلبی مداری کی طرف اشارہ ہے۔

ط : یہ حاشیہ طحطاوی کا اشارہ ہے۔

المصنف : اس سے مراد صاحب التنویر علامہ غزی رحمہ اللہ ہیں۔

الشارح: صاحبِ درِمختار علامہ علاء الدین حصکفی مراد ہیں۔

المصدران الاصليان: حاشیہ حلبی وحاشیہ طحطاوی

شيخنا: جب صاحبِ تنویر مطلقاً یہ کہیں تو خیر الدین رملی مراد ہوتے ہیں اور علامہ شامی کے قول میں ہو تو شیخ سعید حلبی۔

فافهم : جہاں علامہ حلبی یا طحطاوی سے کوئی تسامح ہو تو اس کی اصلاح کرنے کے بعد ادب کی رعایت کرتے ہوئے صراحتاً ان کی تردید نہیں کرتے، بلکہ "فافہم" کے لفظ سے سہو کی طرف اشارہ کرتے ہیں، اس کی تصریح گزر چکی۔

فيه نظر: علامہ شامی کی رائے میں مسئلے میں کچھ کلام ہے۔

فتدبر: مؤلف کی اس غلطی کی طرف اشارہ ہے جس پر علامہ شامی نے استدراک کیا۔

كان الأنسب: اولی کی طرف اشارہ ہے۔

استوجهه : اشارہ ہے کہ یہ قول پسندیدہ ہے۔

الأشبه : أي الأشبه بالحق أو بالمنصوص عليه .یہ بھی الفاظِ ترجیح میں

سے ہے۔

لا بأس : اشارہ ہے کہ اس کا ترک اولی ہے، لیکن ہر جگہ اس سے یہی مراد نہیں، بلکہ موقع محل کے اعتبار سے اس کی دلالت میں فرق آتا ہے۔

علیہ الفتوی : تحقیق و مراجعت کے بعد جس پر علامہ شامی کی رائے قائم ہوئی۔

اھ : جب کسی کتاب سے عبارت نقل کرتے ہیں تو اس علامت کے ذریعے منقولہ عبارت کے اختتام کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔

ملخصاً: اشارہ ہے کہ منقولہ عبارت میں کچھ اختصار وغیرہ کا ارتکاب کیا۔

القاموس : اس سے فیروز آبادی کی محیط مراد ہے۔

القهستانی: جامع الرموز شرح النقایہ مراد ہے۔

فتال: شیخ خلیل فتال کا درمختار پر لکھا ہوا حاشیہ۔

رحمتی : حاشیۃ الرحمتی علی الدر کی طرف اشارہ ہے۔

ابن عبدالرزاق: حاشیہ عبدالرزاق علی الدر کا رمز ہے۔

نهر :سے النهر الفائق .اور بحر :سے البحر الرائق مراد ہے۔الجوهرة : الجوهرة النيرة للحدادی .

شمس الأئمة : جب مطلق ہو تو شمس الائمہ الحَلَوانی مراد ہوتے ہیں۔

شرح المنية :جب مطلق ہو تو شرح ابراہیم الحلبی مراد ہے۔عام طور پر کبیر اور صغیر کی تصریح کرتے ہیں، اگر مطلق ہو تو صغیر مراد ہے۔

الحَلَبَة: جب مطلق ہو تو ابنِ امیر الحاج کی شرح المنیہ مراد ہوتی ہے۔ردالمحتار میں سہواً اس کا تلفظ الحِلْیۃ لکھا ہے۔

المشایخ: اس سے مشائخ ماوراء النہر مراد ہیں۔

إسماعیل: اسماعیل الحائک کے فتاوی یا اسماعیل نابلسی شیخ عبدالغنی نابلسی کے والد ہیں۔

فصولين: جامع الفصولين. إمداد : إمداد الفتاح . معراج : معراج الدراية . لباب : لباب المناسك . أشباه : الأشباه والنظائر . فتح : فتح القدير .

هداية: للمرغيناني .عيني : شرح الهداية .

ردالمختار پر کیا گیا کام

قرة عيون الاخيار تكملة رد المحتار : یہ حاشیہ الدرالمختار کے خاص ابواب پر ہے، جو علامہ شامی رحمہ اللہ کے صاحبزادے علامہ علاء الدین بن محمد امین (سنہ ۱۲۴۴ھ - ت ۱۳۰۶ھ) نے لکھا۔ علامہ شامی رحمہ اللہ نے پہلے کتاب الاجارہ سے آخر تک کی تبییض کی۔ پھر شروع سے تبییض شروع کی اور آخر کتاب القضاء :صاحبِ در کے قول: وقد حرَّر محشي الأشباه المنع قياساً تک پہنچے تھے آپ کا انتقال ہوگیا تو جس حصے کی تبییض علامہ شامی رحمہ اللہ نے نہیں کی وہ یہ درمیانی حصہ ہے۔ جب ردالمختار کی طباعت ہونے لگی تو آپ کے صاحبزادے نے آپ کے مسودے سے ان تعلیقات، تحریرات واعتراضات کی تبییض کی جو علامہ شامی نہ کر سکے اور انہیں علامہ شامی کی تبییض کے ساتھ کمی بیشی کئے بغیر طبع کروایا۔ اور تکملۃ: قرۃ عیون الأخیار اس حصے کی مستقل شرح ہے جس کی تبییض علامہ شامی نہ کر سکے(۱)۔

التحرير المختار على رد المحتار /تقريرات الرافعي

یہ علامہ شیخ عبدالقادر بن مصطفی رافعی (سنہ ۱۲۴۸ھ - ت ۱۳۲۳ھ) کی حاشیہ ابن عابدین پر اہم

(۱) عابد سندهي ، ص: ۲۹۳-۲۹۵.

استدرکات کا مجموعہ ہیں ۔ علامہ رافعی نے ردالمحتار کا کئی بار مطالعہ کیا اور ہر بار مطالعے سے ان کے سامنے کئی باتیں آتی گئیں جو وہ اپنے نسخے پر لکھتے گئے ۔ پھر ان میں مزید غور وفکر ومراجعت کی ۔ اور علامہ رافعی کے صاحبزادے محمد رشید رافعی نے ان کی اجازت سے ان کے نسخے سے وہ تعلیقات نقل کیں اور خود علامہ رافعی بھی اپنی وفات سے چند دن پہلے تک ان میں مزید غور وفکر کرتے رہے بالآخر آپ کو ان کی صحت کا اطمینان ہوگیا(۱)۔ یہ استدراکات مستقل دو جلدوں میں بھی شائع ہوئے اور بعض نسخوں کے آخر میں اور بعض میں عبارت کی مطابقت کے اعتبار سے اسی صفحے پر ہیں۔ علامہ رافعی نے ان تقریرات کے دوران علامہ عابد سندھی کی طوالع الانوار سے خوب استفادہ کیا۔ علامہ مصطفیٰ احمد الزرقاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں میرے والد اور دادا رافعی کی ہر گرفت کو قابلِ اعتبار نہیں جانتے تھے، تاہم رافعی کی حسنِ تعبیر اور عبارات کی باریکیوں کو تسلیم کرتے تھے(۲)۔

تعلیقات علی حاشیۃ ابن عابدین علی الدر المختار ۔ یہ علامہ عبد الغنی بن احمد بن عبد القادر الرافعی الیساری الفاروقی (ت ۱۳۰۱ھ یا ۱۳۰۷ھ) کی تحریر کردہ ہیں۔ آپ شام کے شہر طرابلس میں احناف کے مفتی تھے اور شہر تعز کے قاضی رہے۔ پھر صنعا یمن میں تبادلہ ہوا۔ آخر میں مکہ مکرمہ کو مسکن بنالیا اور وہیں آپ کا انتقال ہوا(۳)۔

ردالمحتار کی فہرست ابجدی ۔ دمشق کے سابق وزیرِ اوقاف قاضی شیخ احمد مہدی الخضر کی کاوش ہے جو ۳۱۶ صفحات پر مشتمل ہے اور ۱۳۸۳ھ میں طبع ہوئی۔

۱۴۰۰ھ میں وزارتِ اوقاف کویت نے سابقہ فہرست کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے

---

(۱) التقریرات الرافعی الملحق برد المحتار : ۱/۲.

(۲) ابن عابدین : ۱/-۱۵، عابد سندھی ، ص : ۳۹۶.

(۳) عابد سندھی ، ص : ۳۹۶.

مزید آسان اور تفصیلی فہرست شائع کی جو ۴۸۰ صفحات پر مشتمل تھی (۱)۔

فتح الغفار۔ یہ سابق استاد جامعہ فاروقیہ مفتی طاہر شاہ صاحب کی کاوش ہے اور انتہائی جامع فہرست ہے جس کی مدد سے شامیہ سے استفادہ بہت ہی سہل ہو گیا۔

(۱) عابد سندھی، ص: ۳۹۲.

خاتمۃ المحققین علامہ شامی

علامہ عبداللطیف فرفور فرماتے ہیں: علامہ ابنِ عابدین کے متعلق جو کچھ لکھا گیا وہ ان کی جلالتِ شان کے مطابق نہیں۔ غالباً اس کی وجوہات یہ ہیں: ١- علامہ شامی کی وسعتِ علمی کی بنا پر ان کے احوال کا استقصا مشکل ہے، ٢- آپ کی شخصیت صرف فقہ تک محدود نہیں، بلکہ اس کے کئی پہلو ہیں، ٣- اس کے ساتھ ساتھ آپ کے جو حالات لکھے گئے وہ یا تو بہت ہی کم ہیں اور بعض احوال ایسے ہیں کہ ان تک صحیح رسائی نہ ہوسکی، اسی طرح بعض لکھنے والوں نے کچھ وہمی اور متضاد باتیں نقل کی۔ ان اسباب کی بنا پر علامہ شامی رحمہ اللہ کے تفصیلی حالات کا استقصا مشکل ہے (١)۔

نسب و خاندان : ابوالنور السید الشریف محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز بن احمد بن عبدالرحیم بن نجم الدین بن محمد صلاح الدین بن نجم الدین الثانی بن محمد کمال بن تقی الدین المدرس بن مصطفیٰ الشھابی بن حسین بن رحمۃ اللہ بن احمد الثانی بن علی بن احمد الثالث بن محمود بن احمد الرابع بن عبداللہ بن عزالدین بن عبداللہ الثانی بن قاسم بن حسن بن اسماعیل بن حسین النتیف بن احمد الخامس بن اسماعیل الثانی بن محمد بن اسماعیل الاعرج بن الامام جعفر الصادق ابن الامام محمد الباقر بن الامام زین العابدین بن الامام حسین بن علی وفاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہم اجمعین (٢)۔

علامہ شامی رحمہ اللہ کے اجداد میں سے پانچویں نمبر پر شیخ محمد صلاح الدین تھے

(١) ابن عابدین: ١/ ٢٠.

(٢) ابن عابدين: ١/ ٢٧٢.

جو کثرتِ عبادت وتقوی کی وجہ سے ''عابدین'' کے لقب سے مشہور تھے، ان کی وجہ سے ہی اس خاندان کو شرافت وعظمت نصیب ہوئی۔ ان کے بعد یہ لقب نسلاً بعد نسلٍ چلتا رہا۔ علامہ شامی رحمہ اللہ نے اپنے دادا کے اس لقب کی پھر سے تجدید کی حتی کہ اس کے بعد اس خاندان کا نام ہی عابدین پڑ گیا (۱)۔ علامہ شامی رحمہ اللہ ابن عابدین الحسینی کے لقب سے مشہور تھے اور کبھی محمد عابدین الماتریدی کا لقب استعمال کرتے تھے۔ آپ کے آباؤ واجداد خاندانی شرافت وفضل اور علم وتقوی میں مشہور تھے (۲)۔

آپ کی والدہ حافظ داؤدی القطان کی اولاد میں سے تھیں اور ان کے چچا یعنی آپ کی والدہ کے چچا شیخ محمد عبدالحی الداؤدی شافعی المذہب کے مستند اور صاحبِ تالیف علما میں سے تھے (۳)۔

ولادت: دمشق میں قنوات نامی قصبے میں ۱۱۹۸ھ بمطابق ۱۷۸۴ھ میں آپ کی پیدائش ہوئی۔ آپ کی کنیت ابوالنور اور نام محمد امین تھا جو کہ آپ کے چچا شیخ صالح عابدین — جو صاحبِ کشف بزرگوں میں سے تھے — نے رکھا۔ شیخ صالح نے آپ کی پیدائش سے پہلے ہی آپ کے متعلق بشارت دی اور آپ کا نام محمد امین رکھا (۴)۔ آپ کے چچا شیخ صالح آپ کو گود میں اٹھاتے اور کہتے: أعطيتك عطية الأسياد في رأسك.

تعلیم وتربیت: آپ کے والد شیخ عمر عابدین عالم نہیں، بلکہ ایک دین دار ومتقی تاجر تھے۔ خود تو تعلیم حاصل نہ کر سکے لیکن اپنے بیٹے کو اس خاندانی میراث کے احیا پر خوب ابھارا، چنانچہ آپ نے چھوٹی عمر میں ہی قرآن کریم حفظ کر لیا تھا۔ آپ کے والد آپ

---

(۱) ابن عابدین: ۱/۲۷۱-۲۷۰.

(۲) ابن عابدین: ۱/۲۷۱.

(۳) ابن عابدین: ۱/۲۷۳.

(٤) ابن عابدین: ۱/۲۷۵.

کو اپنے ساتھ منڈی لے جاتے تاکہ آپ تجارت کے اسرار ورموز سے بھی واقف ہو جائیں اور کبھی آپ کو اپنے ساتھ مختلف تجارتی اسفار پر بھی لے جاتے۔ تجارتی معاملات کی واقفیت نے آپ کی فقاہت و نکتہ دانی میں خوب فائدہ دیا(۱)۔

آپ کے والد کو آپ سے شدید درجے کی محبت تھی حتی کہ جب ۱۲۳۵ھ میں علامہ شامی رحمہ اللہ حج کے لئے روانہ ہوئے تو اس چار ماہ کی مدت تک آپ کے والد آپ کے گھر میں داخل نہ ہوئے اور نہ ہی اس عرصے میں بستر لگا کے سوئے، بلکہ اپنے گھر میں سوتے تھے۔ علامہ شامی رحمہ اللہ بھی والدین کا حد درجہ احترام کرتے تھے (۲)۔ ۱۲۳۷ھ میں آپ کے والد کا انتقال ہوا تو آپ ہر رات کو سونے سے پہلے حسبِ استطاعت قرآن کریم کی تلاوت کر کے اس کا ثواب انہیں بخشتے اور اپنے بقیہ اعمال کا ثواب بھی انہیں بخشتے۔ ایک عرصے بعد خواب میں والد کی زیارت ہوئی تو والد نے کہا: جزاك الله تعالى خيراً يا ولدى على هذه الخيرات التى تهديها إلىَّ فى كل ليلةٍ (۳).

آپ کے انتقال کے وقت آپ کی والدہ زندہ تھیں، آپ کا معاملہ ان کے ساتھ بھی انتہائی درجے کے احترام و بھلائی کا تھا۔ علامہ شامی کی وفات کے بعد انہوں نے صبر سے کام لیا اور یہ معمول بنالیا کہ ایک جمعے سے دوسرے جمعے کے درمیان ایک لاکھ مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھ کے اس کا ثواب علامہ شامی کو بخشتیں۔ آپ انتہائی صابرہ اور عبادت گزار خاتون تھیں، روزانہ رات کو پانچوں وقت کی نماز احتیاطاً قضا کے طور پر دوبارہ پڑھتیں تھیں(۴)۔

---

(۱) ابن عابدین: ۱/۲۷۵-۲۷٦.

(۲) ابن عابدین: ۱/۲۷٦.

(۳) ابن عابدین: ۱/۲۸٥.

(٤) ابن عابدین: ۱/۲۸٥.

آپ کا معاملہ اپنے بڑے بھائی سید عبد الغنی کے ساتھ بھی قابلِ دید تھا۔ علامہ شامی نے اپنے بڑے بھتیجے سید احمد عابدین کی تربیت کا بیڑا اٹھایا اور بھائی سے کہا: دع لی ولدك السيد أحمد ، وأنا أربيه وأعلمه . آپ کی محنت کے نتیجے میں ان کا شمار اپنے زمانے کے بڑے علما میں ہوتا تھا(۱)۔

یہ بھی منقول ہے کہ جب آپ ردالمحتار کی تالیف میں مشغول تھے تو آپ کی والدہ آپ کو کھانا کھلایا کرتی تھیں اور علامہ شامی ایک سے زیادہ روٹی نہیں کھاتے تھے(۲)۔

تحصیلِ علم: آپ کے والد آپ کو تجارتی معاملات سکھانے کے لئے اپنے ساتھ لئے جایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ وہاں بیٹھے قرآن کی تلاوت کررہے تھے کہ ایک آدمی کا گزر ہوا، اس نے آپ کی تلاوت سن کر آپ کو تنبیہ کی اور کہا: لا يجوز لك أن تقرأ هذه القراءة ، أولاً ؛ لأن هذا المحل محل التجارة ، و الناس لا يستمعون قراءتك ، فيرتكبون الإثم بسببك ، و أنت أيضاً آثمٌ ، و ثانياً : قراءتك ملحونةٌ . پھر تجوید پڑھنے کا مشورہ دیا۔ لہذا آپ الجامع الاموی میں شیخ محمد سعید حموی کے پاس جا پہنچے جو اس زمانے میں شام کے شیخ القراء اور فقہ شافعی کے معمر علما میں سے تھے۔ آپ نے ان سے تجوید و قرأت کے مسائل سیکھنے کی درخواست کی۔ علامہ شامی اس وقت تک سن بلوغ کو نہیں پہنچے تھے۔ چنانچہ آپ نے ان کے پاس رہ کر فن تجوید و قرأت کے متعلق مختلف متون: المیدانیۃ ، الجزریہ، الشاطبیہ کو نہ صرف یاد کیا بلکہ قرأت میں بھی مہارت حاصل کی۔ پھر صرف ونحو کی کتب پڑھنے کے بعد اپنے استاد کے فقہی مسلک کو اپناتے ہوئے فقہ شافعی کے متون میں سے الزبد کو حفظ کیا(۳)۔

---

(۱) ابن عابدين : ۱/۲۸۵.

(۲) ابن عابدين : ۱/۲۸۵، رقم الحاشية : ۱.

(۳) قرة عيون الأخيار : ۷/۷ ، وابن عابدين : ۱/۲۹۴-۲۹۳.

اس کے بعد آپ شیخ محمد شاکر العقاد السالمی الحنفی (ت ۱۲۲۲ھ) کے سلسلہ تلامذہ میں داخل ہوئے۔ اوران کے ہاں معقولات ومنقولات کی باقی کتابیں پڑھیں۔ شیخ شاکر کے والد حنبلی تھے، لیکن شیخ شاکر نے حنفی مذہب اختیار کیا اور العقاد الحنفی کا لقب رکھا، کیوں کہ آپ کا پیشہ عقادہ (دھاگہ گھنڈی) تھا۔

شیخ شاکر اپنے زمانے کے اکابر علما میں سے تھے، آپ کو فقہ کے ساتھ ساتھ ادب سے بھی خاصا لگاؤ تھا۔ ان کی صحبت میں رہتے ہوئے علامہ شامی نے بھی فقہ کے ساتھ ادب وشعر میں بھی رسوخ حاصل کیا۔ علامہ شامی اپنے پہلے شیخ سعید الحموی کے مذہب کے مطابق شافعی تھے، لیکن جب شیخ شاکر کے پاس آئے تو چونکہ استاد حنفی المذہب تھے، لہذا انہوں نے اپنے شاگرد کو بھی حنفی بنادیا۔ علامہ شامی نے شیخ شاکر کے پاس رہ کر فقہ حنفی میں درجِ ذیل کتب پڑھیں: الملتقی، الکنز، البحر الرائق، الھدایۃ اوراس کی بعض شروحات، الوقایہ اوراس کی کچھ شروحات، خاص کر صدر الشریعہ کی شرح المواضع المغلقۃ من وقایۃ الروایۃ، الدرایۃ۔ ان کے بعد پھر الدر المختار کا درس شروع ہوا جو استاد کی رحلت سے ناتمام رہا(۱)۔

دکتور عبداللطیف فرفور فرماتے ہیں:" وكان من جملة تأثير شيوخه عليه أن أمره شيخه شاكر العقاد بالانتقال من المذهب الشافعي الذى تمذهب به أولاً إلى المذهب الحنفي : مذهب الشيخ شاكر ، وأطاع ابن عابدين شيخه ، وانتقل إلى المذهب الحنفى ، فقرأ عليه كتب ذلك المذهب ، ولعل الشخصية الرئيسية التى أثرت عليه وكوّنته هى شخصية الشيخ شاكر المذكور الذى كان فقيهاً، وعالماً كبيراً ، وأديباً ينظم الشعر ويتذوّقه ، وقد تشرّب ابن عابدين ذلك ، فكان فقيهاً ، وعالماً ، وأديباً ، وشاعراً ، وقديماً

(۱) قرة عيون الأخيار: ۸/۷، وابن عابدين: ۱/۲۹۶-۲۹۵.

قالوا : التلميذ صورةٌ مصغرَّةٌ عن أستاذه (١).

شیخ شاکر تصوف کے باب میں بھی سرخیل تھے، آپ کو شمس کزبری سے قادری طریقے میں اجازت حاصل تھی۔ علامہ شامی رحمہ اللہ ان کے مریدین کے حلقے میں بھی ممتاز رہے اور قادریہ طریقے کے اسرار ورموز ان سے سیکھے۔ علامہ شامی کی فقاہت، ادب اور سلوک میں شیخ شاکر کی تعلیمات کا بڑا دخل ہے۔

شیخ شاکر رحمہ اللہ آپ سے بہت محبت کرتے تھے اور آپ پر فخر کیا کرتے تھے اور انہیں اپنے ساتھ اپنے اساتذہ ومشائخ کے پاس لے جاتے اوران سے اجازت دلواتے۔ جن میں سے چند یہ ہیں ۱۲۱۶ھ میں شیخ محمد الکزبری کے درس میں لئے گئے اوران سے علامہ شامی کے لئے اجازت چاہی تو انہوں نے عام اجازت دے دی۔ اس وقت علامہ شامی کی عمر اٹھارہ سال تھی۔ ایک مرتبہ اپنے شیخ احمد العطار کے درس میں لے گئے اوران سے علامہ شامی کے لئے اجازت طلب کی، انہوں نے بھی اجازتِ عامہ سے نوازا۔ یہ بھی ۱۲۱۶ھ کا واقعہ ہے ۱۲۲۰ھ میں عید الفطر کے دن سید نجیب القلعی کے پاس عید ملنے گئے اور ان سے اجازت دلوائی۔ اسی طرح شیخ عبدالرسول ہندی سے بھی آپ کے لئے اجازت طلب کی (۲)۔

شیخ شاکر کا طریقۂ تعلیم وتربیت متقدمین کی طرز پر تھا کہ اپنے خصوصی شاگردوں کو صرف علومِ ظاہریہ سے نہیں نوازتے، بلکہ اس کے ساتھ ساتھ ان کی ذہنی، فکری اور روحانی تربیت بھی فرماتے تھے۔ اسی طریقے کے پیشِ نظر شیخ شاکر بھی ممتاز طلبہ کو مختلف فنون میں تألیف کی ترغیب دیتے۔ کبھی ایک کو کسی فن میں متن کی تألیف پر لگاتے تو اس کے

---

(١) ابن عابدين: ١/٦٤٩.

(٢) ابن عابدين: ١/٢٩٧-٢٩٨.

دوسرے ساتھی کو اس متن پر شرح اور تیسرے کو حاشیہ لکھنے کا حکم دیتے۔اسی طرح علامہ شامی نے بھی اسی دوران تألیف کا آغاز کیا اور شیخ شاکر کے حکم سے اپنے ہم درس ساتھی شیخ محمد سعید الاسطوانی کی شرح لب الألباب شرح نبذۃ الاعراب پر فتح رب الأرباب کے نام سے حاشیہ لکھا۔اس وقت آپ کی عمر سترہ سال تھی۔شیخ شاکر کی شاگردی کے دوران علامہ شامی نے درجِ ذیل تألیفات لکھیں: علامہ حصکفی کی شرح المنار پر دو حاشیے :۱-نسمات الأسحار علی إفاضۃ الأنوار یہ حاشیہ صغری کے نام سے مشہور ہے،۲- دوسرا حاشیہ حاشیۂ کبری ہے جسے آپ نے مفتی مصر شیخ تمیمی کے پاس بھیجا تھا،لیکن راستے میں گم ہوگیا۔۳- شرح الکافی فی العروض والقوافی،۴-رفع الاشتباہ عن عبارۃ الأشباہ(۱).

شیخ شاکر اور علامہ شامی یک جان دو قالب تھے۔علامہ شامی رحمہ اللہ اپنے شیخ سے چمٹے رہتے تھے اور ان کے درمیان مفارقت سونے کے وقت ہی ہوا کرتی تھی۔آپ کی یہ رفاقت سات سال تک رہی۔خود علامہ شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:إنی لازمته سبع سنين كاملةً ملازمةً شديدةً . وقد منَّ الله تعالى عليَّ بخدمته سبع سنين ، وقرأت عليه كتباً عـديدةً ، وكان يحبنى حباً شديداً ، ويكرمنى إكراماً مزيداً ، وأقسم لى مراراً أنى أعزُّ عـليـه من أولاده ، وقصد مرَّةً أن يزوجنى بنته ، فما قدَّر الله ذلك لامتناع والدى خوفاً عـلـيَّ إن أغـضبتهـا يـوماً أن أقع فى غضبه مما لا تخلو عنه الجبلة الإنسانية ، وكان قائماً بأمورى ومهماتى ، فجزاه الله تعالى خيراً عنى خير الجزاء (۲).

شیخ شاکر کے لاتعداد احسانات کو شمار کرتے ہوئے فرماتے ہیں: وكـان مـن أعظم نعم الله تعالى وتيسيره ولطفه بى وحسن تدبيره أن أرشدنى فى ابتداء طلبى

(۱) ابن عابدين: ۲۹۸/۱ ، وأيضاً ۳۰۳-۳۰٤ .

(۲) ابن عابدين:۳۰۰/۱-۳۰۱.

للعلم على شيخٍ نصوحٍ ذى كرمٍ وحلم ، قد جمله الله تعالى بأحسن الشمائل ، وتوّجه بتاج الكمالات والفضائل ، وأغدق عليه من سماء نعمه هواطل العلوم ، وأظهر من أرض صدره ينابيع الفهوم ، وهو الإمام الأكمل ، والهمام الأفضل ، العالم العلامة ، والحبر البحر الفهّامة ، سيد أهل التدقيق فى أوانه ، وفخر أهل التحقيق فى زمانه ، ملاذ الطالبين ، وكهف الراغبين ، سيدى وأستاذى وعمدتى وملاذى السيد أبو الفضل ...... فقد لازمته مدةً مديدةً ، وخدمته أياماً سعيدةً ، وقرأت عليه كتباً عديدةً ورسائل مفيدةً ، وكان أحفى بى من الوالد على الولد ، وأرانى إكراماً لم أره قط من أحدٍ ، وبذل جهده فى نفعى ، وأسدانى ما شكره ليس فى وسعى ، وأذنانى منه دون غيرى ، وصار أولى منى بأمرى ...... وجعلنى لا أخرج يوماً عن امتثال أمره ، وأدام لسانى رطباً بثنائه وطيب ذكره، وبالدعاء له عقيب الصلوٰت وفى الأماكن المطهرات والأوقات الفاضلات (١).

شیخ شاکر رحمہ اللہ کی تعلیم وتربیت کا نقشہ کھینچتے ہوئے فرماتے ہیں: كان ــــ رحمه الله ــــ عديم النظر فى حسن التقرير والتعبير ، وفى تفهيم المبتدىء ، حتى إنه فاق على مشايخه فى ذلك ، قد أعطاه الله تعالى قوةً على تفهيم المبتدى المسائل الدقيقة الخفية ، وكان من عادته ــ رحمه الله تعالى ــ بعد تفهيمه للطالب المسألة يأمره بكتابتها ، وأن يعرضها عليه ، فإن رآه فهمها وأدّاها بعبارةٍ حسنةٍ دعا له ، وإلا أعاد عليه ثانياً ، وعلّمه كيفية تأليف الكلمات وتركيب الألفاظ ، قد جمعت من ذلك أوراقاً كثيرةً ، كان يأمرنى بكتابتها ، والحاصل أنه كان باب الفتوح ، والشيخ المربى النصوح ، شغله من

(١) ابن عابدين: ١/٣٠٢-٣٠٣ .

الدنيا التعلم والتعليم ، والتفهم والتفهيم (١).

علامہ شامی رحمہ اللہ نے شیخ شاکر سے الدر المختار پڑھنا شروع کی۔ کتاب کی تکمیل سے پہلے ہی محرم ۱۲۲۲ھ میں شیخ شاکر رحمہ اللہ کا انتقال ہوگیا۔ شیخ نے اپنے حلقۂ تلامذہ کے لئے کسی نائب کو معین نہیں کیا تھا، لیکن سب کی نظرِ انتخاب شیخ سعید حلبی (ت ۱۲۵۴ھ) پر پڑی جو عمر، فضیلت اور قابلیت کے اعتبار سے شیخ شاکر کے ممتاز شاگردوں میں سے تھے۔ آپ کا لقب فقیہ النفس تھا اور شیخ شاکر کے بعد آپ ہی احناف کے سرخیل سمجھے جاتے تھے۔ شیخ کی وفات کے نو ماہ بعد آپ نے حلقۂ درس کی صدارت سنبھالی اور مرحوم شیخ کی درس گاہ کو پھر سے آباد کیا اور نہ صرف درِمختار کے باقی درس کو مکمل کروایا بلکہ شیخ شاکر کے انتقال سے ناقص رہ جانے والی کتابوں کی تکمیل بھی کروائی۔ یوں علامہ شامی رحمہ اللہ کے تلمذ کا تیسرا دور شروع ہوا جس کی سیادت شیخ سعید حلبی فرما رہے تھے جو آپ کے ہم درس بھی تھے (۲)۔

شیخ سعید حلبی اپنے درس کے دوران شاگردوں کو مشق کرانے کے لئے مختلف سوالات دیتے اور ان کی فہم وفراست جانچنے کے لئے بحث ومباحثہ کرواتے اور انہیں سوال کی عام اجازت دیتے۔ ایک دفعہ متحیرہ کی بحث چلی تو علامہ شامی رحمہ اللہ نے اپنی فہم وفراست سے اسے اس عجیب تفصیل سے بیان کیا کہ شیخ اور باقی طلبہ دنگ رہ گئے۔ چنانچہ شیخ نے آپ کو اس وقت کی درسی کتاب الدر المختار کا حاشیہ لکھنے کا نہ صرف حکم دیا بلکہ اس کے اتمام اور نافع ہونے کی دعا بھی کی۔ رد المحتار کی تالیف کے دوران ہی آپ نے العقود الدریۃ فی تنقیح الفتاوی الحامدیۃ کی تالیف کی۔ شیخ سعید حلبی کی درسی تقاریر کا رد المحتار اور

(١) ابن عابدين: ١/٢٩٩.

(٢) ابن عابدين: ١/٣٠٤-٣٠٥.

علامہ شامی کی بقیہ تألیفات میں بڑا دخل تھا(۱)۔

علامہ شامی رحمہ اللہ کی ذکاوت اور وسعتِ مطالعہ کی بنا پر کبھی شیخ سعید کو یہ اندیشہ ہوتا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ علمی غرور میں مبتلا ہو جائیں۔ اسی وجہ سے وقتاً فوقتاً لطیف اشارات کے ذریعے علامہ شامی کو یہ باور کرواتے رہتے کہ انسان کو اپنے پر گھمنڈ نہیں کرنا چاہیے، بلکہ جو کچھ بھی علم وفضل ملتا ہے سب مشیتِ خداوندی پر موقوف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب علامہ شامی رحمہ اللہ نے حاشیہ ردالمحتار مکمل کیا اور شیخ سعید حلبی رحمہ اللہ کے سامنے پیش کیا تو آپ نے اصلاح اور تربیت اور اسی متوقع اندیشے کے پیشِ نظر فرمایا: شوها الصبّرة هلّى مساويها ؟ أى : ما هذه الصُبَّرة التى صنعتها ؟ (٢).

علامہ ابنِ عابدین کی طبیعت اور فطرت میں ادب واحترام بھرا ہوا تھا۔ اپنے اساتذہ ومشائخ کے متعلق تو ادب واحترام کی انتہا تک جا پہنچتے۔ خاص کر شیخ سعید حلبی کے ساتھ ان کا ادب واحترام بہت بڑھا ہوا تھا، کیوں کہ جب ان دونوں کے درمیان تلمذ کا سلسلہ قائم ہوا تو علامہ شامی خود علمی درخت کے پکے ہوئے پھل کی طرح تھے جو شیخ سعید حلبی کی علمی تحقیق کی قدر کو اچھی طرح جانتے تھے۔ ذیل کے واقعے سے ظاہر ہوتا ہے کہ علامہ شامی اپنے تیسرے شیخ شیخ سعید حلبی کا کس قدر احترام کرتے تھے۔ دمشق میں اس وقت تک خلافتِ عثمانی قائم تھی۔ بعض ناعاقبت اندیش یہ چاہتے تھے کہ خلفیۂ وقت کی بیعت کو توڑ کر ابراہیم پاشا کی بیعت کریں۔ چنانچہ ابراہیم پاشا نے علمائے دمشق کو جمع کیا۔ علامہ ابنِ عابدین صدرِ مجلس تھے۔ جب شیخ سعید حلبی تشریف لائے تو علامہ شامی اٹھ کھڑے ہوئے اور شیخ سعید حلبی کے جوتے اٹھا کر اپنی بغل میں رکھ لئے اور چوکھٹ میں کھڑے ہوگئے، بیٹھنا

---

(١) ابن عابدين : ١/٣٠٥-٣٠٦ .

(٢) ابن عابدين : ١/٣٠٦ .

پسند نہ کیا۔ ابراہیم پاشا نے شیخ سعید حلبی سے کہا: محترم اپنے اس شاگرد کو کہیں کہ جوتے رکھ کر بیٹھ جائے۔ شیخ سعید نے فرمایا: مـا بـخصك؟ آپ کو اس سے کیا غرض؟ ابراہیم پاشا نے اپنی بیعت کے سلسلے میں علما سے کہا: شو بتقولوا يا إخوان؟ محترم حضرات بات شروع کریں۔ تو شیخ سعید نے فرمایا: ہمارے علما کا قول ہے: الـضـرر يزال . یہ کہہ کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ علامہ شامی نے آپ کے جوتے رکھ دیئے اور مجلس برخاست ہوگئی۔ دوسرے دن اسی وقت ابراہیم پاشا شام سے نکل گیا(۱)۔

باوجودیکہ علامہ شامی کی شہرت اور آپ کی علمیت کا چرچا ہو چکا تھا اور دمشق میں آپ کی حیثیت مفتی کی تھی آپ نے شیخ سعید حلبی سے سلسلۂ تلمذ باقی رکھا اور ادب واحترام میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ نہ صرف شیخ سعید حلبی، بلکہ دیگر حضرات کے دروس میں بھی برکت اور عالی اسانید کے حصول کی غرض سے شرکت فرماتے۔ شیخ سعید حلبی بھی علامہ شامی سے بہت محبت کرتے اور آپ کا بہت لحاظ کرتے تھے۔ آپ کی عادت تھی کہ درس گاہ میں مخصوص وقت کے بعد دروازہ بند کروادیتے تھے، البتہ علامہ ابنِ عابدین اس سے مستثنیٰ تھے، اگر انہیں کبھی تاخیر بھی ہو جاتی تو دروازہ کھلوادیتے(۲)۔

آپ کے باقاعدہ اساتذہ تقریباً پندرہ ہیں جن میں سے درجِ ذیل چار حضرات کی خصوصی محنت اور لگاؤ نے آپ کو مرجع الخلائق بنایا۔ شیخ محمد سعید الحموی، شیخ محمد شاکر العقاد، شیخ سعید حلبی، شیخ خالد نقشبندی۔ جن مشائخ سے آپ نے اجازت لی ان کی دو قسمیں ہیں: وہ مشائخ جن سے بعض علمی مجالس میں باقاعدہ قرأت یا سماعت کے بعد اجازت لی۔ یہ آٹھ ہیں: ۱- شیخ شمس محمد الکزبری، آپ ان کی بعض مجالس میں شریک ہوئے اور ان سے

---

(۱) ابن عابدين: ۳۰۸/۱ .

(۲) ابن عابدين: ۳۰٦/۱ .

زبانی وخطی دونوں قسم کی اجازت لی۔۲- شیخ شہاب احمد العطاران کے بعض دروس میں شامل ہوکر خطی اجازت حاصل کی۔۳- شیخ نجیب قلعی الشہیر بابن قنبازو اپنے شیخ شاکر عقاد کے ساتھ ان کی بعض مجالس میں شرکت کی اور زبانی اجازت حاصل کی۔۴- شیخ محمد عبدالرسول: ہندی ان سے ملاقات واجازت کی نوبت اس وقت آئی جب شیخ عبدالرسول شام تشریف لائے اور علامہ شامی اپنے شیخ شاکر عقاد کے ساتھ ان کی زیارت کے لئے گئے۔۵- شیخ ھبۃ اللہ البعلی التاجی ان سے بھی ملاقات کر کے خطی اجازت حاصل کی۔۶- شیخ محمد صالح الزجاج: ان سے بھی خطی اجازت ملی۔۷- شیخ ابراہیم ۸- شیخ عبدالقادر یہ دونوں شیخ اسماعیل بن شیخ عبدالغنی نابلسی کے بیٹے ہیں ان کے پاس حاضر ہوکر خطی اجازت حاصل کی۔دوسری قسم میں وہ مشائخ ہیں جن سے ملاقات تو نہ ہوسکی، تاہم خط وکتابت کے ذریعے اجازت حاصل کی۔ یہ تین حضرات ہیں: ۱- شیخ محمد امیر مصری، ۲- شیخ صالح الفلاَّنی، ۳- شیخ عبدالملک القلعی المالکی (۱)۔

اگر یوں کہا جائے کہ علامہ شامی کی شخصیت کی بنا شیخ شاکر نے کی۔شیخ سعید حلبی نے اس بنا کی نہ صرف تکمیل کی بلکہ اسے رہائش وآسائش کا محل بنایا اور شیخ خالد نقشبندی نے اسے زیب وزینت سے آراستہ کیا تو اس میں کوئی مبالغہ نہیں (۲)۔

معمولات زندگی: آپ کی زندگی دمشق میں گزری چونکہ اس زمانے میں دمشق کی حیثیت ایک بڑی تجارتی منڈی کی تھی اور آپ کے خاندان کے اکثر افراد تجارت کے شعبے سے وابستہ تھے، اس لئے ابتداءً آپ نے بھی ان کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے تجارت کے میدان میں حصہ لیا۔آپ کی فقاہت میں تیقظ وبیداری، محنت ولگن کے

---

(۱) ابن عابدین: ۱/ ۳۱۸- ۳۲٤.

(۲) ابن عابدین: ۱/ ۳۲٤.

ساتھ ساتھ تجارتی امور کی معرفت کا بڑا دخل تھا۔ کیوں کہ آپ نے ابتدائی عمر میں تجارت کے اسرار ورموز سے کافی واقفیت حاصل کر لی تھی اور ساری زندگی مالِ تجارت کی آمدنی سے ہی خرچ کیا۔ تجارت سے تعلق کی بنا پر آپ اپنے دور کے تجارتی اتار چڑھاؤ، بازاری سودوں اور خرید وفروخت کے مختلف اسالیب سے بخوبی واقف تھے۔ جب تحصیلِ علم کا ارادہ کیا تو اپنا مالِ تجارت شرکت کی بنا پر ایک شریک کو دے دیا۔ آپ کا شریک شرکت میں مصروف رہتا اور آپ فکرِ معاش سے بے پرواہ ہو کر درس وتدریس اور تصنیف وتالیف میں لگے رہتے۔ اس کے ساتھ ساتھ اپنے شریک کے ذریعے لوگوں کے معاملات، رہن سہن، طور طریقوں سے واقف رہتے۔

آپ کا دن درس وتدریس اور افتاوغیرہ سے معمور رہتا تو رات کی تنہائی میں تصنیف وتالیف میں لگے رہتے۔ آپ کتابوں کی تصحیح اور ان پر حواشی وغیرہ لکھنے کا خاص التزام فرماتے۔ دورانِ مطالعہ جہاں کہیں کوئی اشکال، تنبیہ، جواب یا فائدہ وغیرہ ذہن میں آتا اسے حاشیے پر تحریر فرماتے اور کتابوں میں بطورِ عنوانات مطالب لکھنے کا التزام بھی کرتے (۱)۔

رمضان المبارک کی ہر رات کو پورا قرآن پڑھتے اور اس میں خوب غور وفکر کرتے۔ بسا اوقات آپ کی پوری رات رونے اور قرآن کریم کی تلاوت میں گزرتی۔ آپ عام طور پر باوضو رہتے اور علما کی مالی امداد بھی کیا کرتے تھے۔ کئی ایسے سفید پوش گھرانے تھے جن کی کفالت آپ نے اپنے ذمے لی تھے۔ مساجد کی تعمیر، بیواؤں ویتیموں کی دیکھ بھال آپ کی عادت تھی (۲)۔

علامہ شامی رحمہ اللہ قنوات میں زقاق المبلط نامی جگہ میں رہتے تھے اور جامع

---

(۱) قرة عيون الأخيار: ۷/ ۱۰.

(۲) قرة عيون الأخيار: ۷/ ۹، و ابن عابدين: ۱/ ۲۸۱.

التعدیل موجودہ الطالویۃ میں حسبۃً للہ اذان وامامت کے فرائض سرانجام دیا کرتے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ شام کے امین الفتوی کا عہدہ بھی آپ پاس تھا(۱)۔

علامہ شامی رحمہ اللہ کی پہلی اہلیہ انتہائی بداخلاق تھی۔ اس نے آپ پر جادو کروایا تھا جس کی وجہ سے آپ جب بھی اپنے گھر جانے کا ارادہ کرتے تو گھر پہنچنے سے پہلے ہی راستے میں زمین پر گر جاتے اور بڑی مشکل سے گھر پہنچتے۔ علامہ شامی نے اس مصیبت سے بچنے کے لئے اپنے مکان کے متصل ایک اور مکان خریدا تا کہ اس راستے سے نہ گزرنا پڑے۔

جب علامہ خالد نقشبندی رحمہ اللہ نے شام کی طرف ہجرت کی تو بعض حاسدین نے انہیں زندقہ اور ساحر کہہ کر متہم کیا اور ان کے معاملے کو استنبول میں اپنے زمانے کے شیخ الاسلام عارف حکمۃ بک کے سامنے پیش کیا۔ ان کا مقصد علامہ خالد نقشبندی سے انتقام لینا تھا۔ شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے فرمایا: ہمارے شیخ ابنِ عابدین کی ان کے متعلق کیا رائے ہے؟ معلوم کرو۔ علامہ شامی سے خط وکتابت کے ذریعے ان کے متعلق معلوم کیا۔ علامہ شامی رحمہ اللہ علامہ خالد نقشبندی رحمہ اللہ کو نہیں جانتے تھے۔ چنانچہ آپ حقیقتِ حال کے ادراک کے لئے ان کے پاس گئے تو کئی کرامتیں دیکھیں۔

علامہ شامی رحمہ اللہ نے ان سے کہا کہ مجھے اپنے گھر میں داخل ہونے میں بڑی مشکل پیش آتی ہے۔ شیخ خالد نے انہیں اپنے ایک شاگرد کے سپرد کیا تا کہ اپنا حال ان کے سامنے بیان کریں۔ جب علامہ شامی نے اپنا حال بیان کیا تو اس نے کہا: ایک چھری لاؤ۔ چھری لائی گئی تو اس نے اس پر کچھ لکھا اور کہا سوتے وقت اسے اپنے تکیے کے نیچے رکھنا ساحر اور سحر کا علم ہوگا۔ علامہ شامی نے ایسا ہی کیا تو خواب میں ساحر اور سحر کو دیکھا تو نیند سے بیدار ہوئے اور اپنے غلام کو آواز دی فانوس روشن کر کے لاؤ۔ چنانچہ آپ اٹھے اور راستے سے اس

---

(۱) ابن عابدین: ۱/۲۸۷.

جادو کو نکالا۔ جادوگر آپ کی بیوی تھی۔ آپ نے اسے طلاق دے دی اور دوسری شادی کی جس سے علامہ علاء الدین پیدا ہوئے۔ دوسری اہلیہ کا انتقال ۱۲۵۲ھ میں ہوا۔

اس کے بعد علامہ شامی نے شیخ خالد نقشبندی سے طریقۂ نقشبندیہ حاصل کیا اور مشہور رسالہ ''سل الحسام الھندی لنصرۃ الشیخ خالد النقشبندی'' تحریر کر کے استنبول روانہ کیا۔ استنبول میں موجود حضرات نے شیخ خالد نقشبندی کے متعلق اپنی رائے بدلی اور حقیقتِ حال کو پہچان لیا اور ان کے پاس ہدایا و تحفے لے کر حاضر ہوئے۔ یہ واقعہ اس رسالے کی تالیف اور شیخ خالد سے اتصال کا ذریعہ بنا(۱)۔

تدریس: ۱۲۳۰ھ کے بعد سے شوال ۱۲۴۳ھ تک تیرہ سال علامہ شامی کا اپنے شیخ سعید حلبی سے باقاعدہ شاگردی کا تعلق قائم رہا اور اس کے ساتھ ساتھ آپ مختلف کتابوں کی تألیف میں مصروف رہے ۱۲۴۳ھ کے بعد آپ نے بھی باقاعدہ تدریس کا آغاز کیا، اگرچہ شیخ سعید حلبی سے باقاعدہ شاگردی کا سلسلہ ختم ہوگیا، لیکن ان کا ادب واحترام اسی طرح باقی رہا جس طرح پہلے تھا۔ جب آپ نے تدریس کا آغاز کیا تو منتہی طلبہ کی توجہ آپ کی طرف بڑھ گئی۔

آپ کا درس بحرِ بے کنار کی طرح تھا۔ آپ کے شاگرد شیخ محمد الحلوانی مفتی بیروت نے آپ کے صاحبزادے علامہ علاء الدین کے سامنے آپ کی تدریس کا نقشہ یوں کھینچا: ما سمعت مثل تقرير سيدي والدك في درسه ، حتى إني كنت كثيراً ما أجتهده في مطالعة الدرس ، وأطالع عليه سائر الحواشي والشروح والكتابات على الدرس ، وأظن من نفسي أني فهمت سائر الإشكالات وأجوبتها ، وحين أحضر الدرس يقرر شيخنا ــ ابن عابدين ــ الدرس ، ويتكلم على

(۱) ابن عابدين: ۱۰۱٤/۲.

جميع ما طالعته مع التوضيح ، ويزيدنا فوائد ما سمعنا بها ولا رأيناها ولم يخطر على فكر أحدٍ ذكرها (١).

آپ کے درس میں عام طلبہ کے ساتھ ساتھ علما، مشائخ اور وزرء اوامراء کا بھی رجوع ہوتا تھا۔ آپ کے اکثر معاصر علما بھی آپ سے اجازت کے خواہی ہوتے حتی کے شیخ الاسلام عارف حکمت نے بھی آپ سے اجازت طلب کی۔

عابدینی کتب خانہ : آپ کا کتب خانہ اپنی مثال آپ تھا۔ کتب خانے میں تمام فنون کی کتابیں موجود تھیں اوران میں سے اکثر خود آپ نے نقل کی تھیں اور تقریباً ہر ایک کتاب پر کچھ نہ کچھ لکھا (٢)۔ اس کتب خانے کی زرخیزی میں آپ کے والد صاحب کا بھرپور حصہ تھا وہ فرماتے تھے: اشتر ما بدا لك من الكتب ، و أنا أدفع لك الثمن ، فإنك أحييت ما أمتُّه أنا من سيرة سلَفِي ، فجزاك الله خيراً يا ولدى (٣). علاوہ ازیں آپ کے خاندانی بزرگوں کا علمی خزانہ بھی نسلاً بعد نسلٍ آپ کو ملا۔ آپ کے صاحبزادے صاحبِ تکملہ شیخ علاء الدین فرماتے ہیں کہ میرے دادا عمر عابدین نے میرے والد کو اپنے پاس موجود خاندانی بزرگوں کی کتابیں حوالے کیں جو اس خاندان کے لئے وقف تھیں فرماتے ہیں: و أعطاه كتب أسلافه الموجودة عنده من أثرهم الموقوفة على ذراريهم ، و عندي بعضٌ منها ، و لله تعالى الحمد (٤). اس کے علاوہ آپ کی مالی حیثیت اور مختلف ممالک سے تجارت کی بناء پر دور دراز کے ممالک کے علماء کی تصانیف بھی آپ کے ذاتی مکتبے میں موجود ہوتیں (٥)۔

---

(١) قرة عيون الأخيار : ٧/ ١٠؛ وابن عابدين : ١/ ٣١٣-٣١٤.

(٢) ابن عابدين : ١/ ٢٨٧.

(٣) قرة عيون الأخيار : ٧/ ١٠.

(٤) قرة عيون الأخيار : ٧/ ١٠. (٥) ابن عابدين : ١/ ٢٧٣.

شیخ مصطفیٰ احمد الزرقاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مجھے بتایا گیا کہ علامہ شامی رحمہ اللہ جس کمرے میں تصنیف وتالیف کے مشغلے میں مصروف رہتے وہاں انہوں نے لکڑی کا ایک کشادہ گول دائرہ بنایا تھا جو ہر محور پر گھوم جاتا۔ اس دائرے پر اپنی ضرورت کی کتابیں رکھا کرتے اور دورانِ تصنیف جب کسی کتاب سے مراجعت کی ضرورت پڑتی تو اس دائرے کو گھماتے تو مطلوبہ کتاب ان کے سامنے آجاتی وہیں بیٹھے بیٹھے ہی اس سے استفادہ کر لیتے اور آپ کو اٹھنے کی ضرورت نہ پڑتی۔

افسوس کہ اس عظیم الشان کتب خانے کو کوئی اچھا منتظم نہ مل سکا۔ علامہ شامی رحمہ اللہ کی وفات کے وقت آپ کے صاحبزادے علاء الدین (۱۲۴۴ھ ــ ت ۱۳۰۶ھ) آٹھ سال کے تھے چنانچہ آپ کے بعض شاگردوں نے وہ کتب خانہ فروخت کر دیا۔ کتب خانے کا اکثر حصہ شیخ عبدالغنی غنیمی میدانی نے لیا اور کچھ حصہ شیخ محمد البیطار نے خریدا۔ بعد میں ان میں سے اکثر بلکہ قریب قریب تمام کتب خاص کر مخطوطات کو شیخ ابوالخیر عابدین اور دکتور ابو الیسر رحمہما اللہ نے جمع کیا اور جو حصہ شیخ عبدالغنی کے پاس تھا وہ فرانسیسیوں کے میدان پر حملے کے دوران توپ کے گولوں کی وجہ سے جل گیا(۱)۔

دینی جرأت: آپ نے مسئلے کے اظہار میں کبھی تساہل سے کام نہیں لیا اور حکامِ وقت پر بھی غیر شرعی معاملات کے سلسلے میں کھل کر تنقید کی اور حکامِ وقت کے ظالمانہ ٹیکس اور مختلف بہانوں سے عوام سے وصول کردہ رقم کو علی الاعلان ظلم سے تعبیر کیا۔ رد المحتار میں فرماتے ہیں:" ولي الأمر ـــ الحاكم الأعلى ـ لا شأن له في التحليل والتحريم ، كيف وقد قال فقهاؤنا : ومن قال لسلطان زماننا عادلٌ فقد كفر حيث يكون اعتقد الظلم عدلاً ."

---

(۱) ابن عابدين :۲/۱۰۱۶. مراجعت

آپ کے صاحبزادے علامہ علاء الدین رحمہ اللہ فرماتے ہیں آپ کے زمانے میں دمشق اور قریبی قصبات میں انصاف کا چرچا تھا اور شرعی بالادستی قائم تھی حتی کہ گنوار دیہاتی بھی جب علامہ شامی کے فتوی کو دیکھتے تو جہالت کے باوجود لب کشائی کی جرأت نہ کرتے۔ کوئی کسی پر ظلم اور بلاوجہ دعوی کرنے کی جرأت نہ کرتا۔ اگر قاضی کسی کے خلاف غلط فیصلہ دیتا تو وہ علامہ شامی کے پاس آکر صورتِ حال بیان کرتا۔ علامہ شامی صورتِ حال سے آگاہی کے بعد قاضی کے فیصلے کو غلط قرار دیتے اور قاضی کو رجوع کا حکم دیتے (۱)۔

حکام وقت آپ سے ڈرا کرتے تھے اسی وجہ سے آپ کے ہاں سے جاری کردہ فتوے کو تائیدِ سلطانی حاصل ہوتی تھی۔ آپ کے ایک شریکِ سفر ساتھی فرماتے ہیں کہ میں نے علامہ شامی کے ساتھ سفرِ حج کی سعادت حاصل کی اور اس طویل سفر کے دوران کوئی ایسی بات نہیں دیکھی جس کی وجہ سے ان کے دین و دنیا پر کوئی حرف آئے۔ آپ اچھے اخلاق وعادات کے مالک تھے۔ دورانِ سفر آپ سے کوئی ایسی بات نہیں سنی جس کی وجہ سے کسی کو کوئی تکلیف پہنچے، البتہ جب بھی آپ کے سامنے کوئی منکر آتا تو آپ فوراً اس کی اصلاح کرتے تھے (۲)۔ آپ کو ایک مرجوح قول پر فتوی دینے کے لئے پچاس تھیلی دراہم پیش کیئے گئے، لیکن آپ کی دینی غیرت نے اسے قبول نہیں کیا (۳)۔

تواضع وادب: آپ کے تواضع کا یہ عالم تھا کہ اپنے اساتذہ کے سامنے اپنے کو بالکل مٹا دیا تھا اور عمر بھر ان کے ساتھ وہ معاملہ جاری رکھا جیسے آپ ان کے اب بھی بالفعل شاگرد ہیں۔ شیخ سعید حلبی رحمہ اللہ جو آپ کے ہم درس ساتھی تھے، لیکن جب وہ آپ کے شیوخ کی فہرست میں آئے تو آپ ان کے بغیر نہ کوئی رائے قائم کرتے اور نہ ہی کسی

---

(۲) قرة عيون الأخيار : ۷/ ۱۰، وابن عابدين : ۱/ ۲۴۷.

(۲) ابن عابدين : ۱/ ۲۷۹.

(۳) ابن عابدين : ۱/ ۲۸۲.

فتوی کی تصویب فرماتے۔

جو بھی آپ کا ہم مجلس ہوتا وہ یہی خیال کرتا کہ میں ان کے ہاں ان کے بیٹے سے بھی زیادہ عزیز ہوں (۱)۔ آپ کی دادی کے اجداد میں سے علامہ محبی رحمہ اللہ نے کچھ وقف کیا تھا اور تولیت کے لئے اپنی اولاد میں سے ارشد کی شرط لگائی تھی۔ آپ نے تولیت کی وہ ذمہ داری نہ نبھائی کہ میں اس شرط کے مطابق نہیں، بلکہ اپنے بھائی کے حوالے کر دی (۲)۔ آپ نے البحر الرائق پر عظیم الشان حاشیہ منحۃ الخالق کے نام سے لکھا اور آخر میں تصریح کی:

أذنت لمن يجرّدها أن ينسبها لنفسه (٣).

آپ کے صاحبزادے علامہ علاء الدین رحمہ اللہ فرماتے ہیں شیخ محمد عبد النبی جو کہ علمائے ہند میں سے تھے ایک مرتبہ دمشق آئے۔ میرے والد صاحب اپنے شیخ شاکر کے ساتھ ان کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے۔ وہاں شیخ شاکر بیٹھ گئے اور علامہ شامی رحمہ اللہ اپنی عادت کے موافق دروازے کی چوکھٹ میں ہی اپنے استاذ کے جوتے اٹھا کر کھڑے رہے۔ شیخ محمد عبد النبی نے کہا: مر هذا الغلام السيد فليجلس، فإني لا أجلس حتى يجلس، فإنه ستقبّل يده، وينتفع بفضله في سائر البلاد، وعليه نور آل بيت النبوة. چنانچہ شیخ شاکر نے انہیں بیٹھنے کا حکم دیا تب وہ بیٹھے۔ اسی قسم کا ایک واقعہ شیخ طہ الکردی کی مجلس میں بھی پیش آیا اس وقت بھی آپ شیخ شاکر کے ہمراہ تھے (۴)۔

سلوک : علومِ ظاہرہ کی طرح علومِ باطنہ میں سے بھی آپ کو وافر حصہ ملا۔ آپ نے شیخِ وقت شیخ خالد نقشبندی رحمہ اللہ کی مجالس میں حاضری کو بھی اپنا شعار بنا لیا اور

---

(١) ابن عابدين: ٢٨٦/١.

(٢) ابن عابدين: ٢٨٠/١، ٢٨٢.

(٣) ابن عابدين: ٢٢٦/١.

(٤) قرة عيون الأخيار: ١١/٧، وابن عابدين: ٢٧٩/١.

ان سے نقشبندی طریقے کے اسرار ورموز سیکھے۔ اسی طرح شیخ شاکر جو علومِ عقلیہ ونقلیہ کے ساتھ ساتھ تصوف کے بھی امام تھے ان سے علومِ ظاہری کی اجازت بھی لی اور سلوک کے باب میں بھی خوب راہنمائی حاصل کی (۱)۔ شیخ عبدالغنی نابلسی کے پوتے شیخ ابراہیم اور شیخ عبدالقادر سے بھی علمِ سلوک حاصل کیا اور ان کی مرویات کی اجازت چاہی۔ دونوں نے اپنے دادا سے روایت کی اجازت سے نوازا۔ تصوف کے باب میں آپ نے إجابۃ الغوث اور سل الحسام الھندی نامی رسائل تحریر کئے (۲)۔

وفات: ۲۱/ ربیع الثانی ۱۲۵۲ھ بروز بدھ دن تین بجے آپ کا انتقال ہوا۔ آپ کی کل عمر چوّن سال بنتی ہے۔ آپ کا انتقال شیخ سعید حلبی کی زندگی میں ہی ہوا۔ شیخ جنازے کے وقت روتے ہوئے فرماتے: یا محمد ! واللہ کنت مخبیك لھذہ اللحیة :أی کنت أدّخرك لھذہ اللحیة یعنی میرا قائم مقام بننے کے لائق تو تم ہی تھے۔ اپنی وفات سے بیس دن پہلے آپ نے اپنے قبر کی جگہ منتخب کی اور وہیں دفن کرنے کی وصیت کی۔ آپ کے جنازے میں لوگوں کا کافی ازدحام تھا۔ رش کی وجہ سے جنازہ انگلیوں پر اٹھا ہوا تھا اور گزرنے کا راستہ نہیں تھا، مجبوراً فوجیوں کی خدمات لی گئیں۔ مرد وزن اور بچے بے اختیار زار وقطار رونے لگے۔ جب آپ کے انتقال کی اطلاع آپ کے بھائی سید عبدالغنی کو ملی تو زمین پر بیٹھ گئے اور کھڑے ہونے کی طاقت نہ رہی۔ مسجد جامع سنان پاشا میں آپ کی نماز جنازہ ادا کی گئی۔ مسجد بھر گئی اور باہر بھی صفیں باندھی گئیں۔ علامہ علاء الدین کے بقول آپ کی نمازِ جنازہ شیخ سعید حلبی رحمہ اللہ نے پڑھائی۔ بعض حضرات نے شیخ حامد العطار کا نام ذکر کیا۔ ممکن ہے کہ اس دن ظہر یا عصر شیخ حامد نے اور نماز جنازہ شیخ سعید نے پڑھائی ہو تو بعض

(۱) ابن عابدین: ۱/۲٤٥.

(۲) ابن عابدین: ۱/۲٤٥.

نے یہ سمجھا ہو کہ شیخ حامد نے ہی دونوں نمازیں پڑھائیں(۱)۔

آپ کی قبر پر درجِ ذیل ابیات لکھے ہیں(۲)

قفوا واغبطوا قبراً تسامى بعالمٍ وقولوا له هنيت وافاك سيد

هو الحبر من أضحى بعلمه عاملاً هو العابد ابن العابدين محمد

لقد بكت الأملاك حزناً بموته فحقاً نعاه روض درسٍ ومسجد

على العفو والغفران تحمل روحه إلى غرفات في النعيم فتسعد

دعاه مقامٌ شامخٌ قلت أرخوا يروم وملكٌ لا يضاها مؤبد

علامہ شامی رحمہ اللہ کا سلسلہ نسب تو آگے نہ چل سکا، کیوں کہ آپ کے اکلوتے صاحبزادے بھی لاولد فوت ہوئے، لیکن ان کا روحانی سلسلہ پورے عالم کو منور کر رہا ہے۔

مفتی شام اسطوانی رحمہ اللہ فرماتے تھے: ما عيب ابنِ عابدين إلا كونه متأخراً، لو كان متقدماً لكان من المجتهدين في المذهب (۳).

دکتور عبدالرزاق السنهوری المصری فرماتے ہیں: لا يوجد في كتب المذاهب أعظم من حاشية ابن عابدين في تحرير الفتوى .

علامہ محمد ابوالیسر عابدین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: علامہ ابنِ عابدین نے چوّن سالوں میں فقہ وادب کی جو خدمت کی اس کا احاطہ بھی مشکل ہے۔ اگر انہیں اسّی سال یا اس سے زائد عمر ملتی تو فقاہت میں امام سرخسی اور ادب میں جاحظ سے کم نہ ہوتے۔ فرماتے ہیں دمشق میں بعض اکابر شوافع سے سنا گیا کہ اگر شافعی مذہب کو ابنِ عابدین جیسا شخص ملتا تو فقہی احکام کی تنقیح وتہذیب اور عمدگی سے پیش کرنے کی وجہ سے باقیوں سے مستغنی کر دیتا

(۱) ابن عابدين: ۱/۲۸۹- ۲۹۰.

(۲) ابن عابدين: ۱/۲۹۱ .

(۳) ابن عابدين: ۲/۱۰۲۱.

اور شافعی مذہب دوسرے مذاہب پر غالب آتا۔

فرماتے ہیں:" وإنى لأتساأل لو قدر الله ، وبلغ الثمانين أو أكثر فما ذا كان ينتج؟ أما كان يحكى السرخسي فى فقهه، والجاحظ فى أدبه ...... وقد استطاب أحد كبار فقهاء الشافعية بدمشق القول عن تلك الثروة: أنه لو قيض للمذهب الشافعى رجلٌ كابن عابدين لأغنى المذهب بروائع الأحكام الفقهية ، ولبذَّ المذهب الشافعى غيره من المذاهب الأخرى (١).

---

(١) ابن عابدين : (١/١٠).

طبقاتِ فقہا

اس بحث کی ساری عبارت علامہ لکھنوی رحمہ اللہ کی کتاب النافع الکبیر سے لی گئی، البتہ درمیان میں جہاں کہیں کسی اور کی عبارت کی زیادتی کی اس کا الگ سے حوالہ دیا۔

طبقاتِ فقہا سے مراد فقہا کے مراتب ہیں، کیوں کہ تمام فقہا کا ایک ہی مرتبہ ودرجہ نہیں، اگر فرقِ مراتب نہ کریں اور سب کو ایک ہی طبقے میں شمار کریں تو یہ حقیقتِ واقعیہ کے خلاف ہے اور طبقات ودرجات تو انبیاء علیہم السلام میں بھی ہیں۔ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعضٍ مِنْهُمْ مَنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ﴾ [البقرة : ۲۵۳] .

مفتی ومتخصص کے لئے طبقاتِ فقہا کا جاننا ضروری ہے تا کہ ہر فقیہ کو اسی مقام ومرتبے سے جانے جو اس کا حقیقی مقام ومرتبہ ہے۔اگر یہ پہچان نہ ہو تو اس بات کا قوی اندیشہ ہے کہ متقدم کو متأخر اور متأخر کو متقدم سمجھے اور ادنی کے اقوال کو اعلی پر ترجیح دے اور اعلی کی تصریحات کو چھوڑ کر ادنی کی تصریحات پر عمل کرے۔معرفت طبقات کا یہ مطلب نہیں کہ صرف نام، تاریخ وفات وغیرہ یاد ہو بلکہ روایت ودرایت میں ان کے مراتب سے واقفیت ہے۔علامہ شامی رحمہ اللہ ابنِ کمال پاشا کے حوالے سے نقل کرتے ہیں: لا بد للمفتي أن يعلم حال من يفتي بقوله ، ولا نعني بذلك معرفته باسمه ونسبه ونسبته إلى البلاد ؛ إذ لا يسمن ذلك ولا يغني ، بل معرفته في الرواية ، ودرجته في الدراية ، وطبقته من طبقات الفقهاء ؛ ليكون على بصيرةٍ وافيةٍ في التمييز بين القائلين المتخالفين ، وقدرةٍ كافيةٍ في الترجيح بين القولين المتعارضين(۱) .

---

(۱) شرح عقود رسم المفتي : (۱۱/۱) .

فتاوی خیریہ کے حوالے سے لکھتے ہیں: لا شك أن معرفة راجح المختلف فيه من مرجوحه ومراتبه قوةً وضعفاً هو نهاية آمال المشمرين في تحصيل العلم (۱).

فقہائے احناف رحمہم اللہ کے طبقات کتنے ہیں؟ اس بارے میں تین اقوال ہیں:

علامہ کفوی رحمہ اللہ نے ان طبقات کو پانچ درجات میں بیان کیا۔

۱- طبقۃ المتقدمین جیسے امام صاحب کے شاگرد امام ابو یوسف، امام محمد، امام زفر وغیرہ۔ یہ حضرات مجتہد فی المذہب تھے اور اپنے استاد کے مقرر کردہ قواعد کے مطابق ادلۂ اربعہ سے احکام کا استخراج کرتے۔ اگرچہ بعض فروع میں انہوں نے امام صاحب کی مخالفت کی، لیکن اصول میں امام صاحب کے ساتھ متفق رہے۔ برخلاف امام مالک، امام شافعی و امام احمد کے کہ ان کا اختلاف نہ صرف فروع میں ہے، بلکہ ان کے اصول بھی مستقل ہیں۔

۲- دوسرے طبقے میں اکابر متأخرین ابو بکر خصاف (ت ۲۶۱ھ)، طحاوی (ت ۳۲۱ھ)، ابو الحسن کرخی (ت ۳۴۰ھ)، حلوائی (ت ۴۵۶ھ)، سرخسی (ت ۵۰۰ھ)، فخر الاسلام بزدوی (ت ۴۸۲ھ)، قاضی خان (ت ۵۹۳ھ)، صاحبِ ذخیرہ، ومحیطِ برہانی برہان بن محمود، صاحبِ خلاصۃ الفتاوی وصاحبِ نصاب شیخ طاہر وغیرہ ہیں۔ ان حضرات نے اصول وفروع میں صاحبِ مذہب کی مخالفت نہیں کی، البتہ جن مسائل میں صاحبِ مذہب سے کوئی روایت نہ تھی ان میں اجتہاد کیا۔

۳- تیسرا طبقہ مقلدین اصحابِ تخریج کا ہے جیسے ابو بکر رازی جصاص (ت ۳۷۰ھ) وغیرہ۔ یہ لوگ طبقۂ ثانیہ کی طرح اجتہاد پر قادر نہ تھے، البتہ انہوں نے اصول

(۱) شرح عقود رسم المفتي: (۱/۱۳)، وتحرير التحبير: ۸۳/۲.

وفروع کے احاطے کی وجہ سے امام صاحب سے منقول کسی ذی وجہین قول اور کسی محتمل الامرین حکم میں تفصیل کی۔ہدایہ میں بعض مقامات میں کذا فی تخریج الرازی وغیرہ کے جوالفاظ ہیں وہ اسی قبیل کے ہیں۔

۴- چوتھے طبقے میں مقلدین اصحاب الترجیح ہیں جیسے ابوالحسن قدوری (ت ۴۲۸ھ)، صاحبِ ہدایہ (ت ۵۹۳ھ) وغیرہ۔انہوں نے بعض روایات کو بعض پر ترجیح دی مثلاً: هـذا أولى ، هذا أصح روايةً ، هذا أوضح درايةً ، هذا أوفق بالقياس ، هذا أرفق بالناس .

۵- پانچویں طبقے میں وہ مقلدین ہیں جنہوں نے اقوی، قوی، ضعیف، ظاہر المذہب، ظاہر الروایۃ ، روایاتِ نادرہ میں تمیز کی جیسے شمس الائمہ محمد کردری، جمال الدین حصیری، حافظ الدین نسفی اور دیگر اصحابِ متون: صاحبِ مختار، صاحبِ وقایہ، صاحبِ مجمع وغیرہ۔ان حضرات نے اپنی کتابوں میں مردود اقوال اور ضعیف روایات کو نقل نہیں کیا یہ طبقہ فقہا کے ادنی طبقات میں سے ہے۔

ان کے علاوہ جو حضرات ہیں وہ ناقصین اور طالبین میں داخل ہیں۔ان پر اپنے ہم عصر علما کی تقلید لازم ہے۔نیز ان کے لئے مستقلاً فتوی دینا جائز نہیں، البتہ بطورِ حکایت فتوی دے سکتے ہیں۔

علامہ ابنِ کمال پاشا رومی رحمہ اللہ ۹۴۰ھ نے فقہا کے سات طبقات بیان کئے:

۱-طبقۃ المجتہدین فی الشرع جیسے ائمہ اربعہ اور وہ ائمہ جنہوں نے اپنے مستقل قواعد واصول وضع کئے اور کسی کی تقلید کئے بغیر ادلۂ اربعہ سے احکام وفروع کا استنباط کیا۔

۲-طبقۃ المجتہدین فی المذہب جیسے امام ابو یوسف، امام محمد، اور امام صاحب کے وہ تمام شاگرد جنہوں نے اپنے استاد — امام ابوحنیفہ — کے وضع کردہ قواعد کے مطابق

ادلۂ اربعہ سے احکام کا استخراج کیا۔ اگر چہ بعض فروعات میں انہوں نے امام صاحب کی مخالفت کی، لیکن اصول وقواعد میں امام صاحب کے تابع رہے، اسی وجہ سے یہ حضرات معارضین فی المذہب سے ممتاز ہیں۔

۳-طبقۃ المجتہدین فی المسائل التی لاروایۃ فیہاعن صاحب المذہب جیسے ابوبکر خصاف، طحاوی، ابوالحسن کرخی، السرخسی، الحلوائی، فخرالاسلام بزدوی، قاضی خان وغیرہ۔ ان حضرات نے اصول وفروع میں صاحبِ مذہب کی مخالفت نہیں کی، بلکہ جن مسائل میں صاحبِ مذہب سے کوئی روایت نہ تھی ان میں صاحبِ مذہب کے مقرر کردہ اصول کی روشنی میں احکام کا استنباط کیا۔

فائدہ: خصاف کے متعلق علامہ شامی رحمہ اللہ قاضی خان کے حوالے سے لکھتے ہیں: قال قاضی خان : والخصاف کان کبیراً فی العلم ، یجوز الاقتداء به(١) .

علامہ سرخسی کے بارے میں فرماتے ہیں: الإمام السرخسی من کبار أئمتنا، وھو أعرف من البزازی وغیرہ بلا شكٍ وشبهةٍ (٢). علامہ لکھنوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: شمس الأئمة السرخسی عده ابن کمال پاشا من المجتهدین فی المسائل (٣). اورآپ کی کتاب مبسوط کے متعلق فرماتے ہیں:" إن من کتب مسائل الأصول کتاب الکافی للحاکم الشهید ، وھو کتابٌ معتمدٌ فی نقل المذهب ، شرحه جماعةٌ من المشایخ ، منهم شمس الأئمة السرخسی ، وھو المشهور بمبسوط السرخسی(٤). طرسوی کے حوالے سے فرماتے ہیں: مبسوط السرخسی

---

(١) رد المحتار ، کتاب النکاح ، مطلبٌ الخصاف کبیرٌ فی العلم : ٢٢/٣.

(٢) شفاء العلیل : (١/ ١٥٩)

(٣) السعایه:(٣٢). (٤) .

(٤)شرح عقود رسم المفتی : (٢٠/١)

لا يعمل بما يخالفه ، ولا يركن إلا إليه ، ولا يفتي ولا يعول إلا عليه(١) .

شمس الائمہ حلوائی کے متعلق علامہ شامی فرماتے ہیں:الإمام الحلواني من أجل مشايخ المذهب (٢).

علامہ زمخشری کے متعلق فرماتے ہیں:الزمخشري من مشايخ المذهب ، وهو حجةٌ في النقل (٣):

علامہ لکھنوی رحمہ اللہ التعلیقات السنیہ میں علامہ شمس الائمہ حلوانی کے متعلق علامہ ابنِ کمال پاشا کی عبارت نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں اخی چلپی یوسف بن جنید تو قانی نے ذخیرۃ العقبی میں شمس الائمہ کو مجتہدین میں شمار کیا اور اعتراض ـــــ اگر وہ مجتہدین میں سے تھے تو ان کے لئے دوسروں کی تقلید جائز نہ تھی ـــــ کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں ایک مجتہد کا دوسرے مجتہد کی تقلید کرنے کو ناجائز کہنا قابلِ قبول نہیں ، کیوں کہ امام صاحب سے مروی ہے کہ مجتہد اپنے سے اعلم کی تقلید کرسکتا ہے۔اگر عدمِ جواز کو تسلیم بھی کریں تب بھی اشکال وارد نہیں ہوتا، کیوں کہ یہ ضابطہ مجتہدِ مطلق شافعی ، مالک کے بارے میں ہے۔شمس الائمہ اس کے طرح کے مجتہدِ مطلق نہیں (۴)۔

فائدہ : حَلوانی یاحَلْوائی عمل حلوا کی طرف منسوب ہے(۵)۔التعلیقات السنیہ میں فرماتے ہیں:" بلدةٌ وقريتان ، وتسب إلى الحلاوة شمس الأئمة ، ويقال بهمزٍ بدل النون . اخی چلپی نے منہیاتِ ذخیرۃ العقبی میں حُلوانی کو شہر کا نام بتایا،

(١) شرح عقود رسم المفتي : (٢٠/١) .

(٢) تنبيه الغافل والوسنان على أحكام هلال رمضان : (٢٥٢/١) .

(٣) رد المحتار، كتاب النكاح ، فصلٌ في الحرمات : ٣١/٣.

(٤) التعليقات السنية ، ص : (٩٥).

(٥) الفوائد البهيه ، ص : (٩٥) .

اسی طرح صاحبِ ہدایہ اور بعض شراح نے شہر کا نام بتایا یہ صحیح نہیں (۱)۔

علامہ شامی رحمہ اللہ قاضی خان کے متعلق فرماتے ہیں: إن قاضي خان من أحق من يعتمد على تصحيحه(٢) .

۴- اصحاب التخریج من المقلدین جیسے ابوبکر رازی وغیرہ۔ یہ حضرات اجتہاد پر قادر نہ تھے، لیکن انہوں نے اصول کے احاطے اور مآخذ کے ضبط کی بنا پر صاحبِ مذہب یا صاحب مذہب کے مجتہد اصحاب سے منقول کسی مجمل ذی وجہین قول اور کسی محتمل الامرین حکم میں تفصیل کی۔

۵- اصحاب الترجیح من المقلدین جیسے ابوالحسن قدوری، صاحبِ ہدایہ وغیرہ۔ ان حضرات نے بعض روایات کو بعض پر ترجیح دی۔ علامہ شامی رحمہ اللہ صاحبِ ہدایہ کے متعلق فرماتے ہیں: صاحب الهداية إمامٌ جليلٌ من عظم مشايخ المذهب من طبقة أصحاب التخريج والتصحيح (٣). دوسری جگہ فرماتے ہیں: صاحب الهداية من أجل أصحاب الترجيح (٤). اور آپ کی کتاب مختارات النوازل کے متعلق فرماتے ہیں: "مختارت النوازل كتابٌ مشهورٌ، ينقل عنه شراح الهداية (٥).

فائدہ: علامہ شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: بحر سے معلوم ہوتا ہے کہ محقق ابنِ ہمام اہلِ ترجیح میں سے ہیں، کیوں کہ صاحبِ بحر نے ان کے متعلق فرمایا: "إنه أهلٌ للنظر في الدليل، وحينئذٍ فلنا اتباعه فيما يحققه ويرجّحه من الروايات أو الأقوال ما

(١) التعليقات السنية، ص : (٩٦) .

(٢) شرح عقود رسم المفتي : (١/٣٩) .

(٣) شرح عقود رسم المفتي : (١/٤٩).

(٤) الفوائد المخصصة : (١/ ٦٣).

(٥) شرح عقود رسم المفتي : (١/٤٩) .

لم يخرج عن المذهب ...... وكيف لا يكون أهلاً لذلك ، وقد قال بعض أقرانه ــ وهو البرهان الأنباسی ــ : لو طلبت حجج الدين ما كان فی بلدنا من يقوم بها غيره ." علی مقدسی فرماتے ہیں: ابن الهمام بلغ رتبة الاجتهاد (١).

تنبیہ الولاۃ والحکام میں فرماتے ہیں: المحقق ابن الهمام ، وناهيك به من بطل مقدام ، إذا خرج عن جادة المذهب بحسب ما يظهر له من الدليل لا يتبع (٢).

تنبیہ ذوی الافہام میں فرماتے ہیں: ولا يخفى على ذوی الأفهام علو مرتبة المحقق ابن الهمام من طول باعه وسعة اطلاعه ، وما بالك بإمامٍ له قوةٌ على ترجيح ما خالف المذهب بحسب ما ظهر له من الدليل ، وإن كنا لا نقبله منه ، كما نصَّ عليه تلميذه العلامة قاسم بن قطلوبغا(٣) .

علامہ شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قاسم بن قطلوبغا بھی اسی جماعت میں شامل ہیں، کیوں کہ اپنے رسالے رفع الاشتباہ عن مسئلۃ المیاہ کے شروع میں فرماتے ہیں: لما منع علماؤنا رضی الله عنهم من كان له أهلية النظر من محض تقليدهم على ما رواه الشيخ إلخ تتبعت مآخذهم. رسالے کے آخر میں فرماتے ہیں:" وإنی بحمد الله لأقول كما قال الطحاوی لابن حربويه : لا يقلد إلا عصبیٌّ أو غبیٌّ (٤).

ابوبکر اسکاف اور علامہ ہندوانی رحمہما اللہ کے متعلق ایک مسئلے کی تشریح میں فرماتے ہیں: وكان الإمام أبوبكر الإسكاف والإمام الهندوانی يفتيان به ، فهو

(١) شرح عقود رسم المفتی : ٣٢/١.

(٢) تنبيه الولاة والحكام : ٣٣٥/١.

(٣) تنبيه ذوی الأفهام : ١٤٧/١.

(٤) شرح عقود رسم المفتی : ٣٢/١.

مختارهما ، وهما إمامان جليلان من كبار مشايخ المذهب ، وناهيك بفضلهما (۱).

فائده : بعض حضرات کے متعلق صراحتاً علامہ شامی نے لکھا کہ یہ اصحاب تخریج وتصحیح وغیرہ میں سے نہیں ۔منجملہ ان کے صاحبِ البحر الرائق ہیں ۔علامہ شامی فرماتے ہیں: علامہ بیری کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ صاحبِ بحر بھی مجتہد فی المذہب میں داخل ہیں، کیوں کہ علامہ بیری الاشباہ کی شرح میں ابنِ نجیم کے قول النوع الأول معرفة القواعد التی یرد إلیها وفرّعوا الأحکام علیها ، وهی أصول الفقه فی الحقیقة وبما یرتقی الفقیه إلی درجة الاجتهاد ولو فی الفتوی ، وأکثر فروعاته ظفرت به إلخ کے ضمن میں مجتہد فی المذہب کی تعریف ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں: وفی هذا إشارةٌ إلی أن المؤلف قد بلغ هذه المرتبة فی الفتوی وزیادة ، وهو فی الحقیقة قد منَّ الله تعالی علیه بالاطلاع علی خبایا الزوایا ، وکان من جملة الحفاظ المطلعین ."

لیکن صاحبِ بحر کے قول یجب علینا الإفتاء بقول الإمام الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ صاحبِ بحر اہل النظر فی الدلیل میں سے نہیں، لہذا اگر کسی ایسے قول کی تصحیح کریں جو دوسروں کی تصحیح کے خلاف ہو تو ان کی تصحیح کا اعتبار نہیں، چہ جائیکہ استنباط اور تخریج علی القواعد میں ان کی بات سند ہو اور صاحب بحر کا اس نوع کی اکثر فروعات پر مطلع ہونا اس بات کو مستلزم نہیں کہ انہیں اہلیۃ النظر فی الادلۃ کا مرتبہ دیا جائے جس کے بارے میں بحر سے معلوم ہوتا ہے کہ انہیں حاصل نہیں (۲)۔

---

(۱) الفوائد المخصصة : ۱٦۱/۱ .

(۲) شرح عقود رسم المفتی :(۱/۳۲-۳۳) .

البتہ وہ حضرات جنہوں نے مذہب کے اصولوں کا احاطہ کیا ہو اور فروعات میں بھی مہارت حاصل ہو جیسے صاحب البحر وغیرہ یہ حضرات جس مسئلے میں متقدمین سے کوئی صراحت منقول نہ ہو اس میں بحث کر سکتے ہیں۔ فرماتے ہیں: كم من مسئلةٍ لم يوجد فيها نصٌّ عن المتقدمين يبحثون فى بيانها بحسب ما يظهر لهم وتختلف فيها آرائهم من غير نكيرٍ ، فهذه المسئلة كغيرها من المسائل التى لم يوجد فيها نصٌّ عن المتقدمين ، وقد جرت عادته كغيره ممن له إحاطةٌ بأصول المذهب ومهارةٌ بالفروع البحث فى بعض المسائل كقوله : ينبغى أن يكون الحكم كذا ، ومقتضى القواعد كذا وكذا ، ابن نجيم وأضرابه يقول كذلك فى البحر والأشباه (١).

حصیری کے متعلق ایک مسئلے کی تشریح میں فرماتے ہیں: إن هذه الحيلة لم يقل بها أحدٌ غير الحصيرى فى التحرير ، وإنه إذا تعارض كلامه مع كلام كل الأصحاب لا يفتى به (٢). اسی طرح حدادی کے متعلق تصریح کی کہ الحدادى وأمثاله مقلدون لا يقدرون على الاستنباط ولا على إخراج الصحيح من الفاسد، بل هم ناقلون (٣).

شیخ ابراہیم طرابلسی کے متعلق فرمایا: الشيخ إبراهيم الطرابلسى صاحب الإسعاف ليس من أهل الترجيح والتصحيح ، بل هو من المتأخرين الناقلين ، وإذا عارض كلامه كلام جمهور الشارحين من المتقدمين والمتأخرين ، فالعمل على ما قاله الجمهور (٤). تنبیہ الولاۃ والحکام میں فرماتے ہیں: المحقق ابن الهمام لم يقبل

---

(١) تنبيه ذوى الأفهام على أحكام التبليغ خلف الإمام : ١٤٧/١ .

(٢) رد المحتار : ١٦٠/٥ .

(٣) شفاء العليل :(١٧٩/١) .

(٤) رفع التردد فى عقد الأصابع عند التشهد : (١٢٩/١) .

أبحاث الإمام الطرسوسی صاحب أنفع الوسائل ، وقال عنه : إنه لم يكن من أهل الفقه (١).

صاحبِ عنایہ کے متعلق دم خارج ومخرج کے مسئلے میں فرمایا: ولا يذهب عليك أن تضعيف العناية لا يصادم قول شمس الأئمة (٢).

سابّ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے متعلق صاحب الفتاوی البزازیہ کے متعلق فرماتے ہیں: إلا إذا وجد النقل عن أهل المذهب كأئمتنا الثلاثة أو من بعدهم من أهل التخريج والاستنباط أو أهل الترجيح والتصحيح على ما عرف فی طبقاتهم التی ذكرها ابن الكمال ، وليس البزازی ومن تبعه من أهل ديوان تلك الكتيبة ، بل إن علت رأيتهم فی المبارزة عند اضطراب الأقوال فغاية أمرهم أن نتبعهم فی تقوية أحد قولين مصححين على الآخر(٣).

٦- طبقۃ المقلدین القادرین علی التمیز جنہوں نے اقوی، قوی، ضعیف، ظاہر المذہب، ظاہر الروایۃ، روایاتِ نادرہ میں تمیز کی جیسے شمس الائمہ محمد کردری، جمال الدین حصیری، حافظ الدین نسفی جیسے اصحاب متون معتبرہ: صاحبِ کنز، صاحبِ مختار، صاحب الوقایہ، صاحب المجمع وغیرہ ہیں۔

فائدہ: علامہ نسفی کو ابنِ کمال پاشا نے طبقۃ المقلدین القادرین علی التمیز بین القوی والضعیف میں شمار کیا، جب کہ بعض دیگر حضرات نے انہیں مجتہدین فی المذہب میں شمار کیا اور کہا: إنه اختتم به ، ولم يوجد بعده مجتهدٌ فی المذهب (٤).

---

(١) تنبيه الولاة والحكام : ١/٣٣٥.

(٢) الفوائد المخصصة : ١/٥٨.

(٣) تنبيه الولاة والحكام : ١/٣٣٥.

(٤) التعليقات السنية ، ص : (١٠١).

۷-طبقۃ المقلدین جو ماقبل میں ذکر کردہ کام پر بھی قادر نہیں اور کھرے کھوٹے، دائیں بائیں کی تمیز نہیں کرسکتے، بلکہ انہیں جو کچھ ملتا ہے اسے جمع کرتے ہیں۔

علامہ ہارون بن بہاء الدین نے ناظورۃ الحق میں فقہا کے ذکر کردہ طبقات کو محلِ نظر قرار دیتے ہوئے کچھ قوی اعتراضات کئے جن کا حاصل یہ ہے:

امام ابو یوسف، امام محمد اور امام زفر وغیرہ کے متعلق جو کہا گیا کہ اگر چہ بعض فروعات میں الخ اس کا کیا معنیٰ؟ اگر اصول سے وہ احکامِ اجمالیہ مراد ہیں جن سے اصولِ فقہ میں بحث کی جاتی ہے تو وہ قواعدِ عقلیہ اور ضوابطِ برہانیہ ہیں۔ ہر ذی عقل اور صاحبِ فکر ونظر ان کو جان سکتا ہے، خواہ وہ مجتہد ہو یا نہ ہو۔ اس کا اجتہاد سے بالکل تعلق نہیں جب کہ ائمہ ثلاثہ کی شان اس سے بہت اونچی ہے۔ کیا وہ ان کو نہیں جانتے تھے کہ انہیں تقلید کی ضرورت پڑی؟ یہ حضرات اگر امام مالک و امام شافعی سے بلند پایہ نہیں تو ان سے کم بھی نہیں۔ موافق ومخالف ہر ایک کی زبان زد یہ بات " أبو حنيفة أبو يوسف" یعنی فقاہت میں اعلیٰ درجے پر فائز ابو یوسف ہیں بھی اس کی تردید کرتی ہے۔

ان سب کے مستقل علیحدہ اصول ہیں جو امام ابوحنیفہ کے اصول سے ہٹ کر ہیں اور اصولوں میں بھی ان کا اختلاف ہے۔ امام غزالی تو یہاں تک فرماتے ہیں: إنهما خالفا أبا حنيفة في ثلثي مذهبه . امام نووی نے تہذیب الاسماء واللغات میں ابوالمعالی الجوینی سے نقل کیا: إن كل ما اختاره المزني أرى أنه تخريجٌ ملحقٌ بالمذهب لا كأبي يوسف ومحمد ؛ فإنهما يخالفان أصول صاحبهما .

علامہ شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: والظاهر أن نسبة المسائل المخرجة إلى مذهبه أقرب من نسبة المسائل التي قال بها أبو يوسف أو محمد إليه ؛ لأن المخرجة مبنيةٌ على قواعده وأصوله ، وأما المسائل التي قال بها أبو

يوسف ونحوه من أصحاب الإمام فكثيرٌ منها مبنيٌّ على قواعدَ لهم خالفوه فيها الإمام ؛ لأنهم لم يلتزموا قواعده كلها ، كما يعرفه من له معرفةٌ بكتب الأصول (١).

شرح عقود رسم المفتی میں ایک جگہ تعلیق میں لکھتے ہیں :" إنهم [أصحاب الإمام] خالفوه في بعض الأصول وفي فروعٍ كثيرةٍ جداً (٢).

مزید فرماتے ہیں: عن بعض الأئمة الشافعية كالقفال والشيخ أبي علي والقاضي حسين إنهم كانوا يقولون : لسنا مقلدين للشافعي ، بل وافق رأينا رأيه ، يقال مثله في أصحاب أبي حنيفة مثل أبي يوسف ومحمد بالأولى ، وقد خالفوه في كثير من الفروع ، ومع هذا لم تخرج أقوالهم عن المذهب كما مرَّ تقريره .

وكتب في الهامش : ثم رأيت بخط من أثق به ما نصه : قال ابن الملقّن في طبقات الشافعية : فائدة : قال ابن برهان في الأوسط : اختلف أصحابنا وأصحاب أبي حنيفة في المزني وابن سريج وأبي يوسف ومحمد بن الحسن ، فقيل مجتهدون مطلقاً ، وقيل في المذهبين ، وقال إمام الحرمين : أرى كل اختيار المزني تخريجاً، فإنه لا يخالف أصول الشافعي لا كأبي يوسف ومحمد ، فإنهما يخالفان صاحبهما (٣).

نیز خصاف طحاوی اور کرخی کے متعلق یہ کہنا کہ یہ حضرات اصول وفروع میں امام صاحب کی مخالفت پر قادر نہیں اس کی کچھ حقیقت نہیں، کیوں کہ ان حضرات نے جن مسائل

(١) شرح عقود رسم المفتي : (١/ ٢٥).

(٢) شرح عقود رسم المفتي : (١/ ٣٠) .

(٣) شرح عقود رسم المفتي : ١/ ٣١-٣٢.

میں اختلاف کیا وہ صرف چند گنے چنے مسائل ہی نہیں ، بلکہ ان کی تعداد کہیں زیادہ ہے۔
التعلیقات السنیۃ میں عبید اللہ بن الحسین ابوالحسن کرخی کے تذکرے میں فرماتے ہیں: " ذكره ابن كمال پاشا من المجتهدين في المسائل، وكذا عد الخصاف والطحاوى من هـذه الطبقة ، ونوزع فى ذلك بأن ما خالف هؤلاء الأجلة الإمام أباحنيفة من المسائل كثيرةٌ ، ولهم اختياراتٌ فى الأصول تخالف أصول صاحب المذهب فى كتب الأصول شهيرةٌ ، فكيف يصح جعلهم من هذه الطبقة ، وأولى الوجوه عدُّهم من أصحاب الوجوه (١).

طحاوی کے بارے میں فرماتے ہیں: عدّه ابن كمال پاشا وغيره من طبقة من يقدر على الاجتهاد فى المسائل التى لا رواية فيها ، ولا يقدر على مخالفة صاحب المذهب ، لا فى الفروع ولا فى الأصول ، وهو منظورٌ فيه ؛ فإنَّ له درجةً عاليةً ، ورتبةً شامخةً ، قد خالف بها صاحب المذهب فى كثيرٍ من الأصول والفروع ، ومن طالع شرح معانى الأثار وغيره من مصنفاته يجده يختار خلاف ما اختاره صاحب المذهب كثيراً إذا كان ما يدل عليه قوياً ، فالحق أنه من المجتهدين المنتسبين الذين ينتسبون إلى إمامٍ معينٍ من المجتهدين ، لكن لا يقلدونه لا فى الفروع ولا فى الأصول ، لكونهم متصفين بالاجتهاد ، وإنما انتسبوا إليه لسلوكهم طريقة الاجتهاد ، وإن انحط عن ذلك فهو من المجتهدين فى المذهب القادرين على استخراج الأحكام من القواعد التى قرَّرها الإمام ، ولا تنحط مرتبته عن هذه المرتبة أبداً على رغم من جعله منحطاً ، وما أحسن كلام المولى عبد العزيز المحدث الدهلوى فى بستان

(١) التعليقات السنية ، ص : (١٠٨).

المحدثين حيث قال ما معربه : إن مختصر الطحاوی يدل على أنه كان مجتهداً ، ولم يكن مقلداً للمذهب الحنفی تقليداً محضاً ، فإنه اختار فيه أشياء تخالف مذهب أبی حنيفة لما لاح له من الأدلة القوية . انتهى . وبالجملة فهو فی طبقة أبی يوسف ومحمد لا ينحط عن مرتبتهما على القول المسدد (۱).

ابوبکر رازی جصاص کو ان مقلدین میں شمار کرنا جو اجتہاد پر قادر نہیں ظلم عظیم ہے اور ان کی شان کی تنقیص ہے۔ آپ کی تصانیف اور آپ سے منقول اقوال کو دیکھنے والا بخوبی جانتا ہے کہ جن حضرات کو مجتہدین میں شمار کیا گیا جیسے شمس الائمہ وغیرہ وہ سب ابوبکر رازی کے محتاج ہیں۔ لہذا آپ اس بات کے زیادہ حق دار ہیں کہ آپ کو مجتہدین فی المذہب میں شمار کیا جائے (۲)۔ شمس الائمہ حلوائی ان کے بارے میں فرماتے ہیں: "هو رجلٌ كبيرٌ معروفٌ فی العلم ، وإنا نقلده ونأخذ بقوله." الکشف الکبیر سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ابوالمنصور ماتریدی سے بھی افقہ ہیں۔

حلوائی ، بزدوی ، قاضی خان وغیرہ جنہیں مجتہدین فی المسائل میں شمار کیا ان کا سلسلۂ علم ابوبکر رازی سے جا ملتا ہے۔ شاید ابنِ کمال پاشا کی نظر فقہا کے قول: كذا فی تخريج الرازی پر گئی تو انہوں نے یہ سمجھا کہ ان کا کام تخریج ہی ہے۔ اسی لئے انہیں اصحاب التخریج میں شمار کیا۔

اسی طرح قدوری اور صاحبِ ہدایہ کو اصحاب الترجیح میں داخل کرنا اور قاضی خان کو مجتہدین فی المسائل میں شمار کرنا بھی قابلِ تعجب ہے، کیوں کہ قدوری تو شمس الائمہ سے نہ صرف متقدم ہیں، بلکہ علم میں بھی اُن سے بلند پایہ ہیں، اور قاضی خان سے بطریقِ اولی بلند

---

(۱) التعليقات السنية ، ص : (۱۳ – ۳۲).

(۲) الفوائد البهيه، ص : (۲۷).

مرتبہ ہیں(۱).

صاحبِ ہدایہ کے بارے میں خود ان کے ہم عصر علما کی گواہی ہے جسے صاحب الجواہر نے نقل کیا:" إنـه أقرَّ لـه أهـل عصره بالفضل والتقدم كالإمام فخر الدين قـاضـي خـان وزيـن الـعتـابي وغيرهما ، وقالوا : إنه فاق على أقرانه حتى على شيوخه في الفقه " تو آپ کی شان کس طرح قاضی خان سے کم ہے؟ بلکہ آپ قاضی خان سے زیادہ اجتہاد فی المسائل کے حق دار ہیں۔

طبقات المسائل

فقہ حنفی میں موجود مسائل تین قسم کے ہیں:

۱- مسائل الاصول انہیں ظاہر الروایہ سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔ یہ وہ مسائل ہیں جو ائمۂ ثلاثہ: امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد تینوں یا ان میں سے کسی ایک کا قول ہو اور یہ مسائل امام محمد کی درجِ ذیل کتب میں ہیں: الجامع الصغیر، الجامع الکبیر، السیر الصغیر، السیر الکبیر، الزیادات، المبسوط.

۲- مسائل النوادر ان کی تین قسمیں ہیں:

وہ مسائل جو ائمۂ ثلاثہ سے مروی تو ہیں، لیکن امام محمد کی مذکورہ چھ کتب کے علاوہ میں ہیں جیسے کیسانیات، ہارونیات، جرجانیات، رقیات

یا امام محمد کے علاوہ دیگر ائمہ کی کتب میں ہیں جیسے کتاب المجرد للحسن بن زیاد، کتاب الأمالی لابی یوسف

(۳) كذا في الفوائد البهية، ص : (۳۰).

یا پھر روایاتِ مفردہ: روایتِ ابنِ سماعہ، روایتِ معلّٰی بن منصور وغیرہ سے ثابت ہیں۔

علامہ طاش کبری فرماتے ہیں امام محمد کی مبسوط کو اصل سے، مبسوط، زیادات، جامع صغیر وکبیر کے مسائل کو روایۃ الاصول، مبسوط، جامع صغیر، سیر کبیر کے مسائل کو ظاہر الروایۃ ومشہور الروایۃ سے نوادر، جرجانیات، الکیانیات ہارونیات، رقیات کے مسائل کو غیر ظاہر الروایہ اور بعض الروایہ سے تعبیر کرتے ہیں (۱)۔

فائدہ: علامہ طاش کبری فرماتے ہیں بعض کتابوں میں الکیسانیات لکھا ہے اور اس کی تاویل یوں کرتے ہیں کہ امام محمد نے کیسان نامی شہر میں انہیں جمع کیا تھا یہ درست نہیں۔ یہ لفظ کیانیات ہے اور امام محمد نے ان مسائل کو کیان نامی شخص کے لئے جمع کیا تھا (۲)۔

۳- فتاوی وواقعات۔ یہ وہ مسائل ہیں جنہیں مجتہدینِ متأخرین: عصام بن یوسف، ابنِ رستم، محمد بن سماعہ، ابو سلیمان جوز جانی، ابو حفص بخاری اور بعد والوں جیسے: محمد بن مسلمہ، محمد بن مقاتل، نصیر بن یحیی، ابو النصر قاسم بن سلام وغیرہ نے اصحابِ مذہب سے روایت نہ ہونے کی بنا پر استنباط کیا۔ سب سے پہلے ان فتاوی کو ابو اللیث سمرقندی نے کتاب النوازل میں جمع کیا۔ اس کے بعد دیگر مشائخ نے بھی ان کے جمع کرنے کا التزام کیا جیسے مجموع النوازل، الواقعات للناطفی، الواقعات للصدر الشہید۔

پھر متأخرین نے ان تمام مسائل کو خلط کر کے یکجا کیا جیسا فتاوی قاضی خان اور خلاصہ وغیرہ میں ہے۔ جب کہ بعض حضرات نے ان مسائل میں تمیز کا التزام کیا جیسے رضی الدین السرخسی نے کتاب المحیط میں کیا کہ پہلے مسائل الاصول کو ذکر کیا، پھر النوادر،

---

(۱) مفتاح السعادة: (۳۳۷/۲).

(۲) مفتاح السعادة: (۳۳۷/۲).

پھر فتاوی کا ذکر کیا۔ یہ بہت عمدہ ترتیب ہے(۱)۔

فقہ حنفی میں موجود مسائل کے متعلق تبصرہ کرتے ہوئے علامہ شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: المسائل الفقهية إن كان مأخذها معلوماً مشهوراً من الكتاب والسنة والإجماع فلا نزاع فيها لأحدٍ ، وإلا بأن كانت اجتهاديةً ينظر إن نقلها مجتهدٌ لزم اتباعه بلا مطالبة دليلٍ ، وإلا فإن نقلها عن مجتهدٍ وأثبت نقله فكذلك ، وإلا فإن كان ينقل من قبل نفسه أو من مقلدٍ اخر أو أطلق فإن بيَّن دليلاً شرعياً فلا كلام ، وإلا ينظر فإن وافق الأصول والكتب المعتبرةَ يجوز العمل به ، وينبغي للعالم أن يطلب الدليل عليه ، وإن خالف ما ذكر فلا يلتفت إليه ، فقد صرَّحوا أن المقلد إن أفتى بلا نقلٍ عن المعتبرات فلا ينظر إلى فتواه (۲).

فائدہ : نقل کا اطلاق ان مسائل پر ہوتا ہے جو صاحبِ مذہب یا اصحاب التخریج، اصحاب الترجیح وتصحیح سے منقول ہوں۔ علامہ شامی رحمہ اللہ ایک مسئلے کی تشریح میں اپنے بعض ہم عصر علما پر رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں: النقل ما يكون عن صاحب المذهب أو عن صاحب التخريج والتصحيح والترجيح والإثبات والمنع ، وإذا أراد بالنقول ما ذكر الخيري وشيخه فهذا أشد خطاء (۳).

---

(۱) شرح عقود رسم المفتي : (۱۷/۱)

(۲) شفاء العليل : (۱۷۹/۱) .

(۳) غاية البيان فی أن وقف الإثنين على أنفسهما وقفٌ لا وقفان :۵۵/۲.

اقسام فقہ

حضراتِ متقدمین فقہ کی چار اقسام بیان کرتے ہیں: عبادات ، معاملات ، عقوبات، حلال وحرام۔

عبادات: اس سے مراد مکلّف کا وہ فعل ہے جو اللہ رب العزت کی تعظیم اور ثواب کی طلب میں کیا جائے۔ عبادات کی مختلف تقسیمات کی جاتی ہیں:

قسمِ اول: عباداتِ بدنیہ جیسے نماز، روزہ وغیرہ۔ مالیہ جیسے زکوٰۃ۔ مرکب من البدنی والمالی جیسے حج۔

قسمِ دوم: عباداتِ مقصودہ جیسے عباداتِ اربعہ مذکورہ، نذر، تلاوتِ قرآن، جہاد۔ غیر مقصودہ جیسے وضو، اضحیہ۔

قسمِ سوم: عباداتِ خالصہ جیسے نماز، غیر خالصہ جیسے صدقۃ الفطر کہ عبادت کے ساتھ اس میں مؤنت کا پہلو بھی ہے اور عشر کہ مؤنت کے ساتھ اس میں عبادت کا معنیٰ بھی پایا جاتا ہے۔ اسی طرح کفارات کہ عبادت کے ساتھ ان میں عقوبت کا معنیٰ بھی موجود ہے۔

معاملات: ان سے مراد وہ تصرفات ہیں جن کا محل مال ہو جیسے معاوضات، تبرعات، الشرکات، الأمانات، العقود التوثیقہ، الضمانات۔ انہیں معاملاتِ مالیہ بھی کہتے ہیں۔

مناکحات: عائلی مسائل: اس سے مراد نکاح وغیرہ کے احکام ہیں۔ ان کے ساتھ ساتھ طلاق، ثبوتِ نسب بھی اس میں داخل ہیں۔ انہیں الأحوال الشخصیۃ بھی کہا جاتا ہے۔

(ب): الأقضیہ: باہمی نزاع میں فیصلوں کے مسائل۔ اسی طرح قضا، طرقِ قضا،

تحکیم، صلح وغیرہ کے مسائل بھی اسی عنوان کے تحت آتے ہیں۔

د: میراث وترکے کے مسائل بھی اس عنوان میں شامل ہیں۔

عقوبات: اس سے مراد حدود وقصاص، تعزیر وغیرہ ہیں۔ السیاسۃ الشرعیۃ (جنایات) بھی اس میں داخل ہیں۔

حلال وحرام : یعنی افعال واقوال: کھانے پینے، دیکھنے چھونے، طہارت ونجاست وغیرہ میں کیا کیا حلال ہے اور کیا کیا حرام ہے؟ اسے الحظر والإباحۃ بھی کہتے ہیں۔

فائدہ: عبادات ومحرمات کے مجموعے کو دیانات سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔

جدید تقسیم میں بعض حضرات نے نو مرکزی عنوان قرار دیئے جن کی تفصیل درجِ ذیل ہے۔

۱- العبادات: یعنی الأحکام المتعلقة بعلاقة الإنسان بربه عزوجل. فقہی احکام کا وہ حصہ جو خالص اللہ اور بندے کے درمیان تعلقات کو منضبط کرتا ہے۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، قربانی، طہارت وغیرہ کے مباحث اس میں شامل ہیں۔

۲- مناکحات/الأحوال الشخصية :یعنی الأحکام المتعلقة بالأسرة بالفاظِ دیگر خاندانی وعائلی مسائل۔ یعنی خاندان کے بننے بگڑنے سے متعلق قانون۔ اس میں نکاح، طلاق، نفقہ، حضانت، وصیت، وراثت وغیرہ شامل ہیں۔ وراثت کے شعبے نے اپنی اہمیت کی وجہ سے ترقی کر کے ایک جداگانہ علم کی حیثیت دورِ صحابہ ہی میں اختیار کر لی تھی اور اس کا نام علم الفرائض خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تجویز فرمایا۔

۳- المعاملات :یعنی ریاست کے اندر مختلف افراد کے ایک دوسرے سے تعلقات کو مرتب اور منضبط کرنے والا قانون۔ اس میں خرید وفروخت، انتقالِ جائیداد، معاہدے اور دوسرے تمام دیوانی معاملات اور لین دین کی ساری قسمیں شامل ہیں۔ گویا یہ

اسلام کا سول لا ہے۔

۴-السیاسة الشرعیة/ الأحکام السلطانیة: یعنی فقہ اسلامی کا وہ شعبہ جو ایک طرف افراد اور ریاست کے تعلقات کو منضبط کرتا ہے اور دوسری طرف ریاست کے اہم اداروں کی کارکردگی اور طریقہ کار سے بھی بحث کرتا ہے۔ یہ گویا اسلام کا دستوری اور انتظامی قانون ہے اس پر الگ سے کتابیں دوسری صدی ہجری کے اواخر سے ہی آنے لگی تھیں۔ امام ابو یوسف (ت۱۸۲ھ) کی کتاب الخراج اگرچہ مالیات کے موضوع پر ہے، لیکن اول تو خود مالیاتِ عامہ کی بحث اہم دستوری مسائل میں شمار ہوتی ہے۔ دوسرے خود کتاب الخراج میں اہم دستوری بحثیں بھی موجود ہیں۔ اس اعتبار سے کہا جاسکتا ہے کہ اسلام کے دستوری قانون پر پہلی کتاب کتاب الخراج ہے۔ اس موضوع پر دوسری اہم کتابوں میں علی بن محمد بن حبیب الماوردی (ت۴۵۰ھ) کی الاحکام السلطانیة، قاضی ابو یعلی (ت۴۵۸ھ) کی الاحکام السلطانیة، علامہ ابنِ تیمیہ (ت۷۲۸ھ) کی السیاسة الشرعیہ شامل ہیں۔

۵-العقوبات/ جنایات الاسلام: یعنی اسلام کا فوجداری قانون یا جرائم پیشہ افراد کی سزا اور اصلاحِ معاشرہ کے احکام۔ اس کے اہم مباحث میں حدود، تعزیرات، قصاص، دیت، قسامت اور ارش شامل ہیں۔

٦- السیر / الحقوق الدولیة : الأحکام التی تنظم علاقة الدولة الإسلامیة بالدول الأخری وتؤلف نظام السلم والحرب . یعنی فقہ اسلامی کا وہ حصہ جو مختلف ریاستوں یا دوسری بین الاقوامی شخصیتوں اور اسلامی اہلیت کے درمیان تعلقات سے بحث کرتا ہے۔ اس کے اہم مباحث یہ ہیں: مملکتوں اور ریاستوں کی قسمیں اور نوعیتیں، معاہدات، صلح وجنگ، جہاد، غیر جانبداری (اعتزال) محاربین، مرتدین، مستأمنین، اہلِ ذمہ، معاہدین وغیرہ۔ سیر نے دوسری صدی ہجری کے اوائل سے ہی ایک

جداگانہ علم کی حیثیت اختیار کرلی تھی۔امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے سب سے پہلے اس موضوع پر کتاب لکھی، ان کی اصل کتاب تو ہم تک نہ پہنچ سکی۔ان کے شاگرد امام محمد بن الحسن الشیبانی (ت ۱۸۹ھ) کی دو مشہور کتابوں: کتاب السیر الصغیر اور کتاب السیر الکبیر کے ذریعے ان کے خیالات اور اجتہادات ہم تک پہنچ گئے۔اس موضوع پر دوسری صدی ہجری کے جن متعدد فقہا نے قلم اٹھایا ان میں امام شافعی، امام اوزاعی، امام ابو یوسف اور واقدی وغیرہ شامل ہیں۔

۷-الحظر والإباحۃ: افعال وغیرہ میں حلال وحرام کے مسائل۔

۸-الآداب: مروّت، حسن خلق، بداخلاقی وغیرہ کے مسائل۔

۹-القضاء: وہ مسائل جن کا تعلق حقوق کی پاسداری اور باہمی نزاع کے تصفیے سے ہو۔یعنی اسلام کا قانونِ عدالت وضابطہ۔اس میں حسبِ ذیل مباحث شامل ہیں: نظامِ قضا، ثبوت اور گواہی، دعوی اور اس کے متعلقات، مقدمات اور ان کی سماعت، فیصلہ کیسے کیا جائے؟ نیم عدالتی ادارے مثلاً احتساب، مظالم، افتا وغیرہ۔

☆☆☆☆☆

هدایات برائے مطالعہ

جو اصول وضوابط عام طور پر دیگر کتب کے مطالعے کے لئے ہیں وہی اصول وضوابط یہاں بھی بروئے کار لائے جائیں، البتہ بطورِ خاص شامیہ کے مطالعے کے متعلق درجِ ذیل ہدایات پر بھی عمل کیا جائے۔

☆......اپنی ذاتی کتاب خریدیں، کیوں کہ مطالعے کے دوران کتاب پر کچھ یاداشتیں لکھنے یا نشان وغیرہ لگانے کی ضرورت پڑتی ہے اور وقف کی کتابوں پر اس قسم کا تصرف کرنا شرعاً جائز نہیں۔

☆......عموماً شامیہ کا مقدمہ درساً پڑھایا جاتا ہے اور مطالعے کی ابتدا کتاب الطہارۃ سے ہوتی ہے۔ شروع شروع میں ردالمحتار کا انداز سمجھنے کے لئے توجہ اور محنت کی ضرورت ہے۔

☆......کیوں کہ بنیادی طور پر یہ حاشیہ ہے جس میں شرح کی انہی باتوں کی تشریح ہے جنہیں علامہ شامی رحمہ اللہ نے قابلِ تشریح جانا، اسی وجہ سے کتاب کی عبارت مسلسل معلوم نہیں ہوتی۔

☆......علاوہ ازیں بسا اوقات علامہ شامی رحمہ اللہ ایک مسئلے کے متعلق مختلف کتابوں سے دو تین قسم کی آرا نقل کرتے ہیں یا پھر شرح کے قول کی تائید میں عبارات نقل کرنے کے بعد لکن حرفِ استدارک سے ان عبارات کو نقل کرتے ہیں جو پہلی عبارت کے مخالف ہوتی ہیں ایسے مقامات میں خوب غور وفکر کی ضرورت ہے تاکہ علامہ شامی رحمہ اللہ کے رجحان کا اندازہ ہو سکے۔

☆......کبھی کتابت کی اغلاط کی وجہ سے عبارت کافی الجھاؤ کا باعث ہوتی ہے۔

خاص کر متداول نسخوں: یعنی ایچ ایم سعید سے شائع شدہ اوراسی طرح مکتبہ رشیدیہ سے شائع بارہ جلدوں پر مشتمل شامیہ میں کچھ اغلاط تو کتابت کی ہیں اور کچھ علاماتِ ترقیم کے بے محل استعمال کرنے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں۔ ایسے مواقع میں دیگر نسخوں کی طرف مراجعت کی جائے تو کافی حد تک الجھاؤ دور ہوجاتا ہے۔

☆......اگر علامہ شامی رحمہ اللہ کی جس عبارت میں ابہام (۱) ہو وہ کسی اور کتاب سے منقول ہے مثلاً البحر الرائق یا تبیین الحقائق وغیرہ تو ایسی صورت میں اصل کتاب کی مراجعت بھی حل میں معاون ثابت ہوتی ہے۔

☆......مطالعہ کرتے وقت پہلے متن وشرح: تنویر الابصار اور الدر المختار کو اچھی طرح حل کریں۔ پھر حاشیہ ابنِ عابدین کی روشنی میں اسے دوبارہ دیکھیں اور ہر مسئلہ پڑھتے وقت یہ تصور کریں کہ اگر کسی وقت یہ مسئلہ کہیں بتانا پڑ جائے تو پوری وضاحت کے ساتھ بتایا جاسکے۔ اس طرح سمجھ کر مطالعہ کرنے سے مسائل کافی دیر تک از بر رہتے ہیں۔

☆......علامہ شامی رحمہ اللہ فقہ کے علاوہ باقی فنون سے بھی بھر پور استفادہ کرتے ہیں۔ لہٰذا اگر دورانِ مطالعہ فقہ کے علاوہ کسی اور فن مثلاً: صرف نحو، منطق یا بلاغت کی بحث آئے تو حتی الامکان اسے حل کرنے کی کوشش کریں۔ اگر مشکل پیش آئے تو اسے نشان زد کر کے آگے بڑھ جائیں تاکہ مقصود میں اس کی وجہ سے خلل نہ آئے، یعنی مطالعے کا تسلسل برقرار رکھیں۔

☆...... اسی طرح مطالعے کے دوران مغلق مقامات کو کسی حد تک از خود حل کرنے کی کوشش کریں۔ اگر کوشش کے باوجود بھی حل نہ ہو تو اس کو نشان زد کر کے وہاں

---

(۱) ایسے کچھ ابہامات کی نشان دہی دکتور حسام الدین فرفور کی زیرِ نگرانی شائع ہونے والے نسخے کی ساتویں جلد کے آخر میں القسم الاول فی العبادات کے عنوان کے تحت کی گئی ہے۔

موجود اشکال یا شبہے کو حاشیہ پر تحریر کر کے مطالعے کا تسلسل برقرار رکھیں ــــ یہ اسی وقت ممکن ہے جب ذاتی نسخہ ہو، کیوں کہ وقف نسخے پر مطالعہ کرنے والا ہر طالب علم اس قسم کے نشانات لگائے تو کچھ عرصے بعد کتاب کا کافی حصہ مخطوط ہو جائے گا ــــ اور جب ایسے مقامات دس بارہ ہو جائیں تو کسی فارغ وقت میں متعلقہ اساتذہ یا دیگر اساتذہ سے ان کے متعلق مشاورت کریں اور انہیں حل کریں۔ اس طرح ان کی بات جلد سمجھ آئے گی۔ اگر ان کی بات آپ کی سمجھ سے جدا ہو تو پھر اپنا اشکال پیش کر کے تشفی کرنی چاہیے۔ اگر استاد کی رائے آپ کی رائے کے موافق ہو تو اس میں خود اعتمادی بھی حاصل ہو گی۔

☆......شامیہ کے حاشیہ پر اور بعض نسخوں میں ہر جلد کے آخر میں تقریراتِ رافعی کے نام سے علامہ رافعی رحمہ اللہ کے کچھ استدراکات، تائیدات اور توضیحات وغیرہ ہیں۔ علامہ رافعی نے شامیہ کا کئی بار بغور مطالعہ کیا اور ہر بار مطالعے کے دوران مختلف فوائد وغیرہ تحریر کرتے رہے۔ ان فوائد سے شامیہ کی جامعیت میں مزید اضافہ ہو گیا، لہٰذا ان کا مطالعہ بھی لازمی کیا کریں، کیوں کہ بسا اوقات فتویٰ دینے میں علامہ رافعی کی تحریر پر اعتماد کرنا پڑتا ہے۔

☆......مطالعے کے دوران کوئی ایسا مسئلہ آئے جس کا تعلق کسی اور باب سے ہو تو اس پر خصوصی توجہ دی جائے کہ یہ کس مناسبت سے آیا ہے تاکہ تمرین کے وقت مظان کی تعیین میں مدد مل سکے۔ اگر ہو سکے تو بیاض میں ان مسائل کی فہرست بنائی جائے جنہیں علامہ شامی رحمہ اللہ نے غیر مظان میں بھی ذکر کیا۔

☆......کبھی کسی مسئلے میں کچھ تفصیل یا وضاحت ہوتی ہے تو اسے آئندہ آنے والی ابحاث میں ذکر کرتے ہیں اور کبھی گزشتہ ابحاث کے متعلق فرماتے ہیں کہ وہاں بھی دیکھ لیا جائے۔ مثلاً کما مرّ و یأتی اس طرح کے مقامات میں گزشتہ اور آئندہ جہاں بھی وہ بحث ہو اس کی نشان دہی اسی مقام پر کی جائے۔

☆......نصابِ مطالعہ میں شامیہ کے کچھ ابواب کا استثنا کیا گیا۔اس استثنا کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ان کا مطالعہ مفید نہیں، بلکہ استثناء کی وجہ اس مختصر دورانیے میں الاہم فالاہم کے ضابطے پر عمل کرنا ہے۔لہذا اگر ممکن ہو تو ان مستثنیات کا مطالعہ بھی کریں۔

☆......مطالعے کے مقررہ اوقات میں مطالعہ ہی کریں۔ان اوقات میں استفتا حل نہ کئے جائیں اور نہ ہی کسی دیگر مشغولیت میں مصروف ہوں۔ان اوقات میں اپنی نشست سے غائب ہونا ہرگز مناسب نہیں۔

☆......نصابِ مطالعہ کے اعتبار سے سالِ اول کے لئے تعلیمی سال کے پانچ حصے اور سالِ دوم کے لئے چار حصے کئے گئے۔ان حصوں میں اس نصاب ومقدار کا مطالعہ ضروری ہے جو اس کے لئے مقرر ہے۔اگر سابقہ حصے کی کچھ مقدار باقی رہ گئی تو مطالعے کا دورانیہ بڑھا کر اس کی تلافی کی کوشش کریں۔

☆......مطالعہ کرتے وقت اپنے ساتھ کوئی رجسٹر وغیرہ بھی رکھیں جس میں فقہی ترتیب سے ابواب بنائیں اور اہم جزئیات کو متعلقہ ابواب میں لکھیں اور دورانِ مطالعہ اس میں اہم مسائل، قواعد وغیرہ لکھتے رہیں۔اسی طرح تمرین کے دوران جب مختلف کتب سے مراجعت کرنی پڑتی ہے تو اس وقت بھی اس بیاض میں اہم اور ضروری یادداشتیں: مسائل وغیرہ تحریر کریں یا کم از کم مسئلے کا مختصر عنوان لکھ کر اس کا حوالہ لکھ لیں۔جو بحث تفصیلی ہو اس کا خلاصہ اپنے الفاظ میں اردو یا عربی میں لکھیں۔متخصص کے لئے اس قسم کی بیاض بہت مفید ہے۔

☆......کسی بھی باب کے مطالعے سے پہلے اگر اس کے متعلق کوئی شائع شدہ رسالہ ہو تو اس کا مطالعہ کرنا یا نصابِ مطالعہ میں موجود اردو فتاوی کے اسی باب کا مطالعہ کرنا بہت مفید ہوتا ہے، مثلاً: کتاب الحیض کا مطالعہ کرنے سے پہلے احکامِ حیض پر مطبوع

رسالے کا مطالعہ کافی مفید ہے۔

☆......شامیہ کے مطالعے کے ساتھ ساتھ ادارے کی طرف سے مقرر کردہ اردو فتاوی کا مطالعہ بھی جاری رکھیں۔ اردو فتاوی کو مطالعے میں شامل کرنے کا مقصد یہ نہیں کہ اسے محض نصاب کا حصہ سمجھ کر ختم کیا جائے، بلکہ اس کے مختلف مقاصد ہوتے ہیں مثلاً:

۱-عبارت سے استخراج مسائل کا ملکہ ۲-، سائل کے سوال کی منشأ سمجھنا، ۳-جواب کے انداز اور اسلوب کی معرفت کہ کہیں تو اختصار کیا جاتا ہے اور کہیں تفصیل، کہیں عقلی دلیل کا التزام کیا جاتا ہے اور کہیں نقلی عقلی دونوں کو ذکر کیا جاتا ہے۔ کہیں جواب علی اسلوب الحکیم ہوتا ہے۔

۴-موضوع سے متعلق جدید احکام، عرف وغیرہ کی پہچان بھی اردو فتاوی کی وجہ سے ہوتی ہے۔

۵-سوال کا تجزیہ اور جواب دیکھنے سے پہلے اس کے ممکنہ جواب کے بارے میں غور بھی کافی اہم ہوتا ہے۔

۶-اردو فتاوی کا مطالعہ تمرین میں لکھی جانے والی تعبیر کے لئے بھی مد ہوتا ہے۔

۷-اسی طرح اگر ایک مسئلے کے متعلق کتبِ فقہ میں مختلف اقوال ہوں تو اکابرین کے فتاوی سے ترجیح کے متعلق راہنمائی بھی مل جاتی ہے۔

☆......اگر کبھی اکتاہٹ محسوس ہو تو اردو فتاوی کی فہرستوں کا مطالعہ کیا کریں۔

☆......فقہی ابواب کے متعلق مطبوعہ رسائل خواہ مستقل مطبوع ہوں یا کسی اردو فتاوی کے ضمن میں ہوں ان کی معلومات خاص طور پر تحقیق کا اسلوب بہت کارآمد ثابت ہوتا ہے۔ درس گاہ کے مستعد ساتھیوں اور اساتذہ سے اس بارے میں راہنمائی لیتے رہنا مفید ہے۔

☆......تخصص فی الفقہ اساتذہ کرام کی صحبت، تربیت اور تصحیح کے درمیان بار بار

تحقیق وجستجو، استاد کے زبانی ارشادات، متعارض عربی وار دو عبارات وفتاوی کا حل، عبارات سے استخراجِ مسائل، عبارت بنانے کا طریقہ اور استاد کے مزاج تفقہ سے حاصل ہوتا ہے۔ اور اس مقصد میں مطالعے کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ مطالعے میں مزید بہتری پیدا کرنے کے لئے تفنن کے طور پر تمرین کا بھی اہتمام کیا جاتا ہے۔ تمرین کی وجہ سے مطالعے کی اہمیت مزید بڑھ جاتی ہے، کیوں کہ جواب میں صرف اردو تعبیر پر ہی اکتفا نہیں کیا جاتا، بلکہ حوالہ بھی دیا جاتا ہے اور حوالہ دینے کے لئے مظان کی تعیین بنیادی شرط ہے اور اس کا دارومدار تیقظ وبیدار مغزی سے مطالعہ ہے۔ لہذا متخصصین کو چاہیے کہ مطالعے سے اعراض کرتے ہوئے صرف فتوی نویسی میں مشغول نہ ہوں، کیوں کہ فنِ فتوی نویسی سے کتابتِ فتوی کا طریقہ معلوم ہوتا ہے جب کہ انہماک سے مطالعہ کیا جائے تو زیادہ سے زیادہ جزئیات کا احاطہ ہوتا ہے۔ فتوی نویسی میں کلیتاً مشغولیت اور مطالعے سے اعراض مقصود میں خلل کا باعث ہے۔

☆...... مطالعے کے دوران ہر اس چیز سے احتراز کریں جو مطالعے میں مخل ہو، خاص طور پر دوسروں کے مطالعے میں مخل اشیا سے بالکل اجتناب کیا جائے۔ اور موبائل فون کی گھنٹی بند رکھی جائے۔

☆...... استاد کی عدم موجودگی میں درس گاہ کے تقدس واحترام کو ملحوظ رکھا جائے۔

☆......آغاز سے ہی اپنی ترتیب بنالی جائے کہ روزانہ شامیہ کے کم از کم آٹھ، دس صفحے مطالعہ کرنے ہیں اور بعد میں جب کتاب سے کچھ مناسبت پیدا ہو جائے تو اس مقدار میں اضافہ کیا جائے تاکہ نصاب بروقت ختم ہوسکے اور مستثنیات کے مطالعے کا بھی موقع مل جائے۔

جو کتابیں درساً پڑھائی جاتی ہیں ان کے اسباق کے بعد فوراً اپنی نشست پر بیٹھنے کا اہتمام کریں اور اپنے وقت کو قیمتی بنائیں۔

ھدایات برائے تحقیقی سوال

شرکائے تخصص کو ابتدائی دنوں میں تحقیق کے لئے ایک سوال دیا جاتا ہے جس میں انہیں پابند بنایا جاتا ہے کہ ادارے میں موجود تمام فقہی کتابوں سے حوالہ جات لکھنے کا التزام کریں اور آخر میں بحث کا خلاصہ تحریر کریں۔اس سوال کا مقصد طریقۂ تخریج، کتابوں سے مناسبت اور اسلوبِ تحریر سے واقفیت حاصل کرنا ہے۔علاوہ ازیں ایک مسئلے کے متعلق ایک سے زائد عبارت پیش کرنا بنیادی طور پر تحقیق کا حسن ہے جو محقق کو اپنانا چاہیے۔

ذیل میں اس سوال کو حل کرنے کے لئے چند ہدایات لکھی جاتی ہیں۔

☆- پہلے تحقیق کی کچھ مبادیات پڑھائی جائیں کہ تحقیق کا مطلب کیا ہے؟ محقق کو کن چیزوں کا لحاظ کرنا چاہیے؟ اور کن چیزوں سے احتراز کرنا چاہیے وغیرہ۔ پھر طلبا سے تحقیقی سوالات کی صورت میں مشق کرائی جائے۔

☆- دیئے گئے سوال کی تحقیق کے لئے مطبوعہ کتب کے ساتھ ساتھ مخطوطات سے بھی استفادہ کیا جائے اگر میسر ہوں۔

☆- طریقہ حل: ا-سوال پر انتہائی توجہ وغور کر کے اسے سمجھا جائے کہ سائل کا منشأ کیا ہے؟ سوال میں قابلِ تحقیق اور قابلِ تنقیح امور کو الگ کیا جائے۔آخر میں غور کر کے یہ طے کیا جائے کہ میں نے کن کن نکات پر تحقیق کرنی ہے۔۲-اس کے بعد قابلِ تحقیق نکات سے متعلق مستقل کتب ورسائل اور اس کے بعد دیگر کتب میں منتشر ابحاث کو معلوم کیا جائے۔۳-پھر مقصود پر دلالت کرنے والی تمام عبارات کو جمع کر کے ان میں اچھی طرح غور کریں۔اگر کسی عبارت میں کسی قید کا اضافہ ہو تو اسے نشان زد کریں اور آخر میں ان تمام قیود وشرائط کو سامنے رکھتے ہوئے تمام عبارات کا حاصل ونچوڑ مختصر الفاظ میں تحریر کریں۔ ہر عبارت کے بعد اپنے الفاظ میں تجزیہ نہ کریں، بلکہ تمام عبارات کا حاصل ونچوڑ آخر میں تحریر

کریں۔اگر عبارات کا حاصل مختلف ہو تو اتنا لکھ دیں کہ مسئلے کے متعلق فلاں فلاں حضرات کی یہ رائے ہے جب کہ اس کے بالمقابل دوسرے حضرات مثلاً فلاں،فلاں کی رائے یہ ہے اور ترجیح اس رائے کو ہے اور وجوہِ ترجیح کو بھی لکھا جائے۔

عبارات نقل کرنے میں اس بات کا اہتمام کریں کہ ہر عبارت الگ پیرا گراف میں ہو اور اس پر نمبر لگائیں اور حاصل لکھتے وقت بریکٹ میں اشارہ کر دیں کہ مثلاً نمبر۲ عبارت کے مطابق یہ حکم ہے وغیرہ۔

☆- اگر کہیں درود شریف،کلمہ ترضی وترحیم لکھنے کی ضرورت ہو تو اس میں ترخیم ہرگز نہ کریں مکمل لکھیں،یعنی رض،ص،اور رح پر اکتفا نہ کریں۔

☆- چونکہ اس سوال کے جواب میں عبارات کا حوالہ بھی دیا جاتا ہے،اس لئے حوالہ دینے کا طریقہ بھی واضح کیا جاتا ہے تاکہ آئندہ تمرین میں دشواری نہ ہو۔

☆......کتاب کا حوالہ عبارت کے متصل بعد نہ لکھیں، بلکہ بعد والی لائن میں اس طرح لکھیں کہ پہلی نظر میں ہی معلوم ہو جائے کہ یہ منقولہ عبارت کا حصہ نہیں بلکہ حوالہ ہے۔

☆......حوالہ دینے کے لئے مصنفِ کتاب کا مکمل نام لقب مع شہرت لکھ کے، اس کی سنِ وفات ذکر کریں۔مؤلف کتاب کے نام کی تعیین اور سنِ وفات کی تحقیق اچھی طرح غور کر کے لکھیں۔عموماً کتب کے شروع میں ناشرین یا محققین،مؤلفین کے مختصر احوال ذکر کرتے ہیں،اس سلسلے میں ان سے استفادہ کیا جاسکتا ہے۔بسا اوقات مطبوعہ کتب کے سرورق پر موجود نام اور تاریخِ وفات درست نہیں ہوتی۔لہٰذا اگر ممکن ہو تو تراجم پر لکھی گئی اصل کتب کی طرف بھی مراجعت کریں۔

☆- عبارت کے اختتام پر کتاب کا نام،کتاب میں موجود باب،فصل،مطلب وغیرہ کا ذکر،پھر جلد وصفحہ اور مطبع ذکر کیا جائے،مثلاً قال العلامة محمد أمين بن عمر

ابن عابدين ت (١٢٥٤)ھ :" وفي شرح أصول البزدوي للعلامة الأكمل : قال أكثر أصحابنا وأكثر أصحاب الشافعي : إن الأشياء التي لا يجوز أن يرد الشرع بإباحتها وحرمتها قبل وروده على الإباحة ." ردالمحتار، كتاب الجهاد، باب استيلاء الكفار، مطلب أن الأصل في الأشياء الإباحة : (١٦١/٤)، سعيد .

ایک مرتبہ ایک کتاب کا مکمل حوالہ لکھنے کے بعد اگر دوبارہ اس کا حوالہ لکھنے کی ضرورت ہو تو دوبارہ مکمل نام لکھنے کی ضرورت نہیں ۔صرف، کتاب و باب اور جلد وصفحے کا تذکرہ کافی ہے۔

☆......عربی عبارت یا کسی دوسری عبارت کو بعینہ نقل کرنا ہو تو اقتباس کی شکل میں تحریر کریں۔

☆......حوالہ نقل کرنے میں دیانت داری کا بھرپور لحاظ رکھیں اور اصل کتاب سے مراجعت کر کے ہی حوالہ دیا جائے ۔کبھی اصل مصدر موجود نہیں ہوتا یا اس تک رسائی مشکل ہوتی ہے تو اس صورت میں ثانوی مصدر سے حوالہ دینے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ ایسی صورتِ حال میں حوالہ دینے کا طریقہ یہ ہے کہ مثلاً اگر فتح الباری کی عبارت کا حوالہ فتاوی محمودیہ سے دیا ہے تو یوں لکھا جائے ۔ فتح الباری بحوالہ فتاوی محمودیہ، کتاب الحظر والاباحۃ : (۱۷/۶۵)، مکتبہ فاروقیہ.

☆- تحقیق مکمل ہونے پر جن جن مصادر و مراجع سے استفادہ کیا گیا ان کی فہرست کتابیات کے عنوان کے تحت آخر میں حروفِ تہجی کی ترتیب سے بنائیں ۔اور کتاب کے مؤلف کا نام بھی تحریر کیا جائے۔ نیز کتاب کے ساتھ اس کا سنِ طباعت لکھنے کا بھی التزام کریں۔اگرچہ یہ انداز تحقیقی مقالے کا ہے تحقیقی سوال کا نہیں، لیکن اگر تحقیقی سوال میں

ہی اس کی عادت بنائی جائے تو آئندہ کافی فائدہ مند ثابت ہوگا۔

☆- کسی بھی مؤلف کا نام لکھتے ہوئے اس کے القابات میں میانہ روی اختیار کریں اور اس میں بے جا مبالغے سے کام نہ لیں۔ الامام کا لفظ ائمہ اربعہ، مجتہدین فی المذہب وغیرہ کے لئے ہی استعمال کیا جائے۔ ان کے علاوہ باقی کے لئے العلامۃ کا لفظ ہی لکھا جائے، البتہ اگر کسی کے متعلق کوئی لقب مشہور ہو جیسے حافظ ابنِ حجر تو اس قسم کا لقب لکھا جائے۔

☆- جن کتب سے استفادہ کیا ہے ان کا اصل عربی نام لکھیں مثلاً مسلم شریف کے بجائے الصحیح لمسلم لکھیں۔

☆- تحقیق واستفتاءات کے دوران صرف اپنے نام پر اکتفا کریں۔ علاقائی نسبتوں سے گریز کریں۔

☆- کام مکمل ہونے کے بعد تمام صفحات کو اسٹیپلر پن وغیرہ کے ذریعے جوڑ دیں اور بالکل شروع میں ایک خالی صفحہ لگائیں جس میں تحقیق کا عنوان مذکور ہو، مثلاً مفتی وقاضی کی شرائط، اور تحقیق کرنے والا اپنا نام بھی اسی صفحے پر تحریر کرے۔

☆- تحقیق میں صفحات کا سائز ورنگ، سیاہی کا رنگ، قلم وطرزِ تحریر یکساں ہونا چاہیے، ان اشیا میں تبدیلی اصولِ تحقیق کے خلاف ہے۔

☆- تحقیقی سوال کا جواب مکمل کرنے کے بعد اس کی فوٹو کاپی اپنے پاس محفوظ رکھیں، کیوں کہ اس میں آپ نے کثرت سے دلائل جمع کئے ہیں، لہذا اس سے ایک مختصر رسالہ تیار ہوسکتا ہے جو کسی بھی وقت آپ کے لئے نفع بخش ثابت ہوسکتا ہے۔

مقالہ کیسے لکھیں؟

تخصص فی الافتاء میں شریک طلبا کی تعلیمی سرگرمیوں پر نظر کی جائے تو حاصل یہ نکلتا ہے کہ درجہ اولی سے دورہ حدیث تک ان کا واسطہ زیادہ تر درسی کتب کی تکرار و مطالعے سے پڑتا ہے۔ خارجی مطالعہ کرنے کا انہیں موقع نہیں ملتا۔ یہ اور بات ہے کہ کوئی اپنے ذاتی شوق کی وجہ سے کچھ وقت نکال کر مسلسل خارجی مطالعہ بھی جاری رکھے، لیکن عام طور پر ایسا نہیں ہوتا، کیوں کہ مضبوط استعداد کے حامل طلبا کو درسی کتب، ان کی شروح وحواشی کو حل کرنے سے اتنی فرصت ہی نہیں ملتی کہ وہ خارجی مطالعے کی عادت کو اپنا مشغلہ بنائیں۔ جو طلباء زیادہ تر خارجی مطالعے میں مشغول ہوتے ہیں اس کی وجہ یا تو ان کی بنیادی استعداد کی کمزوری ہوتی ہے یا کچھ دیگر عوامل کی بنا پر وہ درسی کتب کی طرف توجہ نہیں کرتے اور ان کا خارجی مطالعہ بھی زیادہ تر اردو کتب کا ہوتا ہے جن میں واقعات یا خاص تاریخی مطالعہ یا سیاسی نقطۂ نظر پر لکھی گئی کتابیں ہوتی ہیں۔

مضبوط استعداد کے حامل طلباء جب تخصص فی الإفتاء میں شرکت کرتے ہیں تو روایتی طریقے سے ہٹ کر ایک نئے طریقے سے واسطہ پڑتا ہے جس میں بنیادی کتب کو اپنی استعداد کی بنیاد پر حل کرنا ہوتا ہے۔ اس مدت میں بھی ان کی ساری توجہ مقصودی کتب کے حل کی طرف ہی ہوتی ہے یا پھر استفتا کے حل میں مشغول رہتے ہیں۔ بہر حال اس عرصے میں اگرچہ خارجی کتب سے واسطہ پڑتا ہے لیکن وہ کتابوں سے مطلوبہ جزیئے کی تلاش تک محدود ہوتا ہے۔

مقالہ لکھنے سے قبل حل شدہ استفتا میں لکھے جانے والی عبارات جن کتابوں سے

لی گئی اگران کی فہرست بنائی جائے تو بیسیوں کتابیں بن جاتی ہیں جن سے استفادہ کیا گیا، چونکہ وہ استفادہ ایک خاص دائرے میں ہوتا ہے، اس لئے صرف اسی پر اکتفانہیں کیا جا سکتا، بلکہ استعداد کونکھارنے کے لئے مزید محنت کی ضرورت ہوتی ہے۔

تخصص فی الإفتاء کے دوسرے سال آخری پانچ ماہ میں شرکائے تخصص کو مقالہ لکھنے کی ذمہ داری سونپی جاتی ہے۔ مقالے کے مختلف مقاصد ہوتے ہیں مثلاً نئے حقائق کی تلاش جو علمی یا عملی اعتبار سے افراد و معاشرے کے لئے مفید ہوں۔ اسی طرح مقالے کا مقصد یہ بھی ہوتا ہے کہ استاد طالب علم کو اس کی فکری صلاحیتوں سے واقف کرانا چاہتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اس بات کا جائزہ لینا ہوتا ہے کہ طالب علم کی عمومی فہم کیسی ہے؟ اور اس مضمون و مسئلے کے بارے میں اس کی خصوصی معلومات کیا ہیں؟ اس سے طالب علم کی فہم اور رفتارِ مطالعہ کا بھی علم ہوتا ہے۔

علوم وفنون کی دنیا میں اکثر اخراجات طالب علم خود برداشت کرتا ہے، لہذا مقالے کی ترتیب وتزیین پر آنے والے اخراجات کو حتی الامکان برداشت کیا جائے۔

آج کل آلاتِ کتابت وطباعت کی فراوانی کی وجہ سے بہتر یہی ہے کہ مقالے کو کمپوز کیا جائے۔ اس میں جہاں مقالے میں حذف واضافے سے پریشانی نہیں ہوتی وہیں اس کی اہمیت کا بھی احساس ہوتا ہے۔

مقالہ نگاری کے اصول میں سے ایک اہم اصول عنوان کی تلاش ہے کہ تحقیقی میدان میں عنوان کی تلاش ہی اصل چیز ہے اور یہ ایک مشکل مسئلہ بھی ہے، کیوں کہ جو محقق عنوان کے مختلف پہلوؤں کو سمجھتا ہے اسے مقالہ پایۂ تکمیل تک پہچانے میں مشکلات کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔ ورنہ آخر تک دشواری ہوتی ہے، لہذا اس معاملے میں مشاورت ومعاونت کے ساتھ ساتھ سابقہ مضامین کے متعلق معلومات رکھنا بھی بہت ضروری ہے۔

مقالہ نگاری کے اصول میں سے یہ بھی ہے کہ موضوع ومضمون کا عنوان منتخب کرنا طالب علم کی ذمہ داری ہے۔لہذا طالب علم کو چاہیے کہ اپنی تحقیق کے لئے ایسے موضوع کا انتخاب کرے ا۔جس سے اس کی مناسبت اور طبعی لگاؤ ہو، کیوں کہ اس کے بغیر مقالہ بوجھ لگتا ہے۔۲- نیز اس موضوع پر لکھنے کی استعداد کے ساتھ ساتھ کسی قدر اس کا مطالعہ بھی ہو ۳- اور اس کے متعلق مواد بھی موجود ہو۔مذکورہ تین امور کی روشنی میں عمدہ مقالہ لکھا جاسکتا ہے۔

مقالے کے لئے ایسا موضوع اختیار کیا جائے جوایک علمی چیلنج ہو۔اور علمی دنیا میں مفید اضافے کا سبب ہو یا عملی اعتبار سے افرادِ معاشرہ کے لئے راہ نما ہو۔ نیز عنوان ایسا ہو کہ اس پر پہلے کام نہ ہوا ہو۔اگر ہوا ہو اور اس کا کوئی پہلو تشنۂ تحقیق ہو تو اس کو اختیار کیا جاسکتا ہے۔

مقالہ اس نیت سے لکھا جائے کہ ایک نئی تحقیق سامنے آئے اور عوام الناس کو اس سے فائدہ ہو۔یہ مقصد نہ ہو کہ جامعہ کی طرف سے ذمہ داری ڈالی گئی اب اس مدت میں کچھ اوراق تو سیاہ کئے جائیں۔فکری ارتقا نہ ہونے کی وجہ سے کچھ شرکا اس مقالے کو اس سے زیادہ اہمیت نہیں دیتے کہ جامعہ کی طرف سے ایک ذمہ داری ہے جس کو چار وناچار نبھانا ہے۔یہ سوچ نہ صرف استعداد کے لئے نقصان دہ ہے، بلکہ مقالے کے مقاصد کے بھی خلاف ہے، کیوں کہ جتنا وقت مقالے میں خرچ ہوتا ہے اتنے عرصے میں معتد بہ تمرین کی جاسکتی ہے۔

تخصص فی الإ فتاء میں لکھے جانے والے مقالے کی مدت کم ہوتی ہے، لہذا اس کی مدت کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے کوئی ایسا مقالہ دیا جاتا ہے جو اس مختصر عرصے میں مکمل ہو جائے اور مقالہ دینے کے بنیادی مقاصد بھی حاصل ہو جائیں۔تحقیق کے موضوع پر لکھی گئی کتب میں

بنیادی طور پر ایم فل اور پی ایچ ڈی کے تحقیقی مقالوں کو معیار بنایا جاتا ہے، چونکہ ان کی مدت زیادہ ہوتی ہے، لہذا ان اصولوں کی روشنی میں اس قلیل المدت مقالے کو پورا نہیں کیا جاسکتا۔ اس لئے ذیل میں اس مدت کو معیار بناتے ہوئے چند ہدایات لکھی جاتی ہیں۔

تخصص فی الإفتاء میں لکھے جانے والے مقالہ جات میں درجِ ذیل پہلو اختیار کیے جاسکتے ہیں:

تعلیق :اس کی ضرورت درجِ ذیل مواقع میں ہوتی ہے۔

کتاب کے مسائل میں اغلاق ہو۔

مسائل میں عرف یا دیگر وجوہات کی بنا پر احکام میں تبدیلی کی ضرورت محسوس ہو۔

مسائل کی تکمیل پیشِ نظر ہو۔

ترجمہ وحواشی : کسی ایسے مواد کو ایک زبان سے دوسری زبان میں منتقل کرنا جس کی اس زبان میں ضرورت ہو۔ اس مقصد کے لئے جدید عربی مقالہ جات کو اردو میں یا اردو کتب کو فارسی یا پشتو یا اس کے برعکس کیا جاسکتا ہے۔ اگرچہ یہ موضوع تخصص فی الإفتاء کے طلبا کے لئے زیادہ موزون نہیں، لیکن ضرورت کی وجہ سے اسے بھی اختیار کیا جاسکتا ہے۔

تقابلی جائزہ : کسی بھی ایک سے زائد محققین کے احوال ونظریات پر تنقید اور ان کے تقابلی جائزے کو ایک مقالے کی صورت میں پیش کیا جاسکتا ہے۔ مثلاً دو متون، شروح یا حواشی یا ایک سے زائد تفاسیر وغیرہ کو اختیار کر کے ان کا تقابلی جائزہ لیا جائے اور ان دونوں میں سے ہر ایک کے کام کو دوسرے کے کام سے اجاگر کیا جائے۔ مثلاً کنز کی شروح میں سے البحر الرائق اور النہر الفائق دونوں کا جائزہ لیا جائے اور دونوں کے کام کی اہمیت، فرق وغیرہ کو واضح کیا جائے۔

تضادات واختلافات کا جائزہ: اس عنوان کے تحت احکام وغیرہ میں جو تضادات ہیں ان کی توضیح کر کے اصولوں کے ذریعے ان کے تضادات اور اختلافات کو نمایاں کیا جاتا ہے۔

مختلف مکاتب فکر کا جائزہ: اس عنوان کے تحت کسی بھی مکتبہ فکر کے عقائد و مسائل کو ان کی مستند کتب سے نقل کرنے کے بعد ان کے دلائل وغیرہ کا جائزہ لیا جاتا ہے، پھر جمہور کے عقائد و مسائل سے ان کا موازنہ کیا جاتا ہے اور دلائل کی روشنی میں ان کی لغزشوں اور تفرذات کو واضح کیا جاتا ہے۔

فروق: اس عنوان کے تحت ان مسائل کو جمع کیا جاتا ہے جن کی ظاہری صورت ایک ہو لیکن حقیقتاً ان میں فرق ہو۔

جامعہ کے رجسٹر میں محفوظ فتاوی کی ترتیب، تخریج وتعلیق اس میں دارالإفتاء کے رجسٹروں میں موجود غیر مرتب فتاوی کو فقہی ابواب کی ترتیب کے مطابق ابواب اور فصول کی شکل میں ذکر کیا جاتا ہے۔ اور سب سے پہلے ان رجسٹروں کو دیکھ کر اپنے متعلقہ مسائل کا نمبر محفوظ کیا جاتا ہے۔ مثلاً: اگر رجسٹر نمبر ۱۰ سے ۲۵ تک کتاب الاجارہ کی ترتیب ہے تو پہلے ان پندرہ رجسٹروں کا مطالعہ کرنا ہوگا اور وہ سوال جن کا تعلق اجارے سے ہے ان کا نمبر محفوظ کریں، پھر ان سوالات اور جوابات میں اچھی طرح غور کر کے فہرست تیار کریں جس میں ابواب وفصول بنائیں۔ پھر اسی فہرست کے مطابق ان سوالات وجوابات کو نقل کریں اور اس کے حوالے کی تخریج کریں۔ اگر پہلے سے موجود ہو تو اس کے تائیدی حوالے کم از کم دو عدد نقل کریں۔ اگر کسی فتوی میں ابہام ہو یا اس پر تعلیق کی ضرورت ہو تو اس کا اضافہ بھی کیا جاتا ہے۔ اس کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ ایک ہی موضوع کے متعلق مختلف سوالات وجوابات کی صورت میں کئی جزئیات سامنے آجاتی ہیں

اور ماضی میں جاری کئے گئے مختلف حضرات کے فتاویٰ سے ان کا طرزِ تحریر واندازِ استنباط معلوم ہوتا ہے۔

تخریج: اکابرین کی وہ کتب جو اگر چہ مستند ومعتمد ہیں، لیکن ان میں حوالہ جات کا التزام نہیں کیا گیا یا حوالہ جات متداول نسخوں سے ہٹ کر ہیں، ان کے بیان کردہ مسائل کو حوالہ جات سے مدلل کرنا یا حوالہ جات کو متداول نسخوں کے مطابق لکھنا تخریج کہلاتا ہے۔ جیسے فتاویٰ محمودیہ کی تخریج بطورِ مقالہ کی گئی۔

بطورِ مقالہ کسی کتاب کی تخریج کا انتخاب کرنے سے پہلے اس بات کا جائزہ لینا ضروری ہے کہ کتاب میں موجود عبارات کے مصادر ومراجع بآسانی میسر ہو سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر زیادہ مصادر ایسے ہوں جو میسر نہیں ہو سکتے تو ''لم اُجد'' کی کثرت ہوگی جو مناسب نہیں۔

اگر ادارے کا مقصد اس کتاب کی اشاعت ہو تو پھر اس بات کا لحاظ ضروری ہے کہ یہ معلوم کیا جائے کہ اس پر کہیں اور کام ہوا ہے یا نہیں؟ مطبوع ہے یا نہیں؟ اگر یہ مقصد نہ ہو تو کسی ایسی کتاب کو اختیار کیا جائے جس پر کسی اور ادارے میں کام ہوا ہو، لیکن وہ مطبوع نہ ہو۔

تخریج میں اس بات کا لحاظ رکھا جائے کہ مؤلف نے جن کتابوں کی عبارت نقل کی انہی سے حوالہ دیا جائے۔ تلاش کے باوجود کتاب نہ ملنے کی صورت میں متبادل حوالہ یعنی اس قسم کی عبارت کسی اور کتاب سے نقل کی جائے اور اسے ''کذافی'' سے تعبیر کیا جائے۔

اگر مؤلف نے عبارت نقل نہیں کی تو اس کے ذکر کردہ مسائل کی تخریج کے لئے مؤلف سے متقدم حضرات کی عبارات سے اس کی تائید کی جائے۔ مؤلف کے بعد والے حضرات کی عبارات بطورِ تائید پیش کر سکتے ہیں، لیکن اصل تخریج میں نہیں۔

تجرید وتلخیص: اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی کتاب سے خاص خاص

مباحث کو الگ کیا جائے مثلاً ''العرف الشذی'' سے صرف مسائلِ فقہیہ کا انتخاب کر کے ان کو فقہی ابواب کے طور پر مرتب کیا جائے۔ ہمارے ہاں بطورِ مقالہ اس پر کام کیا گیا۔ اسی طرح فتح القدیر میں ذکر کردہ اصول کو الگ کیا جائے اس پر بھی ہمارے ہاں کام کیا گیا۔ نیز فیض الباری سے فقہی احکام کو الگ کر کے مرتب کیا جاسکتا ہے۔ اسی طرح تفاسیر مثلاً روح المعانی سے صرف فقہی احکام کو نکال کر احکام القرآن للآلوسی کے نام سے، تفسیر کبیر سے فقہی احکام نکال کر احکام القرآن للرازی کے نام سے مرتب کئے جائیں یا مختلف تفاسیر سے حضرات مفسرین کے ذوق کے پیشِ نظر تصوف، حدیث، عقائد وغیرہ کے احکام کو نکالا جائے۔ یا شروحِ حدیث مثلاً مرقاۃ، عمدۃ القاری وغیرہ سے ان احکامِ فقہیہ کو نکالا جائے جو احادیث سے مستنبط ہوتے ہیں۔ یا کتبِ فقہ مثلاً شامیہ، البحر وغیرہ سے تمام فقہی اصطلاحات کی تعریف کو جمع کیا جائے یا انہوں نے جو اصول ذکر کئے ان کو جمع کیا جائے وغیرہ۔ مزید غور کرنے پر کئی اس قسم کے کئی موضوعات سامنے آسکتے ہیں۔

إخراج وتسهيل: اس عنوان کے تحت اکابرین کی کتب میں سے کسی بھی ایسی کتاب کو منتخب کیا جاسکتا ہے جو قدیم اردو پیرائے میں لکھی گئی ہو یا اس میں عنوانات، پیراگراف وغیرہ کی ضرورت ہو۔ اس کام کے لئے کمپوزنگ کا سہارا لینا ضروری ہے، کیوں کہ اس میں حذف واضافے کی بارہا ضرورت پیش آتی ہے۔

اشاریه: کسی کتاب کا تفصیلی اشاریہ (فہرست) بنانا جیسے ردالمحتار کا اشاریہ (فہرست) فتح الغفار کے نام سے موجود ہے۔ اسی طرح دیگر کتبِ فقہ، احادیث وتفاسیر کی فہرست اس انداز میں بطورِ مقالہ اختیار کی جاسکتی ہے۔

انشائی مقاله: کسی مسئلے کے مختلف خدوخال کو واضح کرنا اور ان پر مختلف حیثیات سے بحث کرنا انشائی مقالہ ہوتا ہے۔

انشائی مقالہ کے لئے عنوان وموضوع اختیار کرنا نہایت اہم اورغور طلب چیز ہے۔عنوان کے مختلف پہلوؤں پر نظر ہوتو مقالہ باآسانی پایۂ تکمیل تک پہنچ جاتا ہے۔ موضوع اختیار کرنے کے دوطریقے ہیں: طالب علم خودموضوع اختیار کرے۔اس کا فائدہ یہ ہے کہ عنوان ومسئلے کی تعیین سے طالبِ علم کی سمتِ مطالعہ کا بھی تعین ہوتا ہے اوراس سے وقت کی بچت بھی ہوتی ہے۔

موضوع وعنوان منتخب کرتے وقت اس بات کا لحاظ ضروری ہے کہ

اس میں جدت وابتکار ہو،اس موضوع پر پہلے سے کوئی مطبوعہ تحقیق موجود نہ ہو، اگر پہلے سے کوئی تحقیق موجود ہے،لیکن وہ ناکافی ہے تو اپنے کام کی نوعیت کو اچھی طرح واضح کیا جائے۔

طالب علم کی رغبت اس کی طرف ہونی چاہیے،ورنہ مقالے کا حق ادا نہیں ہوگا۔

مقالے کی ابحاث معناً واضح اورافکار اَدقیق ہوں۔

ادارے میں موجود مصادر ومراجع کا لحاظ کرتے ہوئے کوئی موضوع اختیار کیا جائے۔جہاں کتابیں کم ہوں وہاں انشائی مقالہ ہرگز اختیار نہ کیا جائے، کیوں کہ ایسی صورت میں نہ صرف متعلقہ مواد کے لئے آمدورفت میں کافی وقت خرچ ہوگا، بلکہ ادارے میں حاضری کے مسائل سے بھی دوچار ہونا پڑتا ہے۔دورانِ تحقیق جامعہ کی لائبریری کے ساتھ ساتھ دیگر اداروں کی لائبریریوں ،علمی شخصیات اوردیگر وسائل سے بھی استفادہ کریں۔

انشائی مقالہ لکھنے کے لئے کم ازکم دو، تین موضوعات کا انتخاب کرکے کے ہر ایک کے متعلق ایک اجمالی خطہ سوچ لیا جائے کہ اس طرح کام کرنا ہے۔پھران موضوعات کو اساتذہ کے سامنے پیش کیا جائے ،مشاورت کے بعد جو موضوع آپ کے لئے منتخب

ہو جائے اس کے متعلق تفصیلی خطہ بنائیں۔

دوسری صورت یہ ہے کہ موضوع استاد کی طرف سے دیا جائے۔اس کی افادیت بھی اپنی جگہ مسلم ہے، کیوں کہ استاد اپنے تجربے و معلومات کی بنیاد پر جس موضوع کو متعین کرے گا وہ اہم ہی ہوگا۔

انشائی مقالے کے لئے پہلے اپنے موضوع کے متعلق خطۃ البحث بنایا جائے جس میں درجِ ذیل چیزوں کا لحاظ رکھا جائے۔

عنوان البحث: بحث کا مرکزی عنوان: نام کیا ہوگا۔ نام اختیار کرنے میں انتہائی غور و فکر کی ضرورت ہے کیوں کہ تین چار کلمات پر مشتمل یہ نام پوری بحث کا نچوڑ ہوتا ہے۔

مقدمہ: اس میں ان امور کا ذکر کیا جاتا ہے: غرضِ بحث، اس موضوع پر سابقہ لکھنے والوں کا تعارف، موضوع کی اہمیت، اپنے کام کی نوعیت، معاونین کا شکریہ۔

الابواب والفصول: اپنے موضوع کے متعلق مختلف ابواب بنائے جائیں۔ بہتر یہ ہے کہ چار سے چھ ابواب ہوں۔ اور ہر باب کے تحت کچھ فصول بھی ہوں اور ان فصول کے تحت چھوٹے عنوانات ہوں۔ ابواب اور ان میں موجود فصول و عناوین میں مطابقت ضروری ہے۔

خاتمہ: اس میں پوری بحث کا خلاصہ اور اپنی طرف سے اٹھائے گئے اہم نکات و آراء کا تذکرہ کیا جائے۔

کام کے آغاز میں موضوع کے متعلق قرآن وحدیث سے اپنے مذہب کے مستدلات لکھے جائیں۔ اگر قرآن وحدیث میں اس کے متعلق راہ نمائی ہے تو اس آیت وحدیث کے تشریح کے لئے تفاسیر و شروحِ حدیث کی طرف رجوع کیا جائے۔ پھر اس مسئلے کے متعلق ائمہ اربعہ کی آراء اور ان کے مستدلات ذکر کئے جائیں ــــ ہر قول کو اس کے اصل

مأخذ سے نقل کرنے کی کوشش کی جائے۔اسی طرح دیگر مذاہب کوان کی امہات الکتب سے نقل کرنا چاہیے ۔پھران کے جوابات اورراجح مذہب کی ترجیح اورخاتمہ ذکرکیا جائے۔آخر میں کتابیات کے عنوان سے ان تمام کتابوں کوحروفِ تہجی کی ترتیب سے مؤلفین کے نام،سن وفات ، مطبع اورسنِ اشاعت کے ساتھ لکھا جائے۔آج کل جدید محققین اس اشاریے کو مؤلفین کے مشہورالقاب کے اعتبار سے حروف تہجی پر بھی مرتب کرتے ہیں۔ یہ انداز بھی اپنایا جاسکتا ہے۔

انشائی مقالہ لکھنے میں جیسے جیسے کام بڑھتاجاتاہےموضوع میں جدت اور وسعت ازخود پیدا ہوتی ہے۔ابتداءً جونمونہ ذہن میں ہوتاہےاس میں کافی پھیلاؤ پیداہوجاتا ہے۔ ایسی صورتِ حال میں مشرف سے مسلسل رابطے میں رہتے ہوئے اس کی دی گئی ہدایات پر عمل کریں۔

اگرمقالے میں قرآنی آیات واحادیث ہوں توان کی فہرست بھی بنائی جائے۔ اسی طرح موضوع کی مناسبت سے دیگرفہرستیں بھی بنائی جاسکتی ہیں۔

نوٹ :انشائی مقالہ لکھنے والوں کو چاہیے کہ دورانِ تخصص ہی کسی مجلّے میں کسی تحقیقی موضوع پرکوئی قسط وارمضمون لکھیں۔یہ بات انشائی مقالے کی حسنِ ترتیب کے لئے ممدومعاون ثابت ہوتی ہے۔

انشائی مقالہ لکھنے کے لئے مختلف کتابوں کا مطالعہ خالی الذھن ہوکر کیا جائے۔ پہلے دلائل جمع کئے جائیں، پھران کی روشنی میں حاصل اورنچوڑ لکھا جائے۔ یہ نہ ہوکہ ذہن میں ایک رائے راسخ کرکےاس کےموافق دلائل تلاش کئے جائیں۔

لکھنے کے دوران مزاج میں اعتدال ہو، بے جا تعصب سے گریز کیا جائے۔ جرح وتعدیل میں مبالغہ کرنے سے بچا جائے۔تواضع کاالتزام کیا جائے۔اگرکسی کاقول نقل

کرنا ہوتو امانت ودیانت کو مدِ نظر رکھا جائے۔

اپنی کتابت کو حرفِ آخر نہ سمجھا جائے، بلکہ عین ممکن ہے کہ مزید مراجعت کے بعد کوئی اور تحقیق سامنے آجائے۔ ایسی صورت میں سابقہ تحقیق سے رجوع ہی علمائے حق کا شیوہ ہے۔

جو مسائل مسلّم ہوں ان پر کثرتِ دلائل ذکر کرنے سے گریز کیا جائے۔

انشائی مقالے میں درجِ ذیل موضوعات میں سے بھی کسی کو اختیار کیا جاسکتا ہے:

احکام السترہ، احکام الاستنجاء، احکام ایام التشریق، احکام الختان، احکام النذور، احکام التعزیۃ، ھل الأصل فی الأشیاء الإباحۃ؟ تحقیق قولھم: إذا کان فی المسئلۃ تسع وتسعین وجوھاً للکفر، اہلِ کتاب کون ہیں؟ عورتوں کا حقِ میراث معاف کرنا، فدیہ صوم وصلاۃ کی تحقیق، ما اہل بہ لغیر اللہ کا معنیٰ، مسجدِ محلّہ ومسجدِ طریق کے احکام، تداعی نوافل کا حکم، تراویح خلف الصبی، نصابِ زکوٰۃ، صدقۃ الفطر، اضحیہ کی تحقیق اور ان میں فرق، مالِ مخلوط میں زکوٰۃ، حکمِ نظرِ مخطوبہ، سفر المرأۃ وحدھا، استقراض المتولی مال الوقف لوقفٍ اخر، اکراہ کی قیود وحدود، جماعتِ ثانیہ کا حکم، حرمتِ مصاہرت۔

مخطوطے پر کام: اس میں دو نوعیتیں ہوتی ہیں: صرف اخراج: تبییض (Adit) یا تحقیق وتخریج۔

اخراج کا مطلب یہ ہے کہ مؤلف نے جو کچھ لکھا ہے اس کی تخریج کئے بغیر صرف اصل کتاب کو طباعت کے قابل بنانا۔ موجودہ دور میں اگرچہ قدیم کتب کی تلاش وجستجو آسان سے آسان تر ہوتی جارہی ہے، لیکن اس کے باوجود سینکڑوں قدیم کتابیں ایسی ہیں جن تک رسائی نہیں ہوئی، اس لئے تخریج کے بجائے اگر صرف اخراج ہی کو اپنایا جائے تو اسلامی ثقافت کا بہت بڑا ذخیرہ بہت جلد محفوظ کیا جاسکتا ہے۔ مطبوعہ کتابوں کے مختلف نسخوں

کو ملاحظہ کیا جائے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ پہلے ایک عرصے تک کوئی کتاب صرف اخراج کے پیرائے میں ہوتی ہے۔اس طرح جب وہ پھیل جاتی ہے تو بعض حضرات اس کی تخریج وتحقیق کی ذمہ داری اٹھاتے ہیں تو کتاب کی افادیت میں اضافہ ہو جاتا ہے،لہذا اگر حالات یا مدت کی کمی کی وجہ سے تخریج وتحقیق ممکن نہ ہو تو صرف اخراج کی حد تک ہی کسی مخطوطے کو اختیار کیا جائے تو بھی بڑی خدمت ہے۔

مخطوطات پر کام کیسے کیا جائے؟ یہ مستقل فن ہے اور عربی میں اس پر کئی کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔یہاں مختصر طور پر چند بنیادی باتیں ذکر کی جاتی ہیں۔

کام شروع کرنے سے پہلے درجِ ذیل چیزوں کا لحاظ ضروری ہے۔

== مؤلف کی طرف اس مخطوطے کی نسبت کا یقین ہو۔

== اس کے مختلف نسخے موجود ہوں،صرف ایک نسخہ ہو تو کام کرنے میں بہت مشکلات پیش آتی ہیں۔

== جو نسخہ مکمل اور سب سے صاف ہو اسے اصل بنا کر اس سے عبارت نقل کی جائے۔

مخطوطہ نقل کرنے میں ان باتوں کا لحاظ ضروری ہے:

☆......خط بہت باریک نہ رکھیں۔

☆......نقل میں تیزی سے گریز کریں۔

☆......بہت جوڑ کر نہ لکھیں۔

☆......اسمائے مکرمہ مثلاً عبداللہ،عبدالرحمان،رسول اللہ کو دو لائنوں میں نہ لکھیں،ایک ہی لائن میں ہوں۔

☆......لفظ اللہ کے ساتھ عزوجل،تبارک وتعالی،اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ

وسلم کے نام کے ساتھ مکمل درود صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کے لئے کلمہ ترضی رضی اللہ عنہ اور علمائے متقدمین ومتاخرین کے لئے رحمہ اللہ کا لفظ مکمل لکھنے میں اکتاہٹ محسوس نہ کریں۔

☆......اگر نقل میں کوئی ابہام ہو یا خالی جگہ ہو تو اسے خالی چھوڑ دیا جائے، اگر کسی دوسرے نسخے سے وہ ابہام دور ہوتا ہو تو حاشیے میں اس کی تصریح کریں، ورنہ درجِ ذیل طریقے پر عمل کریں: وحديث اخر رواه البزار فى مسنده : حدثنا محمد بن المثنى ، حدثنا سليمان بن أبى الجون [حدثنا](۱) ثور بن يزيد الخ

(۱) بياضٌ فى الأصل مقدار كلمةٍ أو سطرٍ ، ولعلها : " حدثنا " أو " عن ".

☆......مشکل اور ملتبس لفظ پر اعراب لگا جائے اور حاشیے میں اس کی تصریح بھی کی جائے مثلاً: رُوِّيْنَا ـــــ بضم الراء وتشديد الواو المكسورة بصيغة المبنى للمجهول ـ .

نقل مکمل ہونے پر کمپوز کے لئے دیا جائے۔

کمپوز کے بعد اصل نسخے سے اس کا تقابل کیا جائے اور پروف ریڈنگ کی اغلاط کی نشان دہی کی جائے۔

اصل سے تقابل کے بعد دوسرے نسخے سے اس کمپوز شدہ کا تقابل کریں۔ اگر ایک پروف پر ہی مختلف نسخوں سے تقابل کرنا ہو تو ہر ایک نسخے کے لئے الگ قلم مثلاً: سرخ، ہرا، نیلا وغیرہ استعمال کریں۔ تقابل مکمل ہونے کے بعد اس کی تخریج کریں اور تخریج میں انہی اصولوں کو مدِّ نظر رکھا جائے جو پہلے گزر چکے ہیں۔

پروف ریڈنگ: پروف ریڈنگ کرتے وقت علاماتِ ترقیم کا مکمل لحاظ رکھیں۔

نسخے کی املائی اغلاط کو برقرار رہنے دیں تا کہ دوسرے نسخے سے تقابل کے وقت انہیں آسانی سے حاشیے میں درج کیا جا سکے۔

پروف ریڈنگ کے دوران مخطوطے میں ذکر کردہ قرآنی آیات واحادیث اور مذکورہ کتب واعلام کی فہرست بنائیں۔اسی طرح دیگر فہارس بھی بنائی جاسکتی ہیں۔

مخطوطے کی ابحاث میں غور وفکر کرتے ہوئے پیراگراف کی نشان دہی کریں۔ اور پیراگراف کی مناسبت سے مطلب کا عنوان بھی لگائیں۔

پروف ریڈنگ کے دوران اس بات کا خاص لحاظ رکھیں کہ کمپوزر، کمپوزنگ اور تصحیح کے دوران اشارات اور غیر واضح اغلاط کو چھوڑ دیتا ہے، اس لئے اغلاط کی نشان دہی واضح انداز میں کریں۔اور کمپوزر سے باہمی مشاورت کے ذریعے کمپوزنگ کی معروف اصطلاحات یا اس کی مخصوص اصطلاحات کو ذہن نشین کرلیں۔

مقالے کی آخری ترتیب ادارے کے مقرر کردہ کاغذ اور سائز پر کریں۔اور مکمل ہونے پر ادارے کی طرف سے مقرر کردہ رنگ کی ریگزین والی جلد بندی کروائیں اور ٹائٹل پر درجِ ذیلِ عنوانات کا ہونا ضروری ہے: ۱-عنوان البحث، یعنی مقالے کا عنوان ۲-الإعداد، محقق کا نام، ۳-إشراف: مشرف کا نام، ۴-الفصل الدراسی: کلاس کون سی ہے؟ ۵-ادارے کا نام، ٦-سن کا تذکرہ کریں مثلاً: ۲۰۰۹ء الموافق ۱۴۳۱ھ. پھر اسے ذمہ دار حضرات کے پاس جمع کروا کر رجسٹر میں اپنا دستخط کریں۔

فتویٰ نویسی کے لئے چند اہم ہدایات

☆......مسئلہ سمجھنے میں خوب کوشش کی جائے، اس لئے کہ بسا اوقات کچھ الفاظ کی وجہ سے لغزش ہو جاتی ہے۔مثلاً فتاوی قاضی خان میں ہے:" إذا استأجر المجبوس رجلاً ليحج عنه حجة الإسلام جازت الحجة عن المنحبوس، وللأجير أجر

مثله فی ظاهر الروایة . الاشباہ میں خانیہ کے اسی جزیئے کے حوالے سے لکھا ہے:" یصح استئجار الحاج عن الغیر ، وله أجر مثله ." حالانکہ خانیہ میں تصح الاستئجار عن الغیر کے الفاظ نہیں، بلکہ جازت الحجة ہے اور جوازِ حج صحتِ اجارہ کو مستلزم نہیں (۱)۔

☆......فتوی نویسی کے اصول میں سے یہ بھی ہے کہ صرف ایک دو کتابوں کی مراجعت پر اکتفانہ کیا جائے بلکہ کلی اطمینان کے بعد جواب تحریر کیا جائے، کیوں کہ عین ممکن ہے کہ جن کتابوں سے نقل کیا گیا ان میں وہ مسئلہ صحیح طرح منقول نہ ہو، اس لئے جواب لکھنے سے پہلے خوب غور وخوض کر کے، اچھی طرح کتبِ فقہ کو کھنگال کر جواب لکھا جائے۔

علامہ شامی رحمہ اللہ اس بارے میں غلطی کی نشان دہی کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

فإذا نظر قليل الاطلاع، ورأى المسئلة مسطورةً في كتابٍ أو أكثر يظن أن هذا هو المذهب ويفتي به ، ويقول : إن هذه الكتب للمتأخرين الذين اطلعوا على كتب من قبلهم ، وحرَّروا فيها ما عليه العمل ، ولم يدر أن ذلك أغلبها ، وأنه يقع منهم خلافه(۲).

مزید وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ایسا بھی ہوتا ہے متأخرین کی بیسیوں کتابوں میں مسئلہ غلط منقول ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ سب سے پہلے جس نے مسئلہ نقل کیا ہوتا ہے اس سے لغزش ہوتی ہے اور بعد والے اس سے اور ان کے بعد والے ان سے نقل در نقل کرتے چلے آتے ہیں۔ صاحبِ بحر نے ما یصح تعلیقه وما لا یصح کے ضمن میں اس کی نشان دہی کی۔ اسی طرح تلاوتِ قرآن پر اجرت لینے کا مسئلہ ہے کہ سب سے پہلے صاحب السراج الوہاج وجوہرہ سے لغزش ہوئی، انہوں نے استئجار علی تعلیم القرآن

---

(۱) شفاء العليل وبل الغليل :(۱/ ۱٦٢) .

(۲) شرح عقود رسم المفتي : (۱/ ۱۵) .

اور استئجار علی تلاوۃ القرآن میں فرق نہ کرنے کی بنا پر تلاوتِ قرآن کے اجارے کو صحیح قرار دیا۔

اسی طرح صاحبِ فتاوی بزازیہ سے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں گستاخی کرنے والے کی توبہ کی قبولیت وعدمِ قبولیت کے مسئلے میں لغزش ہوئی۔ انہوں نے عدمِ قبولیت کو اختیار کیا اور بعد والوں نے حتی کہ ابنِ ہمام اور صاحب الدرر والغرر نے بھی ان سے نقل کرتے ہوئے مسئلے کو اسی طرح بیان کیا۔

اسی طرح ضمان الرھن بدعوی الھلاک کا مسئلہ ہے کہ الدرر اور شرح المجمع لابن ملک میں بغیر کسی دلیل کے لکھا ہے کہ دعوی ہلاک کی صورت میں ضامن ہوگا۔ صاحبِ تنویر نے بھی ان دونوں کا اتباع کرتے ہوئے مسئلہ اسی طرح لکھا۔ اس کا تقاضا یہ ہے کہ اس کی قیمت جتنی بھی ہوجائے اس کا ضامن ہوگا۔ علامہ خیر الدین رملی نے بھی اسی پر فتوی دیا۔ حالانکہ یہ درست نہیں (۱)۔

☆......صرف کتبِ فتاوی پر اعتماد نہ کیا جائے، کیوں فتاوی میں ہر قسم کے مسائل ہوتے ہیں جن میں یہ تمیز کرنا مشکل ہے کہ یہ مسئلہ ظاہر الروایت کا ہے، نوادر کا ہے یا فتاوی وواقعات کا ہے۔ فرماتے ہیں: وليس كل ما وجد فی كتابٍ يجوز نقله والاعتماد عليه ولا الإفتاء والقضاء به ، وإنما يفتى بما تواردت عليه كتب المذهب ، وعلمت صحته وعدم تخطئة قائله ، وإلا كان الناقل كجارف سيلٍ أو حاطب ليلٍ يحمل الأفعى ، وهو لا يدرى خصوصاً مَن يطالع كتب الفتاوى ويفتى منها قبل أن يمتزج الفقه بدمه ولحمه ، ويصرف فيه جل همته وعزمه ، فإن خطأه يكون أكثر من صوابه(۲).

---

(۱) شرح عقود رسم المفتی : ۱/۱۵۔

(۲) أجوبة محققة عن أسئلةٍ متفرقةٍ : (۲/۱۷۷).

مزید فرماتے ہیں:لا ینبغی للمفتی أن یفتی بمجرد المراجعة من کتابٍ ، وإن کان ذلك الکتاب مشهوراً

لا تحسب الفقه تمراً أنت آکله لن تبلغ الفقه حتی تلعق الصبرا

إذ لو کان الفقه یحصل بمجرد القدرة علی مراجعة المسئلة من مظانها لکان أسهل شیءٍ ، ولما احتاج إلی التفقه علی أستاذٍ ماهرٍ ، وفکرٍ ثاقبٍ باهرٍ

لو کان هذا العلم یدرك بالمنی ما کنت تبصر فی البریّة جاهلاً

فکثیراً ما تذکر المسئلة فی کتابٍ ، ویکون ما فی کتابٍ آخر هو الصحیح أو الصواب (۱).

☆......عام طور پر فتوی نویسی کے میدان میں نووارد جب چند کتابوں میں اپنے گمان کے مطابق ممکنہ مظان میں مسئلے کو تلاش کرتے ہیں اور کامیابی سے ہم کنار نہیں ہوتے تو لم أجد کا استعمال کرتے ہیں، حالانکہ فتوی نویسی کے لئے یہ انتہائی مضر ہے کہ کسی مشکل مسئلے پر تھوڑی محنت کے بعد اسے چھوڑ دیا جائے۔

علامہ شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: والغالب أن عدم وجدانه النص لقلة اطلاعه أو عدم معرفته بموضع المسئلة المذکورة فیه ؛ إذ قلَّ ما تقع حادثةٌ إلا ولها ذکرٌ فی کتب المذهب إما بعینها أو بذکر قاعدةٍ کلیةٍ تشبهها ، ولا یکتفی بوجود نظیرها مما تقاربها ؛ فإنه لا یأمن أن یکون بین حادثةٍ وما وجده فرقٌ لا یصل إلیه فهمه ، فکم من مسئلةٍ فرَّقوا بینها وبین نظیرها ، حتی ألفوا کتب الفروق لذلك، ولو وکِّل الأمر إلی أفهامنا لم ندرك الفرق بینها ،

(۱) تنبیه الولاة والحکام ضمن رسائل ابن عابدین :(۱/۳۳۸) .

بل قال العلامة ابن نجيم في الفوائد الزينية : لا يحل الإفتاء من القواعد والضوابط ، وإنما على المفتي حكاية النقل الصريح كما صرَّحوا به (١).

البتہ کبھی کوشش کے باوجود جس جزیئے کو تلاش کیا جائے وہ صراحتاً نہیں ملتا ایسی صورت میں کسی ایسے قاعدے کو تلاش کیا جائے جس کے تحت اس جزیئے کا اندراج ہو سکے۔ یاد رہے کہ اس صورت میں انتہائی احتیاط کی ضرورت ہے، کیوں کہ عین ممکن ہے کہ اس جزیئے کو جس قاعدے کے تحت داخل کیا جائے اس میں کچھ خاص شرائط بھی ہوں۔

علامہ شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وليس كل مسئلةٍ مصرَّحٌ بها ؛ فإن الوقائع والحوادث تتجدد بتجدد الأزمان ، ولو توقف على التصريح بكل حادثةٍ لشق الأمر على العباد ، بل يذكرون قواعد كلية تندرج فيها مسائل جزئية ، فيجوز للمفتي استخراجها من ذلك (٢).

اسی طرح بسا اوقات فقہا کسی مسئلے کو مطلق ذکر تو کرتے ہیں لیکن دراصل وہ کچھ قیود کے ساتھ مقید ہوتا ہے۔ لہذا جزیئے ملنے کی صورت میں جواب لکھنے میں جلدی نہ کی جائے، بلکہ خوب غور وفکر کیا جائے، کیوں کہ ممکن ہے کہ اس کی قیود کسی اور جگہ مذکور ہوں۔

فقہا قصداً اس طرح کرتے ہیں اس کی دو وجہیں ہیں۔ علامہ شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إن بعض المسائل يكلونها إلى فهم المفتي والمدرس والمؤلف ؛ إذ هم أكمل المتفقة ، فيكمِّلون بفهومهم المسائل الناقصة في التعبير كما هو دأب كل خبيرٍ ؛ فإن المسائل المدونة في الفقه إنما يتكلمون عليها من حيث كلياتها ، لا من حيث جزئياتها ، فلا يقال في الجزئيات التي انطبق عليها

---

(١) شرح عقود رسم المفتي : (٣٤/١).

(٢) تنبيه ذوي الأفهام على أحكام التبليغ خلف الإمام : (١٤٨/١).

أحكام الكليات أنها غير منقولةٍ ، ولا مصرح بها ، فكم من جزئيٍّ تركوا التنبيه عليها ؛ لأنه يفهم من حكم كليٍّ اخر بطريق الأولى (۱).

مزید فرماتے ہیں: قال ابن نجيم فى رسالة الفساقى : ومن هنا يعلم كما قال ابن الغرس رحمه الله تعالى: إن فهم المسائل على وجه التحقيق يحتاج إلى معرفة أصلين : أحدهما : إن إطلاقات الفقهاء فى الغالب مقيدةٌ بقيودٍ يعرفها صاحب الفهم المستقيم الممارس للأصول والفروع ، وإنما يسكتون عنها اعتماداً على صحة فهم الطالب ؛ والثانى : إن هذه المسائل اجتهاديةٌ معقولة المعنى لا يعرف الحكم فيها على الوجه التام إلا بمعرفة وجه الحكم الذى بنى عليه وتفرّع عنه ، وإلا فتشتبه المسائل على الطالب ، ويحار ذهنه فيها ؛ لعدم معرفة المبنى ، ومن أهمل ما ذكرنا حار فى الخطاء والغلط (۲).

ابنِ طولون حنفی کے حوالے سے لکھتے ہیں: إن اطلاقات الفهقاء فى الغالب مقيدةٌ بقيودٍ يعرفها صاحب الفهم المستقيم الممارس للفن ، وإنما يسكتون اعتماداً على صحة فهم الطالب (۳).

لہذا فتوی نویسی کے لئے ردالمحتار کا لازمی مطالعہ کیا جائے ، کیوں کہ علامہ شامی رحمہ اللہ نے اس قسم کے مسائل میں پیش آمدہ لغزشوں کی نشان دہی فرمائی اور اس کے ساتھ ساتھ فرماتے ہیں: لالتزامی فيها مراجعة الكتب المتقدمة التى يعزون المسئلة إليها، فأذكر أصل العبارة التى وقع السهو فى النقل عنها ، وأضم إليها نصوص الكتب الموافقة لها ، فلذا كانت الحاشية عديمة النظر فى بابها لا يستغنى أحدٌ

---

(۱) تنبيه ذوى الأفهام على أحكام التبليغ خلف الإمام : (۱/۱٤۹) .

(۲) تنبيه الولاة والحكام : ۱/۳۸۸ .

(۳) تنبيه الغافل والوسنان على أحكام هلال رمضان :(۱/۲۳٥) .

عن تطلابها(۱).

فائدہ: فتوی نویسی کے لئے ردالمحتار کا مطالعہ کرتے وقت اس بات پر بھی غور کیا جائے کہ مطلوبہ مسئلہ علامہ شامی رحمہ اللہ کی ذاتی رائے ہے یا انہوں نے اسے بطورِ فتوی نقل کیا، کیوں کہ وہ مسائل جن میں علامہ شامی رحمہ اللہ نے اپنی ذاتی رائے لکھی ہو اسے حتمی بات نہیں کہا جاسکتا۔ علامہ ظفر احمد عثانی رحمہ اللہ امداد الاحکام میں طلاق المدہوش کے بیان میں علامہ شامی رحمہ کی عبارت کے متعلق لکھتے ہیں: اس کے بعد علامہ شامی رحمہ اللہ نے اپنی ایک رائے ظاہر کی ہے......اور یہ ثابت ہو چکا کہ فتوی منقول پر ہوا کرتا ہے کسی کی ذاتی رائے پر فتوی نہیں دیا جاسکتا اِلا اِذا ظہر تائیدہ بالمنقول......پس ردالمحتار میں جو رائے مذکور ہے وہ فتوی نہیں، بلکہ محض ایک عالمانہ بحث ہے اور فقہاء نے تصریح کی ہے کہ ابحاثِ ابنِ ہمام میں فتوی نہیں دیا جاسکتا (حالانکہ وہ مثلِ مجتہدین ہیں) پس دوسروں کی رائے اور بحث پر فتوی کیوں کر ہوسکتا ہے۔(۲)

☆......اگر اپنی رائے اور مسئلے دونوں میں فرق ہو تو مفتی پر لازم ہے کہ مستفتی کو وہی بات بتائے جو مذہب میں منقول ہے، اپنی رائے پر عمل کا مشورہ نہ دے۔ علامہ شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وليس للمفتي إلا نقل ما صح عند أهل المذهب الذين يفتى بقولهم، ولأن المستفتي إنما يسأل عما ذهب إليه أئمة ذلك المذهب لا عما ينجلي للمفتي (۳).

☆...... افتا کے اصولوں میں سے ایک اصول یہ بھی ہے کہ کسی ماہر استاذ کے سامنے زانوتلمذ تہہ کیا جائے، اس کے بغیر صرف مطالعے کے بل بوتے پر فتوی دینا جائز نہیں۔

(۱) شرح عقود رسم المفتي: (۱/۱۵).

(۲) امداد الأحکام، کتاب الطلاق، فصل فی طلاق المریض: ۲/۵۶۱-۵۶۲.

(۳) شرح عقود رسم المفتي: (۱/۵۰-۵۱).

نہ صرف کسی ماہر استاذ کی زیرِ نگرانی فقہ سے تعلق پیدا کیا جائے، بلکہ اس کے ساتھ ساتھ فقہ کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنایا جائے تب فتوی نقل کرنے کی گنجائش ہوتی ہے۔ علامہ شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: رأيت في فتاوى ابن حجرٍ سئل في شخصٍ يقرأ ويطالع الكتب الفقهية بنفسه ، ولم يكن له شيخٌ ويفتي ويعتمد على مطالعته في الكتب فهل يجوز له ذلك أم لا ؟ فأجاب لا يجوز له الإفتاء بوجهٍ من الوجوه لأنه عاميٌّ جاهلٌ لا يدري ما يقول ، بل الذي يأخذ العلم عن المشايخ المعتبرين لا يجوز له أن يفتي من كتابٍ ولا من كتابين ، بل قال النووي رحمه الله : ولا من عشرةٍ ، فإن العشرة والعشرين قد يعتمدون كلهم على مقالةٍ ضعيفةٍ في المذهب ، فلا يجوز تقليدهم فيها ، بخلاف الماهر الذي أخذ العلم عن أهله، وصارت له فيه ملكةٌ نفسانيةٌ فإنه يميز الصحيح من غيره ، ويعلم المسائل وما يتعلق بها على الوجه المعتد به ، فهذا هو الذي يفتي الناس ، ويصلح أن يكون واسطةً بينهم وبين الله تعالى (١).

مزید فرماتے ہیں: فقوله إذا كان يعرف وجوه الفقه دليلٌ على أن من لم يعرف ذلك ، بل قرأ كتاباً أو أكثر وفهمه صار له أهلية المراجعة والوقوف على موضع الحادثة من كتابٍ مشهورٍ معتمدٍ إذا لم يجد تلك الحادثة في كتاب ليس له أن يفتي فيها برأيه ، بل عليه أن يقول : لا أدري كما قال من هو أجل منه قدراً من مجتهدي الصحابة ومن بعدهم ، بل من أيِّد بالوحي صلى الله تعالى عليه وسلم (٢).

---

(١) شرح عقود رسم المفتي : (١/١٥- ١٦) .

(٢) شرح عقود رسم المفتي : ١/٣٣-٣٤

ماہراساتذہ کی زیرِ نگرانی فقہ سے مناسبت پیدا کرنے کے باوجود صرف چند کتابوں پراکتفا کر کے فتوی نقل کرنے کی اجازت نہیں تو صرف ایک دوسال کہیں تخصص کرنے اور کچھ تمرین کے بعد اپنے کو کامل سمجھنا اور بے دھڑک فتوی دینا کتنی بڑی جرأت ہے؟ دورانِ تعلیم صرف تمرینِ فتاوی پر زور دینا اور ڈیرھ دوسو فتاوی حل کرنے کے بعد اپنے کو اس منصب پر فائز سمجھنا بہت بڑا دھوکہ ہے۔ تخصص کا اصل مقصد اساتذہ کی زیر نگرانی فقہ سے مناسبت اور لگاؤ پیدا کرنا ہے اور تمرین تشحیذِ اذہان کا سبب ہے جس کا مقصد تفنن ہے کہ کہیں مسلسل مطالعہ سے طالب علم اکتا نہ جائے، اس لئے طالب علم کے شوق کو مزید بڑھانے کے لئے تمرین سے مدد لی جاتی ہے۔ بالفاظ دیگر اساتذہ کی زیرِ نگرانی کتبِ فقہ کا مطالعہ کرنا اس فن کی اساس ہے اور تمرین اس کا رنگ وروغن ہے، لہذا اساس کو چھوڑ کر رنگ وروغن پر توجہ دینا ضیاعِ وقت ہے۔

☆...... متقدمین کے نزدیک مفتی کا اطلاق اس پر ہوتا تھا جس میں استنباط واجتہاد کا ملکہ بھی ہو۔ علامہ شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:" والمراد بالمفتي الذي يتخير بين الأقوال هو المجتهد الذي له قوة نظرٍ واستنباطٍ ، وأما أهل زماننا وأشياخهم وأشياخ أشياخهم فلا يسمون مفتين ، بل ناقلون حاكون (۱).

لیکن موجودہ زمانے میں علم کے انحطاط کی وجہ سے اس شرط کو ختم کیا گیا۔ اب مفتی کے لئے اجتہاد کی شرط نہیں، البتہ اتنا ضرور ہے کہ

مسائل کو ان کی شروط وقیود کے ساتھ پہچانے۔

زمانے کے عرف وغیرہ سے واقف ہو۔

کسی ماہر استاذ کی زیرِ نگرانی فقہ سے مناسبت پیدا کی ہو۔

---

(۱) تنبيه الولاة والحكام ضمن رسائل ابن عابدين :(۱/ ۳۲۹) .

عرف سے واقفیت اس لئے ضروری ہے کہ اس کے بغیر فتوی دینے میں نہ صرف غلطی کا قوی احتمال ہے، بلکہ اس میں کئی حقوق کے ضائع ہونے کا بھی اندیشہ ہے۔علامہ شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: من جهل بأهل زمانه فهو جاهلٌ (١).

مزید فرماتے ہیں:إن جمود المفتي والقاضي على ظاهر المنقول مع ترك العرف والقرائن الواضحة والجهل بأحوال الناس يلزم منه تضييع حقوق كثيرة وظلم كثير (٢).

نشر العرف میں فرماتے ہیں: وكذا المفتي الذي يفتي بالعرف لا بد له من معرفة الزمان وأحوال أهله ، ومعرفة أن هذا العرف خاص أو عام ، وأنه مخالفٌ للنص أو لا ، ولا بد له من التخرج على أستاذ ماهرٍ ، ولا يكفيه مجرد حفظ المسائل والدلائل (٣).

مزید فرماتے ہیں:إن المفتي ليس له الجمود على المنقول في كتب ظاهر الرواية من غير مراعاة الزمان وأهله (٤).

حاصل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:الاجتهاد مفقودٌ في زماننا، فلا أقلَّ من أن يشترط فيه معرفة المسائل بشروطها وقيودها التي كثيراً ما يسقطونها ، ولا يصرحون بها اعتماداً على فهم المتفقه ، وكذا لا بد له من معرفة عرف زمانه وأحوال أهله ، والتخرج في ذلك على أستاذٍ ماهرٍ ، وكذا قال في اخر منية المفتي : لو أن الرجل حفظ جميع كتب أصحابنا لا بد له أن

(١) شرح عقود رسم المفتي : ٤٦/١.
(٢) شرح عقود رسم المفتي : ٤٧/١ .
(٣) نشر العرف : ١٢٩/٢ .
(٤) نشر العرف: ١٣١/٢ .

يتلمذ للفتوى حتى يهتدى إليه ؛ لأن كثيراً من المسائل يجاب عنه على عادات أهل الزمان فيما لا يخالف الشريعة (١).

فائده: علامہ شامی رحمہ اللہ تحریر العبارة میں صدر الشہید رحمہ اللہ کا واقعہ تحریر کرتے ہیں: إن فقيهاً من الفقهاء قال للصدر الشهيد أنت مجتهدٌ؟ فقال أيها الفقيه ؟ ذهب الاجتهاد مع أهله ، وأنا إذا عرفت أقوال العلماء وحكيتها على وجهها فأى نعمةٍ أعظم منها ...... فإذا لم يكن الصدر الشهيد مجتهداً ، وقال : الاجتهاد ذهب مع أهله ،مع علو مقامه فى العلم والفقه ، وقد استشهد فى سنة خمس وثلاثين وخمس مائة فما بالك بأهل زماننا هذا (٢).

فائده: جب فقہ حنفی میں کسی مسئلے کے متعلق حکم نہ ہو تو ایسی صورت میں فقہ مالکی کی طرف رجوع کیا جائے گا۔ علامہ شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: إذا لم يوجد نصٌّ فى حكم من كتب أصحابنا يرجع إلى مذهب مالك (٣).

☆☆☆☆☆

(١) شرح عقود رسم المفتي : (٤٦/١) .

(٢)تحرير العبارة فيمن هو أحق بالإجارة : ١٥٩/٢-١٦٠.

(٣)رد المحتار ، كتاب النكاح ، باب القسم : ٢٠٣/٣.

متون اوراصحابِ متون

متن کی تعریف

متون ''متن'' کی جمع ہے، اس کے معنی ہیں: ریڑھ کی ہڈی اوراصطلاح میں متون سے مراد وہ کتابیں ہیں جو اس فن میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہیں۔ علامہ عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: المتن بالفتح ما اكتنف من الصلب للحيوان، وسمى المتن بالمتن لكونه أصلاً وأساساً للشروح والحواشي (۱).

متون سے مراد متقدمین کی کتابیں ہیں

علامہ لکھنوی رحمہ اللہ ہارون بن بہاء الدین بن شہاب المرجانی کے حوالے سے لکھتے ہیں: " المتون مقدمٌ على ما في الشروح، وما فيها على الفتاوى " میں متون سے مراد وہ کتابیں ہیں جنہیں ائمہ حذاق وکبار فقہا نے تحریر کیا جیسے ابوجعفر طحاوی، ابوالحسن کرخی، الحاکم شہید المروزی، ابوالحسن قدوری اور جو ان کے طبقے کے فقہا ہیں۔ ان کی کتب میں موجود مسائل صحت اور ثقہ ہونے میں مسائل الاصول اور ظواہر الروایات کے ساتھ ملحق ہیں۔ اور حضراتِ متأخرین جیسے صاحب الوقایہ، الکنز، النقایہ وغیرہ نے جو مختصرات تحریر کیں اگرچہ یہ حضرات بھی علمائے صالحین اور فضلائے کاملین ہیں، لیکن ثقاہت اور فقہ میں اس پائے کے نہیں جو ان متقدمین کو حاصل ہے۔ علاوہ ازیں ان کے کلام میں دلائل، اسناد کا ذکر بھی نہیں اور اس کے ساتھ ساتھ کچھ تغیر، خلط اور تصرف کا بھی احتمال

(۱) السعاية :(۱۱/۱)، وكشف الظنون : ٤٨٦/٢.

ہے(۱)۔

التعلیقات السنیۃ میں فرماتے ہیں: فقہاکےقول ما فی المتون سے تمام متون مرادنہیں ، بلکہ وہ متون مراد ہیں جنہیں ان مصنفین نے تحریر کیا جو راجح ومرجوح ،مقبول ومردود،قوی اورضعیف میں تمیز پر قادر تھے اورانہوں نے اپنے متون میں صرف راجح ،مقبول اورقوی قول کوذکرکیا جیسے المختار، الکنز ،الوقایہ،مجمع البحرین۔ یہ متأخرین کی اصطلاح ہے۔ مذکورہ مصنفین سے پہلے کے متقدمین کے عرف میں متون سے کبارِمشائخ واجلۂ فقہا: طحاوی،کرخی،جصاص،خصاف،الحاکم وغیرہ کی کتب مراد ہوتی تھیں (۲)۔

علامہ شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: المراد بالمتون المتون المعتبرة كالبداية، ومختصر القدوری ، والمختار، والوقاية ، والكنز ، والملتقى ؛ فإنها موضوعةٌ لنقل المذهب مما هو ظاهر الرواية ، بخلاف متن الغرر لمنلا خسرو ومتن التنوير للتمرتاشی الغزی ؛ فإن فيها كثيراً من مسائل الفتاوى (۳).

کتاب الشفعہ میں ایک مسئلے پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں:" فإنها لم تذكر فی المتون التی شأنها كذلك كمختصر القدوری ، والهداية ، والكنز ، والوقاية ، والنقاية ، والمجمع ، والملتقى ، والمواهب ، والإصلاح (٤).

علامہ طحطاوی سے صاحبِ درِمختار کے قول:فالعمل على مافی المتون کے ذیل میں نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:قد يقال إن هذا لا يقال فی كلِّ متنٍ مع

(۱) النافع الكبير:۱۳ ضمن مجموعة الرسائل للكنوى :(۳۹۳/۳).

(۲) التعليقات السنية على الفوائد البهية ، ص : (۱۰۷) .

(۳) شرح عقود رسم المفتی ، ضمن رسائل ابن عابدين :(۱/۳۶-۳۷).

(٤) شامية ، كتاب الشفعة ، باب ما يبطلها : ٢٤٥/٦ .

شرحٍ ، بل هذا في نحو المتون القديمة (١).

قدوری، کنز، وقایہ اور المختار کی بنا اختصار پر ہے۔علامہ شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: كالقدوری ، والكنز والوقاية والمختار المبنية على الاختصار(٢).

متونِ ثلاثہ اور اربعہ کا مطلب

متونِ ثلاثہ سے مراد: الوقایہ، الکنز ، القدوری اور متونِ اربعہ سے: الوقایہ، الکنز، المختار، مجمع البحرین ہیں (۳)۔متأخرین کی اصطلاح میں جن کتب کو متون کا درجہ دیا گیا ان کے بیان کردہ مسائل کے بارے میں علامہ شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: إن أصحاب المتون التزموا وضع القول الصحيح ، فيكون ما في غيرها مقابل الصحيح ما لم يصرح بتصحيحه (٤).

ردالمحتار میں فرماتے ہیں: مسائل المتون هی المنقولة عن أئمتنا الثلاثة أو بعضهم ، وكذلك الشروح ، بخلاف ما فی الفتاوى ، فإنه مبنى على وقائع تحدث لهم ويسألون عنها ، وهم من أهل التخريج ، فيجيب كل منهم بحسب ما يظهر له تخريجاً على قواعد المذهب إن لم يجد نصاً ، ولذا ترى في كثيرٍ منها اختلافاً ، ومعلومٌ أن المنقول عن الأئمة الثلاثة ليس كالمنقول عمن بعدهم من المشايخ (٥).

---

(١) رد المحتار ، كتاب القضاء ، مسائل شتى ، مطلبٌ اقتسموا داراً وأراد كلٌّ منهم فتح بابٍ : ١٧٣/٨ . (٢) منهل الواردين : ٧٠/١

(٣) النافع الكبير، ضمن الرسائل:(٣٠٦/٣).

(٤) شرح عقود رسم المفتى:(١/ ٣٦) .

(٥) شامية، كتاب [illegible]فعة ، باب ما يبطلها : ٦/[illegible] .

بعض کتب اگر چہ متون میں داخل نہیں، لیکن بیانِ مذہب کے سلسلے میں انہیں کافی اہمیت حاصل ہے۔ مثلاً ہدایہ، المبسوط وغیرہ۔ علامہ شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: الهداية ، الكنز ، والمواهب العمدة فى المذهب(١).

مبسوط کے متعلق علامہ شامی کا تبصرہ یوں ہے: "إن المبسوط من كتب ظاهر الرواية(٢) . شرح عقود میں فرماتے ہیں: "إن من كتب مسائل الأصول كتاب الكافي للحاكم الشهيد ، وهو كتابٌ معتمدٌ فى نقل المذهب ، شرحه جماعةٌ من المشايخ ، منهم شمس الأئمة السرخسي ، وهو المشهور بمبسوط السرخسي (٣).

کتاب الکافی کے متعلق ردالمحتار میں فرماتے ہیں: وأنت خبيرٌ أن الكافي هو نص المذهب (٤).

فقہ حنفی میں مختلف متون لکھے گئے، مشہور چار پانچ ہیں، ویسے ان کی تعداد اس سے زیادہ ہے۔ کیوں کہ پہلے علما کے نزدیک متون کا اطلاق مختصرات طحاوی، کرخی، جصاص، خصاف اور حاکم وغیرہ پر بھی ہوتا تھا۔ اسی طرح مواہب الرحمان، تحفۃ الملوک، تلخیص الجامع الکبیر، زاد الفقیر، فرائضِ برکلی وغیرہ کو بھی متون میں شمار کرتے ہیں۔ ذیل میں مشہور متون اور ان کی شروح کا تعارف پیش کیا جاتا ہے۔

---

(١) شفاء العليل وبل الغليل فى حكم الوصية بالختمات والتهليل: (١٥٩/١) .

(٢) تنبيه الغافل والوسنان على أحكام هلال رمضان : (٢٣٥/١) .

(٣) شرح عقود رسم المفتي: (٢٠/١)

(٤) رد المحتار، كتاب الطلاق ، باب النفقة ، مطلبٌ لا تجب على الأب نفقة زوجة ابنه الصغير : ٢٨٥/٥ .

متن، شرح اور حاشیہ میں فرق

جو کتاب کسی فن میں بنیادی حیثیت کی حامل ہو اس کی مکمل عبارت کو متن کہتے ہیں۔ شرح سے مراد یہ ہے کہ اصل کتاب کی پوری عبارت کو ذکر کر کے درمیان میں اس کی وضاحت کر دی جائے۔ حاشیے سے مراد یہ ہے کہ اصل کتاب کی عبارت کو قولہ کہہ کر نقل کیا جائے اور پھر اس کی وضاحت کی جائے یا مثال ذکر کی جائے یا اصل عبارت پر رد کیا جائے۔ واضح رہے کہ یہ عمومی فرق اور وضاحت ہے صرف فقہ کے ساتھ خاص نہیں۔

علامہ کاتب چلپی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: الحاشية عبارةٌ عن أطراف الكتاب، ثم صار عبارةً عما يكتب فيها، وما يجرد منها بالقول، فيدون تدويناً مستقلاً، ويقال لها تعليقة أيضاً (١).

علامہ عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: واشتهر أن ما يعلق على كتابٍ حاملاً للأصل فهو شرحٌ، وما يكتب على أقواله المتفرقة حاشيةٌ وتعليقٌ، فالأول كشرح المقاصد وشرح المواقف وشرح العقائد النسفية وشرح الهداية للعيني المسمى بالبناية وغير ذلك؛ والثاني كفتح القدير والكفاية وغيرهما من حواشي الهداية، وكثيراً ما يشتهر الشرح في القسم الثاني كشرح تهذيب المنطق للجلال الدواني واليزدي، وشرح سلم العلوم للقاضي مبارك الكوفاموي وغير ذلك (٢).

شروح میں ذکر کردہ مسائل پر آنکھ بند کر کے اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ علامہ شامی رحمہ اللہ ایک مسئلے کے بارے میں فرماتے ہیں: وكثيرٌ من الشروح كالنهاية وغيرها ينقلون

(١) كشف الظنون، باب الحاء: ٤٨٧/١.

(٢) السعاية: (١١/١). كذا في كشف الظنون في أحوال العلوم: ٤٩/١، ٥٠.

عن أصحاب الفتاوى ، فيحتمل أنه نقلها عنهم أيضاً (۱).

فقہ حنفی میں مشہور متون درج ذیل ہیں:

١- مختصر القدورى ، ٢- كنز الدقائق، ٣- الوقاية، ٤- المختار، ٥- مجمع البحرين وملتقى النيرين ، ٦- بداية المبتدى ، ٧- ملتقى الأبحر، ٨- تحفة الفقهاء ، ٩- غُرر الأحكام ، ١٠- درر البحار ، ١١- تنوير الأبصار وجامع البحار ، ١٢- نقاية .

مختصر القدوری

مختصر القدوری کو "قدوری" اور مختصرِ قدوری ـ فارسی ترکیب میں ـ بھی کہتے ہیں۔ المختصر للقدوری لکھنا پڑھنا بھی نحوی قواعد کی رو سے درست ہے، البتہ المختصر القدوری ـــ ترکیبِ توصیفی کے ساتھ ـــ پڑھنا یا لکھنا غلط ہے۔ یہ فقہ حنفی میں بڑی معتبر کتاب ہے، اس پر کل علما کا اتفاق ہے (۲)۔

صاحبِ تحفۃ الفقہا علامہ علاؤالدین سمرقندی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اعلم أن المختصر المنسوب إلى الشيخ أبي الحسن القدوري رحمه الله جامع جملاً من الفقه مستعملة ، بحيث لا تراها مدى الدهر مهملة ، يهدى بها الرائض في أكثر الحوادث والنوازل ، ويرتقي بها المرتضى إلى أعلى المراقي والمنازل (۳).

حضراتِ علمائے کرام کا اس پر اتفاق ہے کہ فقہ حنفی میں جہاں "کتاب" کا لفظ بولا جائے اس سے مراد یہی متنِ متین ہے (۴)۔ صاحبِ کشف الظنون ملا کاتب چلپی

(۱) رد المحتار ، كتاب الشفعة ، باب ما يبطلها : ٢٤٦/٦ .

(۲) (مفيدالمفتى:٥١).

(۳) تحفة الفقهاء : (١/ ٥) . (٤) (مفيد المفتى :٥٢) .

قدوری کے متعلق لکھتے ہیں: "ھو متنٌ متینٌ ، معتبرٌ متداولٌ بین الأئمة الأعیان ، وشھرته تغني عن البیان ." اوراس میں تقریباًبارہ ہزار مسائل ہیں(۱)۔

ماتن علامہ ابوالحسین احمد بن محمد بن احمد بن جعفر القدوری البغدادی القدوری الحنفی (ت۴۲۸ھ) ہیں۔قدوری نسبت بغداد کے ایک گاؤں قُدُور کی طرف ہے یاقُدُور جمع قِدر بمعنی ہانڈی ہے۔بیع القدور کے پیشے کی وجہ سے آپ کی یہ نسبت پڑی۔آپ ابوعبداللہ محمد بن یحی بن مہدی جرجانی۔ جنہیں صاحب ہدایہ،علامہ عینی اور کفوی نے اصحاب التخریج میں شمار کیا ۔ کے شاگرد ہیں۔آپ فقیہ،محدث،صدوق،عالی قدرومنزلت تھےاور حدیث کی روایت میں صدوق وثقہ مانے گئے ۔ابن العماد حنبلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:عراق میں مذہب حنفی کے سرخیل آپ ہی تھے اورابوحامد اسفرائنی سے آپ کے مناظرے ہوا کرتے تھے۔خطیب بغدادی وغیرہ محدث آپ کے شاگرد ہیں(۲)۔آپ کوابوالحسن کرخی کا شاگرد کہنا صحیح نہیں ، کیوں کہ کرخی کا انتقال شعبان (۳۴۰ھ) میں ہوا اور صاحبِ قدوری کی ولادت (۳۶۲ھ) میں ہوئی۔اگر یہ سنِ وفات اورولادت صحیح مانیں تو قدوری کرخی کے انتقال کے بائیس سال بعد پیدا ہوئے۔البتہ بالواسطہ کرخی کے شاگردوں میں سے ہوسکتے ہیں۔آپ کا انتقال ۵/ رجب بروزِ ہفتہ ۴۲۸ھ کو ہوا اوراسی دن اپنے گھر میں دفن کیے گئے۔پھرآپ کووہاں سے نکال کر تربتِ شارع منصور میں ابوبکر خوارزمی کی قبر کے پاس دفن کیا گیا۔

آپ کی تصانیف میں مختصرِ قدوری،شرحِ مختصرِ کرخی،التجرید بھی ہے جس میں احناف وشوافع کے اختلافی مسائل مع ادلۂ فریقین بڑی بسط سے لکھے اورمبتدی ومتوسط کی

---

(۱) کشف الظنون : ۲/ ۵۲۰.

(۲) شذرات الذھب فی أخبار من ذھب:(۳۹۳/۳) .

سمجھ کے موافق مختصر لفظوں میں ان مسائل کی تحقیق ہے جن میں امام شافعی نے اختلاف کیا، اس کے ساتھ جانبِ حنفی کی ترجیح بھی بتلادی۔ مؤلف نے اسے ۴۰۵ھ میں لکھنا شروع کیا۔ اس کا تکملہ ابوبکر عبدالرحمٰن بن محمد سرخسی (ت ۴۳۶ھ) نے تکملۃ التجرید کے نام سے لکھا اور جمال الدین محمود بن احمد قونوی حنفی (ت ۷۷۰ھ) نے تکملۃ التجرید کا اختصار التفرید کے نام سے کیا۔ یہ کتاب حال میں بیروت سے چھپی اور فقہ کی معتبر کتاب ہے۔ کتاب التقریب فی الخلافیات بھی آپ کی تصنیف ہے، اس میں صرف فریقین کے اختیارات ومسائلِ مستنبطہ کا ذکر ہے(۱)۔

قدوری کی شروح

۱- الجوہرۃ النیّرۃ: اسے جوہرۂ نیرہ اور الجوھرۃ المنیرۃ بھی کہتے ہیں (۲)۔ یہ علامہ رضی الدین ابوبکر بن علی بن محمد حدادی المصری الزبیدی (ت ۸۰۰ھ) کی تصنیف ہے۔ آپ کا تعلق یمن کے علاقہ عباریہ سے تھا۔ علامہ حدّادی اور علامہ حدّاد کے نام سے مشہور ہیں۔ عالم عامل، فاضلِ اکمل، مفسر، فقیہ، عابد، زاہد صاحبِ کرامات تھے۔ ہر روز پندرہ سبق پڑھاتے تھے۔ تصنیفات کثرت سے کیں، جن میں سے تفسیر کشف التنزیل دو ضخیم جلدوں میں، الجوہرۃ النیرۃ شرح مختصر القدوری، السراج الوھاج شرح مختصر آٹھ جلدوں میں ہے۔ آپ کا انتقال یمن کے مشہور شہر زبید میں ہوا (۳)۔ خود مؤلف شرح کا تعارف کرواتے ہوئے فرماتے ہیں: فھذا شرح مختصر القدوری، جمعته

(۱) مفيد المفتى، ص: (۱٤ و ٣٤)، حدائق الحنفية، ص: (٢١٦)، الفوائد البهية، ص: (٣٠- ٣١).

(٢) كشف الظنون: ١/٤٥٨.

(٣) حدائق الحنفية، ص: (٣٣٠).

بألفاظٍ مختصرةٍ وعباراتٍ ظاهرة، تشتمل على كثيرٍ من المعاني والمذاكرة، أوضحته لذوى الأفهام القاصرة والهمم المتقاصرة، وسمَّيته بالجوهرة النيرة (١).

خیرالدین زرکلی اعلام میں لکھتے ہیں: له فى مذهب أبى حنيفة مصنفاتٌ جليلةٌ، لم يصنِّف أحدٌ من العلماء الحنفية مثلها كثرةً وإفادةً (٢).

علامہ حدّادی رحمہ اللہ نے پہلے مختصرِ قدوری کی ایک مفصل شرح السراج الوهاج الموضح لكل طالبِ محتاج کے نام سے لکھی جو تقریباً تین جلدوں پر مشتمل ہے اور ابھی تک مخطوطے کی شکل میں ہے۔ پھر انہوں نے دو جلدوں میں الجوهرة النيِّرة کے نام سے اس کی تلخیص کی۔ علامہ برکلی کی تحقیق کے مطابق السراج الوهاج جو الجوهرة کی اصل ہے وہ ان کتابوں میں سے ہے جن سے فتوی دینا صحیح نہیں۔ صاحبِ کشف الظنون فرماتے ہیں: وعده المولى المعروف ببر كلى من جملة الكتب المتداولة الضعيفة المعتبرة (٣). اسی طرح علامہ لکھنوی رحمہ اللہ نے بھی السراج الوهاج کو ان غیر معتبر کتابوں میں ذکر کیا جن سے فتوی دینا جائز نہیں کہ ان میں روایات ضعیفہ اور مسائل شاذہ ہیں (۴)۔ شیخ احمد بن محمد بن اقبال نے البحر الزاخر فى تجريد السراج الوهاج کے نام سے السراج الوهاج کی تجرید کی (۵)۔

باقی اس کی تلخیص الجوهرة النيِّرة سے فتوی دینا درست ہے یا نہیں؟ اس کے متعلق

(١) الجوهرة النيرة: ١/٣.

(٢) إعلام: (٢/٦٧).

(٣) (كشف الظنون: (٢/٥٣١). (٦)

(٤) النافع الكبير ضمن الرسائل: (٣/٣١٢).

(٥) كشف الظنون: (٢/٥٢١).

صراحتاً ضعیف ہونے کی عبارت نہیں ملی، البتہ حضرت مفتی تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی امالی اصولِ افتاء میں اسے ضعیف کتب میں شمار کیا گیا، لیکن کوئی وجہ یا علت ذکر نہیں کی جیسا کہ دیگر کتب کے ضعیف ہونے کی وجہ ذکر کی۔ اصولِ افتاء کی شرح المصباح میں بھی اس کے متعلق کچھ بحث نہیں، علامہ شامی رحمہ اللہ الجوهرة النيرة کے متعلق فرماتے ہیں:

كتاب الجوهرة شرح القدوری لأبی بكر الحدّاد ، كتابٌ مشهورٌ متداولٌ ، يوجد بأيدی صغار الطلبة (١).

۲- علامہ نجم الدین مختار بن محمود الزاہدی (ت ۶۵۸ھ) نے بھی تین جلدوں پر مشتمل ایک شرح لکھی۔ صاحبِ مفید المفتی کے بقول یہ اچھی شرح ہے (۲)۔ زاہدی کے متعلق مشہور ہے کہ معتزلی ہیں، لیکن فقہ میں ان کا بڑا مقام ہے، اگرچہ ان کے تفردات کے بارے میں متفقہ رائے یہی ہے کہ قابلِ اعتبار نہیں۔ علامہ شامی رحمہ اللہ ان کی فقاہت کے بارے میں فرماتے ہیں: " الإمام الزاهدی المشهور علمه وفقهه(٣) .

۳- جامع المضمرات والمشكلات : اسے مضمرات بھی کہتے ہیں۔ یہ جمال الدین یوسف بن عمر بن یوسف گادروی کی تالیف ہے۔ آپ شیخِ کبیر، عالمِ نحریر، جامعِ علمِ حقیقت وشریعت تھے۔ آپ سے فضل اللہ صاحبِ فتاوی صوفیہ نے اخذ کیا۔ آپ کی تصنیفات سے جامع المضمرات شرح مختصر القدوری معروف ومشہور ہے جو جامعِ تفاریعِ کثیرہ اور حاویٔ مسائلِ غفیرہ ہے۔ علامہ لکھنوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: هو شرحٌ جامعٌ للتفاريع الكثيرة حاو على المسائل الغزيرة طالعته . (٤) ۸۳۲ھ میں آپ

(١) تنبيه الولاة والحكام (٣٦٥/١) .

(٢) مفيد المفتی، ص :٥٢.

(٣) رد المحتار : ١٠٥/١.

(٤) الفوائد البهية : ٢٣٠/١ .

کا انتقال ہوا(۱)۔ جامعہ عمر کراچی میں اس کے مخطوطے کا عکس موجود ہے۔

٤- التصحيح والترجيح : یہ علامہ قاسم بن قطلو بغا کی تصنیف ہے۔

(۲) وجہ تألیف میں فرماتے ہیں کہ اگرچہ شروح اور مطولات میں مختلف اقوال کے بیان کے ساتھ ساتھ مصحح اقوال کے بیان کا بھی التزام کیا گیا، لیکن ہر ایک کی رسائی ان تک نہیں ہو پاتی، اس لئے میں نے حضراتِ شوافع کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے فقہ حنفی کے متون میں سے ایک اہم متن کا انتخاب کیا اور اس کے ضمن میں ائمہ سے مروی مختلف اقوال کے متعلق تصحیحات کو جمع کیا۔

علامہ قاسم بن قطلو بغا رحمہ اللہ نے تصحیح کے سلسلے میں زیادہ تر مدار وقایہ اور کنز پر رکھا اور اس کی وجہ بھی ذکر کی کہ ان دونوں حضرات نے اصح اور معمول بہا اقوال کو جمع کرنے کا التزام کیا۔ بسا اوقات جب ان کے علاوہ باقی حضرات بھی ان کے موافق ہوں تو ان سے بھی کسی قول کی تصحیح نقل کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ قاضی خان نے جن اقوال کی تصحیح کی ان کو بھی ذکر کیا۔ کتاب کے مقدمے میں فرماتے ہیں:

أحببت أن أضع على المختصرات التي تحفظ في هذا الزمان تصحيحات معزوّة إلى قائلها أو ناقلها كما فعله الأئمة من الشافعية لمختصراتهم ، وإن كان ذلك موجوداً في الشروح والمطولات إلا أنهم أسعفوا بذلك من لم يصل إلى تلك ، وقد قال الإمام برهان الشريعة المحبوبي في أول كتابه : إنه حاوٍ لما هو أصح الأقاويل والاختيارات ، وقال الإمام أبو

---

(۱) حدائق الحنفية ، ص : (۳۱۰) .

(۲) علامہ یوسف بنوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: قطلوبغا لغةٌ تركيّةٌ ، مركبٌ توصيفي ، وقطلو — بضم القاف — معناه الذكي ، وبغا — بالضم — معناه الفحل ، فمعنى المركب الفحل الذكي .
معارف السنن ، باب ما جاء في وضع اليدين على الشمال في الصلاة : ٢/٤٤٢ .

البركات النسفي في صدر كتابه : وأورد في هذا الكتاب ما هو المعوَّل عليه في الباب ، فأذكر في المسائل المعروفة أنهما قد اعتمدا ذلك ، وربما ذكرت من وافقهما على ذلك ، وهذا ما تيسَّر على مختصر القدوري رحمه الله مع زياداتٍ نصَّ على تصحيحها القاضي الإمام فخر الدين قاضي خان في فتاواه فإنه من أحق من يعتمد على تصحيحه (١).

آپ ۸۰۲ھ کو قاہرہ میں پیدا ہوئے۔ ابو العدل کنیت اور زین الدین لقب تھا۔ اپنے وقت کے امام، فقیہ، محدث، علامہ، جامع علوم وفنون، استحضارِ مذہب میں کامل، مناظرہ اور اسکاتِ خصم میں یدِ طولی رکھتے تھے۔ آپ چھوٹے تھے کہ آپ کے والد کا انتقال ہوگیا۔ پہلے آپ نے قرآن شریف اور چند کتابیں حفظ کیں اور ایک مدت تک خیاطت کا کام کرتے رہے۔ پھر باقاعدہ تحصیلِ علم میں مشغول ہوئے اور علمِ حدیث حافظ ابنِ حجر عسقلانی، سراج الدین قاری الہدایہ اور ابنِ الہمام سے حاصل کیا۔ دیگر علوم وفنون تاج احمد فرغانی نعمانی قاضی بغداد، عز بن عبد السلام بغدادی اور عبد اللطیف کرمانی سے حاصل کئے۔ سب سے زیادہ ابن الہمام کی صحبت اختیار کی اور ان سے زیادہ فیض پایا۔ یہاں تک کہ جتنا ان سے پڑھا تھا اس سے زیادہ ان سے سنا۔ علامہ سخاوی آپ کے شاگردوں میں سے ہیں۔ حدیث وفقہ میں آپ کی تصانیف ستر سے زائد ہیں۔ جن میں حاشیہ فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث، حاشیہ مشارق الانوار، تحفۃ الأحیاء فیما فات من تخریج الإحیاء، منیۃ الألمعی فیما فات من تخریج الزیلعی، تعلیقات نخبۃ الفکر، تخریجِ احادیثِ تفسیر ابی اللیث نصر بن محمد فقیہ سمرقندی (ت ۳۸۳ھ)، ترجیع الجوہر النقی، شرح مجمع البحرین، شرح مختصر المنار، شرح درر البحار، معجم، تعلیقِ تفسیرِ بیضاوی وغیرہ ہیں۔ آپ کا انتقال چار ربیع الثانی ۸۷۹ھ کو حارۃ الدیلم نامی

(١) التصحيح والترجيح ، ص :(١٣٣— ١٣٤).

مقام میں ہوا(۱)۔

اللباب في شرح الكتاب: یہ ایک متوسط شرح ہے جو حلِ کتاب کے لئے اچھی اور مفید ہے۔

کنز الدقائق

یہ ایک نہایت ہی عمدہ متن ہے جس میں عبادات ومعاملات کے مسائل بڑی متانت واختصار کے ساتھ موجود ہیں۔علامہ نسفی رحمہ اللہ نے الوافی کے نام سے ایک متن لکھا، پھر الکافی کے نام سے اس کی شرح بھی لکھی۔بعد میں الوافی کا اختصار کرتے ہوئے یہ متن کنز الدقائق تحریر کیا۔خود ماتن رحمہ اللہ نے متن کی جن خصوصیات کا ذکر کیا وہ یہ ہیں:
۱-کنز الدقائق میں مشکل ومغلق مسائل نہیں۔۲-مسائلِ فتاوی اور واقعات سے مزین ہے۔

کتاب کے مقدمے میں فرماتے ہیں: لما رأيت الهمم مائلةً إلى المختصرات ، والطبائع راغبة عن المطولات، أردت أن ألخص الوافي بذكر ما عمَّ وقوعه ، وكثر وجوده لتكثر فائدته، وتتوفر عائدته، فشرعت فيه بعد التماس طائفةٍ من أعيان الأفاضل ، وأفاضل الأعيان الذين هم بمنزلة الإنسان للعين والعين للأنسان ، مع ما بي من العوائق ، وسميته بكنز الدقائق ، وهو وإن خلا عن العويصات والمعضلات فقد تحلى بمسائل الفتاوى والواقعات معلماً بتلك العلامات وزيادة الطاء للإطلاقات ، والله الموفق للإتمام والميسر للاختتام (٢).

علامہ زیلعی رحمہ اللہ متن کے متعلق فرماتے ہیں: المختصر المسمى بكنز

---

(١) حدائق الحنفيه، ص : (٣٦٠) والتعليقات السنية ، ص : (٩٩) .

(٢) البحر الرائق، متن الكنز:١/٩ .

الدقائق أحسن مختصرٍ في الفقه ، حاوياً ما يحتاج إليه من الواقعات ، مع لطافة حجمه لاختصار نظمه(۱).

صاحب بحر علامہ ابن نجیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:"وإن كنز الدقائق للإمام حافظ الدين النسفي أحسن مختصرٍ صنّف في فقه الأئمة الحنفية(۲).

صاحب النہر الفائق علامہ عمر بن نجیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: فإن المختصر الفقهي المنسوب إلى أفضل المتأخرين وأكمل المتبحرين حافظ الملة والدين أبي البركات عبد الله بن أحمد بن محمود النسفي عمدة المحققين الموسوم بكنز الدقائق منتقى من منتقى فائقٍ جمع أصول هذا الفن وقواعده ، واحتوى على غوامضه وشوارده (۳).

ماتن عبداللہ بن احمد بن محمود النسفی ہیں۔ ابوالبرکات آپ کی کنیت اور حافظ الدین لقب تھا۔ بلادِ ماوراء النہر میں موجود نسف شہر کی طرف نسبت کی وجہ سے آپ کو نسفی کہا جاتا ہے۔ اپنے زمانے کے امامِ کامل، عالمِ محقق، فقیہ مدقق، فاضلِ عدیم النظر، فقہ واصول میں سرآمد، حدیث اور اس کے معانی میں بارع، زاہد و پرہیز گار تھے۔ ابنِ کمال پاشا نے آپ کو فقہا کے چھٹے طبقے میں شمار کیا جو روایات ضعیفہ اور قویہ میں تمیز کرنے پر قادر ہیں۔

متن کے شروع میں آپ کا تعارف اس طرح مذکور ہے:" قال مولانا الحبر النحرير صاحب البيان والبنان في التقرير و التحرير، كاشف المشكلات و المعضلات، مبين الكنايات و الإشارات، منبع العلى، علم الهدى، أفضل

---

(۱) تبيين الحقائق : ۲۹/۱ .

(۲) البحر الرائق : ۹/۱ .

(۳) النهر الفائق : (۱۷/۱).

الوری، حافظ الحق و الملة و الدين، شمس الإسلام و المسلمين، وارث لعلوم الأنبياء، أبوالبركات عبدالله بن أحمد بن محمود النسفي (١).

آپ شمس الائمہ محمد بن عبدالستار کردری — تلمیذِ صاحبِ ہدایہ — حمید الدین ضریر، بدر الدین خواہر زادہ کے شاگرد ہیں۔ امام محمد کی زیادات کو احمد بن محمد عتابی سے روایت کیا اور آپ سے سغناقی نے سماع کیا۔ آپ کی تصانیف بہت معتبر ہیں، جن میں سے الوافی، اس کی شرح الکافی، المصفی، شرح منظومہ نسفیہ، المستصفی، شرح فقہ النافع، منارالأصول، کشف الأسرار شرح المنار، تفسیرِ مدارک التنزیل وغیرہ ہیں۔ آپ کے شاگردوں میں ابنِ ساعاتی صاحبِ مجمع البحرین — فقہ میں ایک مشہور و مستند متن — صاحبِ نہایہ جیسے اساطینِ علم ہیں۔

جب آپ ۷۰۰ھ میں بغداد تشریف لائے تو آپ نے ہدایہ کی شرح بھی لکھی۔ علامہ اتقانی نے غایۃ البیان میں لکھا کہ آپ نے باقاعدہ شرح تو نہیں لکھی بلکہ لکھنے کا ارادہ کیا تھا، مگر جب آپ کے ہم عصر اکابر تاج الشریعہ نے سنا تو انہوں نے آپ کو کہا کہ آپ کی شان سے بعید ہے کہ اس خفیف امر میں مصروف ہوں۔ اس کے بعد آپ نے شرح لکھنے کا ارادہ ترک کر دیا اور ہدایہ کی طرح مستقل تصنیف لکھنے کا ارادہ کیا، چنانچہ الوافی اور اس کی شرح الکافی لکھی اور ایسا انداز اختیار کیا گویا ہدایہ ہی کی شرح تصنیف کی۔ آپ کی وفات بغداد میں جمعہ کی رات ماہِ ربیع الاول ۷۱۰ھ میں ہوئی (۲)۔

تبيين الحقائق

کنز الدقائق کی مشہور شرح ہے۔ اسے علامہ عثمان بن علی بن محجن الزیلعی نے

---

(١) البحرالرائق، متن الكنز: (١/ ٩).

(٢) حدائق الحنفية، ص: (٣٠١)، الفوائد البهيه، ص: (١٠١)

تصنیف کیا۔ بحرِ حبہ کے ساحل پر واقع زیلع نامی شہر کی طرف نسبت کی وجہ سے آپ کو زیلعی کہتے ہیں۔آپ کی کنیت ابو محمد اور لقب فخر الدین تھا۔معرفتِ فقہ، نحو، فرائض میں مشہور تھے۔ ۷۰۵ھ کو قاہرہ تشریف لائے اور تدریس و افتاء میں مشغول رہے اور علمِ فقہ کی خوب اشاعت کی ۔ علامہ شامی رحمہ اللہ ایک مسئلے پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ورد الرحمتي ما في البحر بأن كلام ابن ملك لا يعارض كلام الزيلعي لعلو مرتبة الزيلعي .(۱) کنز الدقائق کی ایک نہایت معتبر شرح تبیین الحقائق کے نام سے لکھی جو مقبولِ انام ہوئی۔صاحب کشف الظنون فرماتے ہیں کہ آپ نے جامع کبیر کی ایک شرح بھی لکھی۔صاحب بحر جب قال الشارح کہتے ہیں تو ان کی مراد یہی فخر الدین زیلعی ہوتے ہیں۔صاحبِ نصب الرایہ جمال الدین زیلعی (ت ۷۶۲ھ) آپ کے شاگرد اور حافظ زین الدین عراقی کے معاصر و رفیق تھے۔آپ کا انتقال ماہِ رمضان ۷۴۳ھ کو ہوا اور قرافہ میں دفن کیے گئے (۲)۔

آپ کی شرح کے متعلق علامہ عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ شرح معتبر اور مقبول شروحات میں سے ہے (۳)۔خود علامہ زیلعی رحمہ اللہ نے اس کی جن خصوصیات کا ذکر فرمایا وہ یہ ہیں ۱-حلِ الفاظ کا التزام، ۲-احکام کی تعلیل کا بیان، ۳-موقع محل کی مناسبت سے مزید فروعات کا اضافہ۔فرماتے ہیں: أحببت أن يكون له شرحٌ متوسطٌ يحل ألفاظه، ويعلّل أحكامه، ويزيد عليه يسيراً من الفروع مناسباً له (٤). تاہم صاحب البحر الرائق علامہ ابن نجیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں اگرچہ تبیین الحقائق کنز

---

(١) رد المحتار ، مطلبٌ نواقض الوضوء : ٢٩١ .

(٢) حدائق الحنفية، ص : (٣١٠)

(٣) (الفوائد البهية بحواله مفيدالمفتى :٤٩) .

(٤) تبيين الحقائق :٢٩/١ .

کی شروحات میں بہت اچھی شرح ہے، لیکن علامہ زیلعی رحمہ اللہ نے خلافیات (اختلافِ فقہاء) کے بیان میں کافی طوالت سے کام لیا اور اس کے ساتھ ساتھ متن کے منطوق ومفہوم کو بھی اچھی طرح سے واضح نہیں کیا۔ فرماتے ہیں: وقد وضعوا له شروحاً ، وأحسنها التبيين للإمام الزيلعي ، لكنه قد أطال من ذكر الخلافيات و لم يفصح عن منطوقه و مفهومه(١).

کتاب کی وجہ تسمیہ خود مصنف رحمہ اللہ نے بیان کی کہ اس شرح کے ذریعے کتاب میں موجود دقائق (باریکیوں) کے خزانوں کو ظاہر کرتے ہوئے کچھ مسائل کا اضافہ بھی کیا اس لئے اس کا نام تبیین الحقائق رکھا: "مسمیً بتبيين الحقائق لما فيه من تبيين ما اكتنز من الدقائق، و زيادة ما يحتاج إليه من اللواحق(٢).

نوٹ: اس کے حاشیے پر علامہ احمد شلبی کا حاشیہ بھی چھپا ہوا ہے۔

البحر الرائق : کنز الدقائق کی معروف ومشہور شرح ہے۔اس کے مؤلف علامہ زین العابدین بن ابراہیم بن نجیم (ت ۹۷۰ھ) ہیں۔زین آپ کا علمی اسم ہے(۳)۔ آپ اپنے وقت میں خاتم الفقہا، دقیق النظر، یکتائے روزگار تھے، آپ کو زین الدین بھی کہتے ہیں(۴) اور لقب خاتم المتأخرین ہے۔علامہ شامی رحمہ اللہ نے آپ کا ذکر الفقيه النبيه ، سديد الرأى والنظر کے الفاظ سے کیا۔منحۃ الخالق میں فرماتے ہیں: الشيخ الفقيه النبيه العلامة زين الدين بن نجيم سديد الرأى والنظر(٥).

---

(١) البحر الرائق : ٩/١ .

(٢) تبيين الحقائق : ٢٩/١.

(٣) رد المحتار:(١٩/١)

(٤) (النهر الفائق : ١٧/١.

(٥) منحة الخالق على البحر الرائق : ١٠/١.

آپ صاحب تنویر الابصار کے استاد تھے۔ اپنے اساتذہ کی حیات میں ہی افتاء اور تدریس میں شہرتِ تامہ پیدا کرلی تھی اور مرجع خلائق ومنبعِ حقائق سمجھے جاتے تھے۔ طریقت میں حضرت عارف باللہ شیخ سلیمان خضیری سے بیعت تھے۔ علامہ شعرانی فرماتے ہیں کہ میں دس برس تک ان کی صحبت میں رہا اور کوئی بری بات ان سے صادر نہ دیکھی ۹۵۳ھ میں، میں ان کے ہمراہ حج کے سفر میں تھا۔ ان کے خُلُقِ عظیم کو۔۔۔۔ جو اپنے ہمراہیوں اور خادموں کے ساتھ کرتے تھے ۔ دیکھ کر میں متعجب ہوتا تھا۔ باوجود اس کے کہ سفر میں لوگوں کے اطوار وعادات کھل جایا کرتے ہیں(۱)۔ لأن السفر يسفر عن أخلاق الرجال بڑے بڑے علما ان کے شاگرد تھے۔ ازانجملہ صاحبِ نہر عمر بن نجیم فقیہ ان کے بھائی ہیں۔

خود مؤلف رحمہ اللہ نے کتاب کی جن خصوصیات کا ذکر کیا وہ درجِ ذیل ہیں: ۱- متن کے منطوق اور مفہوم کی وضاحت، ۲- اس کے ساتھ ساتھ موقع محل کی مناسبت سے فتاوی اور دیگر شروح سے مختلف فروعات کی زیادتی ۳- اور مختلف ابحاث کا اضافہ۔ مذکورہ خصوصیات کا ذکر خود صاحبِ کتاب یوں کرتے ہیں:" وقد كنت مشتغلاً به من ابتداء حالي معتنياً بمفهوماته، فأحببت أن أضع عليه شرحاً يفصح عن منطوقه و مفهومه، ويرد فروع الفتاوى و الشروح إليها مع تفاريع كثيرةٍ و تحريراتٍ شريفةٍ(۲).

صاحبِ مفید المفتی آپ کے متعلق فرماتے ہیں: مسائل کی تحقیق وتنقید خوب اچھی طرح کرتے ہیں، جس مسئلے کو لکھتے ہیں اس کی پوری تحقیق مع ما لہ وما علیھا کے کر دیتے ہیں (۳)۔ علامہ شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: كان له ذوقٌ في حلِّ

(۱) رد المحتار (۱/۶۱).

(۲) البحر الرائق في خطبة الكتاب: ۱/۹-۱۰. (۳) مفيد المفتي، ص: ۱۳.

مشکلات القوم (۱). اورآپ کی کتاب کے بارے میں فرماتے ہیں: صار كتابه عمدة الحنفية ومرجعهم(٢).

منحۃ الخالق میں فرماتے ہیں کہ البحر الرائق فقہی مسائل اوراصولی دلائل کا انسائیکلوپیڈیا ہے۔ إذ هو مشحونٌ بالمسائل الفقهية والأدلة الأصولية(٣). علامہ سری الدین الصائغ رحمہ اللہ البحر الرائق کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں(۴):

على الكنز في الفقه الشروح كثيرةٌ بحارٌ تفيد الطالبين لآليا

ولكن بهذا البحر صارت سواقيا ومن ورد البحر استقل السواقيا

علامہ قطب الدین حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں(۵): أنشدني من لفظه مولانا الشيخ نور الدين أبو الحسن الخطيب الحنفي شيخ المدرسة الأشرفية أنه شافه المرحوم الشيخ زين بن نجيم رحمه الله تعالى بهذه الأبيات بديهة، وقد أجاد فقال:

ذو الفضل زين الدين حاز من التقى والعلم ما عجز الورى عن حصره

لاسيما الفقه الشريف فإنه يملكه بكماله من صدره

وإذا نظرت إلى الشروح بأسرها فترى الجميع كنقطةٍ في بحره

ابھی شرح کی تکمیل نہیں ہوئی تھی کہ آپ کا انتقال ہوگیا، آپ صرف باب الاجارۃ الفاسدۃ تک ہی لکھ سکے۔ اس کے بعد علامہ محمد حسین الطّوری نے کتاب الاجارہ سے اس کا تکملہ لکھا۔ ابنِ نجیم کی شرح پر علامہ شامی رحمہ اللہ نے منحۃ الخالق کے نام سے حاشیہ بھی لکھا جو بہت مفید حاشیہ ہے۔ اس کے علاوہ آپ کی تصانیف میں: الاشباہ والنظائر، شرحِ منار، مختصر تحریرابنِ الہمام، حاشیۂ ہدایہ اخیرین، حاشیۂ جامع الفصولین، الفوائد، فتاوی زینیہ وغیرہ ہیں۔ آپ کا انتقال ۹۶۹ھ میں ہوا۔

---

(١) رد المحتار : ١٩/١ . (٢) رد المحتار :(١٩/١). (٣) منحة الخالق على البحر الرائق : ١٠/١ . (٤) البحر الرائق في ترجمة صاحب البحر: ٦/١ .

(٥) البحر الرائق في ترجمة صاحب البحر: ٦/١.

نوٹ: مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ سے مطبوع البحر الرائق کے ٹائٹل پر اصل مؤلف کے بجائے صاحبِ تکملہ کا نام لکھا ہوا ہے، لہذا حوالہ نقل کرتے وقت مؤلف کا نام لکھنا پڑے تو اس کا خیال رکھا جائے۔

منحة الخالق على البحر الرائق

یہ علامہ شامی رحمہ اللہ کا البحر الرائق پر بہترین حاشیہ ہے، جس کی وجہ سے اس کتاب کی جامعیت واہمیت مزید بڑھ گئی۔ علامہ شامی رحمہ اللہ نے اس حاشیے میں درجِ ذیل چیزوں کا اہتمام کیا:

۱- مشکل وپیچیدہ مقامات کا حل، یعنی جہاں بات وضاحت طلب تھی اس کی وضاحت کی یا جہاں تقویت کی ضرورت محسوس ہوئی وہاں مسئلے میں تقویت پیدا کی یا مسئلے میں کوئی بحث یا اشکال تھا تو اسے حل کیا۔

۲- مزید مسائل کا اضافہ صرف وہیں کیا جہاں کوئی بڑا فائدہ محسوس کیا۔

۳- صاحب النہر الفائق اور علامہ خیر الدین رملی کے استدراکات کو بھی ذکر کیا۔

علامہ شامی رحمہ اللہ اپنے کام کی نوعیت بتاتے ہوئے فرماتے ہیں: فتحت بها مقفلةً ، وحللت بها معضلةً ، ولست أتعرض فيها غالباً إلا لما فيه إيضاحٌ ، أو تقويةٌ ، أو لما فيه بحثٌ ، أو إشكالٌ ، بعباراتٍ تفك الأسر ، وتحل العقال ، إذ هو مشحونٌ بالمسائل الفقهية والأدلة الأصولية ، فهو غنيٌّ من ذلك عن الزيادات ، اللهم إلا أن يكون شيأً في ذكره عظيم فائدةٍ ، ضامًا إلى ذلك بعض أبحاث أوردها في النهر الفائق الفاضل المحقق الشيخ عمر علي أخيه الشيخ الفقيه النبيه العلامة زين الدين بن نجم الدين سديد الرأي والنظر ، وبعض ما كتبه على هذا الكتاب الشيخ خير الدين الرملي المفتي الحنفي ، تاركاً لما

وجهه عليّ قد خفي، وأرجو ممن وقف على هذه العجالة أن يجعل عثراتي مقاله، فإن بضاعتي قليلةٌ ، وفكرتي كليلةٌ، وسميت ذلك بمنحة الخالق على البحر الرائق(١).

اس عظیم الشان حاشیے کے آخر میں مبیض حاشیہ علامہ احمد بن عبدالغنی بن عمر عابدین رحمہ اللہ اپنے چچا علامہ شامی رحمہ اللہ کا قول نقل فرماتے ہیں: وإذا تم ذلك بمعونة اللّٰه تعالى أجمعه في سفرٍ؛ ليكون كحاشيةٍ مستقلةٍ ، لعله يكون به النفع لي ولغيري من المتعلمين بفضل أكرم الأكرمين ، وإن اخترمتني المنية قبل جمع ما سطرته في الهوامش، فقد أذنت لمن اطلع على حقيقة هذا الأمر أن يجمع ذلك ، ويكون شريكي في إيصال هذا الخير(٢) .

النهر الفائق : یہ صاحب البحر الرائق کے بھائی علامہ عمر بن ابراہیم ابن نجیم رحمہ اللہ (ت۱۰۰۵ھ) کی تصنیف ہے۔ آپ کا لقب سراج الدین تھا۔ علامہ لکھنوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: كان متبحراً في العلوم الشرعية ، غوّاصاً في المسائل الغريبة (٣). آپ کی حسنِ تعبیر قابلِ دید ہے۔ علامہ شامی رحمہ اللہ آپ کے متعلق فرماتے ہیں: الفقيه المحقق ، الرشيق العبارة ، الكامل الإطلاع ، كان متبحراً في العلوم الشرعية ، غوّاصاً على المسائل الغريبة، محققاً إلى الغاية ، وجيهاً عند الحكام ، معظماً عند الخواص والعوام (٤). البحر الرائق کے مقابلے میں النہر الفائق لکھی (٥)۔ یہ شرح بھی مکمل نہیں، بلکہ آپ نے کتاب القضا، باب کتاب القاضی الی القاضی تک ہی لکھی

(١) منحة الخالق على البحر الرائق ١/١٠ .

(٢) البحر الرائق : ٥٣١/٨ .

(٣) التعليقات السنية ، ص: ١٣٥ .

(٤) رد المحتار :(٧٢/١).(٥) طرب الأماثل ضمن الفوائد البهية ، ص: ٢٨٤.

تھی کہ آپ کا انتقال ہو گیا۔

آپ نے اپنی شرح النہر الفائق میں اپنے بھائی پر بڑے مناقشے کئے (۱)۔ حتی کہ علامہ شامی رحمہ اللہ نے رحمتی سے نقل کیا: صاحب النهر مولعٌ بالاعتراض على أخيه (۲). ایک اور جگہ فرماتے ہیں: والعجب من صاحب النهر حيث تابع أخاه في هذا التحقيق ، ثم خالفه في النظم الآتي(۳) . اختصار کی وجہ سے صرف اس سے فتوی دینا جائز نہیں (۴)۔

صاحب النہر الفائق نے اپنی شرح کے متعلق جن خصوصیات کا تذکرہ کیا وہ یہ ہیں: ۱- اس شرح میں کتاب کے مغلق و مشکل مقامات کو اس طرح حل کیا کہ اس میں موجود فقہی خزانے کا حصول آسان ہو گیا۔ ۲- متقدمین کی علمی تحقیقات کے نچوڑ پر مشتمل ہے۔ ۳- متأخرین کی افکار کا خلاصہ بھی اس میں موجود ہے۔ ۴- سابقہ شارحین اور خاص کر صاحب البحر سے واقع اوہام پر تنبیہ کی۔

فرماتے ہیں: وكنت ممن توفّرت رغبته على تعلُّمه [أي الفقه] وتحصيله ، وتزايد حرصه على الإحاطة بجمله وتفاصليه ، فشرعت في شرحٍ عليه يذلل صعاب عويصاته الأبية ، ويسهل طرق الوصول إلى ذخائر كنوزه الفقهية ، ويظهر لكم خبايا تراكيبه ، ومنه يعذب عباب بحار أساليبه ؛ أودعته فوائد هي حقائق لباب المتقدمين ، وفوائد هي نتائج أفكار المتأخرين منبهاً

(۱) حدائق الحنفية ، ص : ۴۱۸.

(۲) رد المحتار ، كتاب الطلاق ، باب النفقة ، مطلب في مواضع لا يضمن فيها المنفق : (۳۸۰/۵).

(۳) رد المحتار ، كتاب النكاح ، باب المهر ، مطلبٌ في أحكام الخلوة :۱۱۵/۳.

(۴) مفيد المفتي ، ص : ۹۱.

علی أوهامٍ وقعت لبعض الناظرين ، ولا سيما شيخنا الأخ زين الدين ختام المتأخرين تغمَّده الله برضوانه ومتَّعه بجناته ، ولعمری فالسلامة من هذا الخطر هو يعز علی البشر ، وسمَّيته النهر الفائق بشرح كنز الدقائق (۱).

آپ کا انتقال منگل کے دن ٦/ ربیع الاول ۱۰۰۵ھ میں ہوا اور اپنے بھائی کے پہلو میں مدفون ہوئے۔ یہ بھی کہا گیا کہ آپ کا انتقال زہر کھانے کی وجہ سے ہوا، کیوں کہ آپ کثیر التزوج تھے تو کسی بیوی نے آپ کو زہر دیا تھا (۲)۔ آپ کی تصانیف میں سے إجابة السائل فی اختصار أنفع الوسائل بھی ہے (۳)۔

رمز الحقائق : یہ قاضی بدر الدین محمود بن احمد العینی (ت۸۵۵ھ) کی تصنیف ہے۔ وجہ تألیف میں فرماتے ہیں: اگر چہ کنز کی بے شمار شروحات ہیں، لیکن بعض طوالت کی وجہ سے بوریت کا اور بعض اختصار کی بنا پر خلل کا باعث ہیں۔ میری یہ شرح درجِ ذیل خصوصیات کی حامل ہے: ۱- کتاب کے مشکل مقامات کا حل، ۲- مسائل کا حاصل و نچوڑ، ۳- متن اور ترکیب کا حل، ۴- مرتب انداز میں دلائل کا بیان۔

مقدمے کی عبارت اس طرح ہے: كتاب كنز الدقائق المنسوب إلی القرم الهمام ، والإمام المعظم فی الأنام ، كشاف المشكلات ، حلال المعضلات ، أبی البركات ...... وإنه وإن وقع عليه شروحٌ ، ولكن منها ما يملُّ جداً ، ومنها ما يخل جداً ، فاستخرت الله تعالی ، واخترعت له شرحاً يذلل صعابه ، ويستخرج عن قشره لبابه ، ويكشف عن وجوه مخدراته النقاب ، ويوضح ما فيه من

(۱) النهر الفائق : ۱/۱۷ .

(۲) طرب الأماثل ٦٥ بحواله خلاصة الأثر .

(۳) طرب الأماثل : ٦٥۔ حدائق ، ص : (٤١٨)

المسائل الصعاب ، بحيث إنه عدلٌ ووسطٌ مجنبٌ عن الإفراط والتفريط ، موف حقَّ حل المتن والتركيب ، كافٍ ذكر الدلائل بالترتيب ...... ما وقع في ذلك الكتاب من لفظة الثلاثة فالمراد بها الأئمة الثلاثة ، وهم الشافعي ، ومالك ، وأحمد رحمهم الله ، وما وقع فيه من قولي : قال الشارح فالمراد به الشيخ الإمام فخر الدين الزيلعي رحمه الله(۱) .

یہ شرح حلِ کتاب کے لئے مفید ہے۔البتہ اختصار کی وجہ سے صرف اس سے فتوی دینا جائز نہیں(۲)۔

شرح منلا مسكين

یہ کنز الدقائق کی مختصر شرح ہے جسے معین الدین محمد بن عبداللہ القراھی الھروی المعروف بملا مسکین (ت ۹۴۵ھ) نے تحریر کیا۔صاحبِ کشف الظنون کی تحقیق کے مطابق ان کی وفات ۹۲۱ھ میں ہوئی(۳)۔

فتح الله المعين

یہ علامہ سید محمد ابو السعود مصری کا شرحِ ملا مسکین پر حاشیہ ہے۔اس حاشیے میں علامہ حموی اور اپنے والد کی تحقیقات سے بھرپور استفادہ کیا۔فرماتے ہیں:لما تيسّر للفقير قراءة شرح العلامة منلا مسكين بالجامع الأزهر ، أردت أن أضع عليه حاشيةً تتضمن حاشية المرحوم العلامة السيد الحموى مع ما وجدته لكل من شيخنا الوالد والسيد الحموى بخطهما ، وذلك بعد أن سئلت فى ذلك المرات

(۱) رمز الحقائق : ۱/ ٦ .

(۲) مفيد المفتى : ۹۱.

(۳) كشف الظنون : ۲/ ٤٣٤.

العديدة ، واعلم أني إذا عزوت شيئًا من المسائل لشيخنا فالمراد به شيخنا الوالد تغمَّده الله برحمته آمين ، ومتى أبهمت في العزو كما إذا عزوت شيئًا لبعضهم غير مصرحٍ فالمراد به المرحوم العلامة الشيخ الاسقاطي ، وسمَّيتها فتح الله المعين على شرح العلامة منلا مسكين (١).

الفوائد في حل المسائل والقواعد: یہ شرحِ مرادخانیہ کے نام سے مشہور ہے اور علامہ مصطفیٰ بن بالی زادہ کی تصنیف ہے اور مخطوطے کی صورت میں ہے۔ شرح کی تکمیل (ت ۱۰۳۶ھ) میں عرفہ میں ہوئی (۲)۔اس کے مخطوطے کا عکس جامعہ عمر کراچی میں موجود ہے۔

وقایۃ الروایۃ فی مسائل الھدایۃ

یہ ایک عمدہ ومقبول متن ہے۔تاج الشریعۃ محمود بن صدرالشریعہ احمد بن عبیداللہ جمال الدین عبّادی محبوبی بخاری (ت ۶۷۳ھ) نے اپنے پوتے صدرالشریعہ ثانی عبیداللہ بن مسعود بن تاج الشریعہ محمود محبوبی (ت ۷۴۷ھ) کے لئے ہدایہ سے مسائل کا انتخاب کر کے یہ متن تصنیف کیا۔ملا کاتب چلپی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: متنٌ مشهورٌ اعتنى بشأنه العلماء بالقراءة والتدريس والحفظ (٣). آپ عالمِ فاضل، نحریرِ کامل، بحرِ ذاخر، صاحبِ تصانیفِ جلیلہ تھے (۴)۔آپ کی تصانیف میں فتاوی، واقعات اور ہدایہ کی شرح نہایۃ الکفایہ فی درایۃ الہدایہ بھی ہے (۵)۔

---

(١) فتح الله المعين ، ص : ١ . (٢) كشف الظنون :٢/٤٣٥ .

(٣) كشف الظنون :٢/٨٠٦ .

(٤) حدائق الحنفية ، ص : (٣٣٢)

(٥) حدائق الحنفية ، ص : (٥١٤) .

شرح الوقایۃ

شرح الوقایۃ لصدر الشریعۃ الاصغر عبید اللہ بن مسعود بن تاج الشریعۃ محمود۔ آپ بڑے زبردست عالم کامل فاضل تھے اور تمام علوم پر آپ کو دسترس حاصل تھی۔ اپنے زمانے کے امام متفق علیہ اور علامہ مختلف الیہ، حافظِ قوانینِ شریعت، ملخص مشکلات اصل وفرع، شیخ فروع اصول، عالمِ معقول ومنقول، فقیہ، اصولی، خلافی، جدلی، محدث، مفسر، نحوی، لغوی، ادیب، نظار، متکلم، منطقی، عظیم القدر، جلیل المحل، مغذی علم وادب تھے۔ علم اپنے دادا تاج الشریعہ سے حاصل کیا۔ تاج الشریعہ نے کما حقہ اپنے پوتے صدر الشریعہ ثانی کی پرورش کی اور اپنے سایہ عاطفت میں تمام علوم وفنون ان کو پڑھائے۔ آپ اپنے دادا کے نفائس کی تقیید اور ان کے فوائد جمع کرنے کا کافی اہتمام کرتے تھے۔ اس لئے آپ نے ان کی کتاب وقایہ کی ایسی عمدہ شرح لکھی جو مقبول الخلائق ہوگئی اور شرح الوقایہ کے نام سے مشہور اور داخلِ درس ہے۔

ملا کاتب چلپی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وأشهر شروحه شرح الإمام صدر الشريعة الثاني عبيد الله بن مسعود المحبوبي الحنفي ...... وقد غلب نعته على شرحه حتى صار اسماً لشرحه ، وهذا الشرح لا يحتاج من شهرته إلى التعريف (۱). پھر آپ نے وقایہ کا اختصار کر کے نقایہ کے نام سے ایک نیا متن تصنیف کیا، مگر اسے وہ شہرت نہ مل سکی جو آپ کی شرح کو ملی۔ آپ نے اصولِ فقہ میں تنقیح کے نام سے ایک متن بھی لکھا، پھر توضیح کے نام سے اس کی ایسی عمدہ شرح لکھی جو علما کے درس وتدریس میں داخل ہے۔ علامہ تفتازانی نے تلویح کے نام سے اس شرح کی شرح لکھی۔ آپ کی تصانیف میں مقدمات الاربعہ، کتاب تعدیل العلوم فی اقسام العلوم العقلیہ، کتاب الوشاح فی علم المعانی، کتاب

الشروط، کتاب المحاضر وغیرہ ہیں۔ آپ کی وفات ۷۴۷ھ میں ہوئی۔ آپ کا مزار اور آپ کی اولاد اور والدین اور اجدادِ والدین کی قبریں شرع آباد بخارا میں ہیں، لیکن آپ کے دادا تاج الشریعہ اور نانا برہان الدین کے مرقد کرمان میں ہیں جہاں وہ فوت ہوئے (۲)۔

علامہ طاش کبری زادہ نے نقل کیا کہ قطب الدین رازی نے صدر الشریعہ کے ساتھ مباحثہ کا ارادہ کیا تو پہلے اپنے خاص شاگرد مبارک شاہ کو صدر الشریعہ کا مبلغِ علم جانچنے کے لئے ان کے پاس بھیجا۔ صدر الشریعہ اس وقت ہرات میں تھے۔ جب مبارک شاہ وہاں پہنچے تو آپ کتاب الاشارات لابن سینا کا درس دے رہے تھے آپ دورانِ درس مصنف اور کسی شارح کی متابعت نہیں کرتے تھے تو مبارک شاہ نے قطب الدین رازی کو لکھا:" إن الرجل نارٌ وقّادةٌ ، ربما يورث الملام . قطب الدین رازی نے مبارک شاہ کے قول پر عمل کرتے ہوئے اپنے ارادے کو ترک کردیا (۳)۔

شرح وقایہ اگر چہ بذاتِ خود شرح ہے، لیکن اس کی بھی خوب خدمت کی گئی۔ ذیل میں شرح وقایہ پر کئے گئے کام کی کچھ وضاحت تحریر کی جاتی ہے۔

۱-الإصلاح والإيضاح: یہ علامہ احمد بن سلیمان رومی المشہور بابن کمال پاشا کی تصنیف ہے۔ آپ نے متن وقایہ اور اس کی شرح کی اصلاح کی، پھر شرح وقایہ کو شرح کے ساتھ لکھ کر اس کا نام ایضاح رکھا۔ اور وجہ یہ بیان کی کہ متن وقایہ میں بہت سی جگہوں میں سہو، خلل اور زلت تھی میں نے اسے درست کیا اور جو جو مسائل ماتن سے چھوٹ گئے تھے ان کو بھی موقع پر درج کیا، نیز شرح وقایہ صدر الشریعہ کی بھی اصلاح کی کہ اس میں

---

(۱) كشف الظنون :۸۰۷/۲.

(۲) حدائق الحنفية ، ص : (۳۱۱- ۳۱۲) والفوائد البهية ، ص : (۱۰۹).

(۳) مفتاح السعادة: (۱۷۱/۲).

تصرفاتِ فاسدہ اوراعتراضاتِ نادرہ بہت تھے جن کی شارح نے مصنف کی تقلید کے پیچھے تحقیق نہ کی، اس لئے شارح سے بھی غلطی واقع ہوگئی۔ابنِ کمال پاشا نے ایک سال میں مکمل کر کے شوال (۹۲۸ھ) میں سلطان سلیم خان مرحوم کو ہدیہ میں پیش کی (۱)۔

علامہ لکھنوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: قد طالعت من تصانيفه الإصلاح والإيضاح ، فوجدته محققاً مدققاً، مولعاً في الإيرادات على الوقاية وشرحها لصدر الشريعة ، أكثرها غير واردةٍ ، ولم يورث إيراده عليهما نقصاً في اشتهارهما ، والاعتماد عليهما ، ولم يشتهر تصنيفه كاشتهارهما ، والحق أن قبول تصنيفٍ في أعين المستفيدين واعتماده في أبصار الفاضلين ليس مداره على مقدار فضل المؤلفين ، وإنما هو فضل رب العالمين ، ومداره على النية ، فإنما الأعمال بالنيات (۲).

صاحبِ مفید فرماتے ہیں: یہ سب کو خوب معلوم ہے کہ وقایہ اور شرح وقایہ تمام ممالک میں مرغوب ومستعمل ومتداول عند الجمہور رہیں اور اصلاح اور ایضاح اگرچہ ازبس مفید اور راجح ہیں، لیکن متروک ومہجور۔اور یہ اللہ کی عادت ہمیشہ سے جاری ہے کہ متقدمین کے آثار پر متقدین متأخرین کا غلبہ نہیں ہونے دیتا۔اس ایضاح پر بھی چھ حاشیے لکھے گئے (۳)۔

ابن کمال پاشا بسا اوقات سخت الفاظ میں صدر الشریعہ پر گرفت کرتے ہیں جیسا کہ شامیہ میں ہے: قال ابن الكمال : فمن قال : إن الإبراء يمنع النفاذ فقد ضلّ عن سبيل السداد ، وكتب في هامش : هذا من المواضع التي أخطأ فيها صدر

(۱) كشف الظنون : ۱/۱۴۲- ۱۴۳ .

(۲) الفوائد البهية ، ص :(۲۲) .

(۳) مفيد المفتي : ۱۰، كشف الظنون : ۱/۱۴۳.

الشريعة ۔ علامہ شامی رحمہ اللہ اس کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں: واندفع تشنيع ابن الكمال المار على صدر الشريعة بالكلمات الفظيعة ، والله تعالى الموفق لا رب سواه (١).

آپ کا لقب شمس الدین تھا۔ فقیہ، محدث، علامۂ زماں اور فہامۂ دوراں تھے۔ علم اپنے ولی لطفی تلمیذِ سنان پاشا، مولیٰ مصلح الدین قسطلانی وغیرہ فضلائے مشہورین سے پڑھا۔ اول شہر درنہ کے مدرس مقرر ہوئے اور چند عرصے کے بعد وہاں کے قاضی ہوئے۔ پھر سلطان سلیم خان نے آپ کو عسکر کا قاضی بنایا۔ جب سلطان سلیم خان نے قوم چراکسہ سے قاہرہ کو فتح کیا تو آپ بھی قاہرہ میں تشریف لائے جہاں کے علما اکابر وافاضل نے آپ سے مناظرہ ومباحثہ کیا اور آپ کے کلام کی فصاحت وبلاغت دیکھ کر بڑے متعجب ہوئے اور سب نے آپ کی فضیلت کا اقرار کیا ۹۳۲ھ میں علاء الدین علی جمالی کے انتقال کے بعد قسطنطنیہ کے مفتی بنے اور انتقال تک اسی عہدے پر رہے۔

ابنِ کمال پاشا تمام علوم میں پوری دستگاہ رکھتے تھے۔ علامہ شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: كان بارعاً في العلوم ، وقلما أن يوجد فنٌ إلا وله فيه مصنفٌ أو مصنفات (٢). کوئی فن ایسا نہیں جس میں ان کی تصنیف نہ ہو۔ شہر قاہرہ میں جب سلطان سلیم خان کے ہمراہ تشریف لائے تھے تو وہاں کے اکابر علما نے آپ کے فضل وکمال کا اعتراف کیا۔ عربی، فارسی، ترکی تینوں زبان میں یکساں مہارت رکھتے تھے۔ اور تینوں زبان میں آپ کی تصنیفات ہیں۔ علامہ کفوی نے آپ کو اصحاب الترجیح میں سے شمار کیا جو روایات میں بعض کو بعض پر فضیلت دیتے ہیں (٣)۔

---

(١) رد المحتار ، باب الإكراه ، مطلب بيع المكره فاسد وزوائده مضمونةٌ بالتعدى :.

(٢) رد المحتار :(١/٢٦). (٣) التعليقات السنية ، ص : (٢١).

ممالک روم میں کثرتِ تصانیف، وسعتِ اطلاع اور سرعتِ تصنیف میں آپ امام جلال الدین سیوطی کی طرح مانے جاتے تھے۔امام جلال الدین سیوطی بھی ان اوصاف کے ساتھ دیارِ مصریہ میں متصف اور مشہور تھے۔ابنِ کمال پاشا کو مؤرخ کفوی نے اصحابِ ترجیح سے شمار کیا۔طبقات تمیمی میں ہے کہ میری رائے میں جلال الدین سیوطی سے زیادہ حسنِ فہمی اور دقیق النظری میں ابنِ کمال پاشا تھے(۱)۔

علامہ لکھنوی مذکورہ عبارت نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں اگرچہ ابنِ کمال پاشا ادب واصول میں وسعتِ علمی کی بنا پر سیوطی کے ہم پلہ ہیں، لیکن فنونِ حدیث میں سیوطی نہ صرف ان سے، بلکہ اپنے تمام ہم عصروں سے زیادہ وسعتِ نظری اور تدقیقِ فکری کے حامل ہیں۔ابن کمال پاشا کی معلومات فنونِ حدیث میں اتنی نہیں جیسا کہ ان کی تصانیف کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے۔آپ کا انتقال ۹۴۰ھ میں ہوا(۲)۔

مقدمۃ الکتاب میں آپ اپنی کتاب کا تعارف کرواتے ہوئے فرماتے ہیں:فغير خافٍ على ذوى البصائر أن المختصر الموسوم بالوقاية مع صغر حجمه ووجازة نظمه كتابٌ حاوٍ لمنتخب كل مزيدٍ ومفيدٍ ، منتقى كل مديدٍ وبسيطٍ، جامعٌ نافعٌ لخلاصة كل وجيزٍ ووسيطٍ ، بحرٌ محيطٌ بغرر درر الحقائق ، وكنزٌ مغنٍ أودع فيه نقوذ الدقائق إلا أن فيه نبذاً من مواضع سهوٍ وزللٍ ، ومواقع خبطٍ وخللٍ ، ولا غرو فإن الجواد قد يكبو والصارم قد ينبو ، فأردت تصحيحه وتنقيحه بنوع تغييرٍ فى أصل التعبير أو فى فصل النظم ووصله ونسق التركيب ، وقصدت تكميله وتقويمه وتعديله ببعض حذفٍ وإثباتٍ وتبديلٍ فى التصوير

---

(۱) رد المحتار : (۱/۸۰).

(۲) الفوائد البهية ، ص : (۲۲).

والتحرير والترتيب .

ثم إن شرحه المنسوب إلى النحرير الشهير بصدر الشريعة تغمَّده الله بالرحمة والغفران الذى سارت بذكره الركبان ، وصار مقبولاً عند أفاضل الأنام مع احتوائه على تصرفاتٍ فاسدةٍ واعتراضاتٍ غير واردةٍ لا تخلو عن القصور فى تقرير الدلائل ، بل عن الخطاء فى تحرير المسائل لعدم العثور على مأخذ الكلام ، فلا جرم كان مضلةً للأفهام ومزلةً للأقدام .

ولما وقفت على هذه الطامة وشاهدت ما فيه من المضرة العامة ، سعيت فى إيضاح ما يحتويه من الخبط والخطأ ، وتبيين وجه الحق بكشف الحجاب والغطا ، وقفَّيت أثر ذلك الفاضل إلا فيما زلَّ فيه قدمه، وتتبعَّت أثره، فمحوت ما طغى فيه قلمه ، وسمَّيت المتن بالإصلاح لتضمنه إصلاح ما فى الوقاية من الزلل ، والشرحَ بالإيضاح لاشتماله على إيضاح ما فى الشرح المذكور من الخلل (١).

٢- ذخيرة العقبى حاشيۂ اخی چلپی - یہ علامہ یوسف بن جنید توقانی (ت ۹۰۵ھ) کی تألیف ہے جسے آپ نے دس برس میں مکمل کیا۔ آپ جامع علوم عقلیہ ونقلیہ وحاوی اصول وفروع تھے اور ملا خسرو کے شاگرد تھے۔ حاشیہ چلپی آپ ہی کے حاشیے کو کہتے ہیں۔ تلویح اور بیضاوی کے محشی آپ نہیں، بلکہ وہ حسن چلپی ہیں جو نویں صدی کے ہیں۔ علامہ شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: أخي جلبي صاحب حاشية صدر الشريعة المسماة بذخيرة العقبى ، واسمه يوسف بن جنيد ،

(١) الإصلاح والإيضاح : ١/٣-٤ .

وهو تلميذ منلا خسرو (١). حاشیے کا آغاز ۸۹۱ھ میں ہوا اور ۸/ ذی الحجہ ۹۰۱ھ کو اس کی تکمیل ہوئی (۲) اگرچہ طاشکبری زادہ رحمہ اللہ نے آپ کے حاشیے کے متعلق فرمایا: وصنف حواش على شرح الوقايه لصدر الشريعة ، وهي مقبولةٌ متداولةٌ بين الناس (٣). لیکن صاحبِ مفید المفتی فرماتے ہیں: یہ حاشیہ چنداں معتبر نہیں (۴)۔ خود مؤلف نے شرح کی جن خصوصیات کا ذکر کیا وہ یہ ہیں:

ولم نقتصر الحل والكشف على الشرح ، بل تعرَّضتُ من عبارة المتن لمشكلاتها التي لا يتصدى لها في الشروح ، ولا يفيدها شرح شرَّاحها إلا الجروح ، وسعيت فيها قريباً من عشر حجج سعياً مشكوراً ، وحججت بيُمنها في أثناء تأليفها حجًا مبروراً ، حتى وقع مني بعضٌ من هذه الأسفار في تلك الأسفار ، فشرعت فيها ثانياً بعد إيابي من تلك الأراضي المقدسة والديار المشرفة ، راجياً من الكريم الوهاب أن يجعلها لي خيرةً ليوم الحساب ، وحاجزاً من العقاب ، ناوياً أن أسمِّيها بعد أن أتمها بذخيرة العقبى (٥).

السعاية: یہ شرح وقایہ کی بہت عمدہ شرح ہے۔ علامہ یوسف بنوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "لو تم هذا الكتاب لعدَّ بجنب الكتب الواسعة الحاوية لبيان المذاهب في الأحكام وأدلتها كالاستذكار لمذاهب علماء الأمصار وككتاب

---

(١) رد المحتار : ٢٥/١ .

(٢) حدائق الحنفيه، ص : ٣٨٢.

(٣) الشقائق النعمانية : ٢٤٥/١ .

(٤) مفيد المفتي : ٦٠

(٥) ذخيرة العقبى : ١٠/١.

التـمهيـد كـلاهـمـا لـحـافـظ الـمغرب الحافظ أبو عمر ابن عبد البر المالكى الـمتـوفـى سـ٤٦٤ـه، وكـكـتـاب الـمغنى للحافظ ابن قدامة الحنبلى، وككتاب البناية شرح الهداية للحافظ البدر العينى وغيرها من كتب أعيان الأمة وأعلام الـملة التى أصبحت موسوعات فى موضوعاتها، وبالأسف أنها لم تتم، وكم حسراتٍ فى بطون المقابر (١).

خودعلامہ لکھنوی رحمہ اللہ اپنی اس شرح کے بارے میں فرماتے ہیں: والـحاشية الـكبـرى لشرح الوقاية المسماة بالسعاية التى نحن بصدد تأليفها، وهى أكبر تصانيفى، وأجلها قدراً، التزمت فيه بسط الكلام فى إثبات الأحكام بأدلتها، وإيـراد الـمـذاهـب المختلفة فى كل مسئلةٍ، مع الأحاديث التى استندوا بها، وذكـر مـا يـرد عـلـيـه ومـا يجاب عنها، مع ترجيح بعضها على بعضٍ، وذكر الفروع المناسبة للمقام (٢).

عـمـدة الـرعـاية: یہ شرح وقایہ کا بہترین حاشیہ ہے جسے علامہ عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ نے تحریر کیا۔ اور شرح میں حلِ عبارت، وضاحتِ مسائل، دلائل وغیرہ کا التزام کیا۔ علامہ لکھنوی رحمہ اللہ اس حاشیے کی تکمیل بھی نہ کر سکے بلکہ کتاب البیع تک ہی حاشیہ لکھا تھا کہ ان کا انتقال ہوگیا۔ اس کے بعد مختلف حضرات نے اس کا تکملہ لکھا۔ پاک وہند میں رائج نسخوں پر جو تکملہ ہے وہ علامہ فتح محمد رحمہ اللہ کا ہے۔ جب کہ حال ہی میں بیروت سے سات جلدوں میں شائع شرح وقایہ میں دو تکملے ہیں۔ علامہ محمد عبدالحمید انصاری لکھنوی رحمہ اللہ کا ہے جس کا نام زبدة النهاية لعمدة الرعاية ہے۔ یہ کتاب البیوع سے

(١) السعاية، التعريف بالكتاب.

(٢) السعاية، التعريف بالكتاب.

کتاب الاجارہ تک کی ابحاث پر مشتمل ہے۔ پھر کتاب المکاتب سے علامہ محمد عبدالرحیم لکھنوی رحمہ اللہ نے حسن الدرایۃ لأواخر شرح الوقایۃ کے نام سے اس حاشیے کو مکمل کیا۔

المختار

المختار یہ متن علامہ عبداللہ بن محمود موصلی حنفی کا تحریر کردہ ہے۔ آپ کی کنیت ابو الفضل اور مجد الدین لقب ہے۔ ۵۹۹ھ میں موصل میں پیدا ہوئے۔ مختصرات اپنے والد ابوالثنا محمود (ت ۶۳۳ھ) سے پڑھے، پھر دمشق پہنچ کر جمال الدین حصیری سے دیگر علوم وفنون حاصل کئے اور وطن واپس آکر کوفہ کے قاضی بنے۔ معزول ہو جانے کے بعد بغداد گئے اور وہاں امام ابوحنیفہ کی قبر کے پاس مقیم ہو کر درس وتدریس میں مصروف رہے۔ آپ اصول وفروع میں وحید الدہر تھے۔ بڑے بڑے فتاوی آپ کو حفظ تھے۔ ۱۹/محرم بروزِ ہفتہ ۶۸۳ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔ علامہ شامی رحمہ اللہ صاحبِ اختیار اور علامہ طرسوسی کا تقابل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:" وصاحب الاختيار إمامٌ كبيرٌ من مشايخ المذهب، ومن أصحاب المتون المعتبرة، وأما الطرسوسي فلقد صدق فيه قول المحقق ابن الهمام : إنه لم يكن من أهل الفقه (١).

آپ کے لکھے ہوئے متن کی خصوصیت یہ ہے کہ آپ نے مفتی بہ اقوال کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے متن تحریر کیا اور اس بات کا التزام کیا کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ ہی کے قول کو جمع کیا، اس وجہ سے یہ متن مقبول ہوا۔ متن کی مقبولیت کے بعد آپ سے یہ مطالبہ کیا گیا کہ اس کی شرح بھی لکھیں، چنانچہ آپ نے الاختیار کے نام سے اس کی شرح بھی لکھی اور تمام مسائل کی علتوں کو تفصیل سے بیان کیا اور موقع ومحل کے اعتبار سے بہت سے فروعی مسائل

---

(١) رد المحتار، كتاب القضاء، فصلٌ في الحبس، مطلبٌ إذا تعارض ما في المتون والفتاوى ٥: ٣٨٣.

اس میں تحریر کئے(۱)۔

ابوالعباس احمد بن علی الدمشقی نے ''التحریر'' کے نام سے متن ''المختار'' کا اختصار کیا، پھر خود اس کی شرح لکھی، مگر (۷۸۲ھ) میں آپ کے انتقال کی وجہ سے ناتمام رہی۔ متن کی ایک شرح جمال موصلی حنفی نے بھی ''توجیہ المختار'' کے نام سے لکھی اور لکھنے کے بعد کئی مرتبہ ماتن کو سنائی۔ علامہ زیلعی نے بھی اس کی شرح لکھی۔ اسی طرح ابنِ امیر الحاج محمد بن محمد حلبی شارح منیۃ المصلی (۸۷۹ھ) نے بھی المختار کی شرح لکھی۔ شرح منیہ میں اس کا ذکر ہے۔ شیخ قاسم بن قطلوبغا (۸۷۹ھ) نے متن'' المختار کی شرح لکھی اور شرح ''الاختیار'' میں مذکورہ احادیث کی تخریج بھی کی۔

خود مؤلف متن وشرح لکھنے کی وجہ اوران میں جن چیزوں کا التزام کیا ان کے متعلق فرماتے ہیں:

قد رغب إليَّ من وجب جوابه عليَّ أن أجمع له مختصراً فی الفقه علی مذهب الإمام الأعظم أبی حنيفة النعمان رضی الله عنه وأرضاه ، مقتصراً فيه علی مذهبه ، معتمداً فيه علی فتواه ، فجمعت له هذا المختصر كما طلبه وتوخَّاه ، وسمَّيته المختار للفتوی ؛ لأنه اختاره أكثر الفقهاء ، ولما حفظه جماعةٌ من الفقهاء واشتهر ، وشاع ذكره بينهم وانتشر ، طلب منی بعض أولاد بنی أخی النجباء أن أرمزه رموزاً يعرف بها مذاهب بقيَّة الفقهاء لتكثر فائدته ، وتعم عائدته ، فأجبته إلی طلبه ، وبادرت إلی تحصيل بغيته بعد أن استعنتُ بالله وتوكَّلت عليه واستخرته وفوَّضت أمری إليه ، وجعلت لكل اسمٍ من أسماء الفقهاء حرفاً يدل عليه من حروف الهجاء ، وهی : لأبی يوسف (س) ،

(۱) حدائق، ص : (۲۸۹) والفوائدالبهيه، ص : (۱۰۶).

ولمحمد (م) ، ولهما (سم) ولزفر (ز) وللشافعی (ف) (١).

شرح کی خصوصیات: ١- مسائل کی علتیں بیان کیں، ٢-صورتِ مسئلہ کوذکر کیا، ٣-ایسی فروعات کو بیان کیا جن کی ضرورت ہوتی ہے اوران پراعتماد کیا جاتا ہے، ٤-ائمہ احناف کے درمیان واقع اختلاف کو بیان کیا، ٥-ان مسائل کا اضافہ کیا جن میں عمومِ بلوی ہے اوران روایات کوذکر کیا جن کی ضرورت فتوی میں ہوتی ہے۔فرماتے ہیں:

كنت جمعت فی عنفوان شبابی مختصراً فی الفقه لبعض المبتدئين من أصحابی ، وسمَّيته بالمختار للفتوی اخترت فيه قول الإمام أبی حنيفة رضی اللّٰه عنه ، إذ كان هو الأول والأولی ، فلما تداولته أيدی العلماء ، واشتغل به بعض الفقهاء طلبوا منی أن أشرحه شرحاً أشير فيه إلی علل مسائله ومعانيها، وأبيِّن صورها وأنبِّه علی مبانيها ، وأذكر فروعاً يحتاج إليها ويعتمد فی النقل عليها ، وأنقل فيه ما بين أصحابنا من الخلاف ، وأعلِّله متوخياً موجزاً فيه الإنصاف ، فاستخرت اللّٰه تعالی ، وفوَّضت أمری إليه ، وشرعت فيه مستعيناً به ومتوكلاً عليه وسمَّيته الاختيار لتعليل المختار ، وزدت فيه من المسائل ما تعمُّ به البلوی ، ومن الروايات ما يحتاج إليه فی الفتوی ، يفتقر إليها المبتدی ، ولا يستغنی عنها المنتهی (٢).

مجمع البحرين

یہ بہت معتبر وعمدہ متن ہے جس میں قدوری کے مسائل کے ساتھ کچھ دیگر مسائل بھی ہیں۔متن کی تکمیل ٦٩٠ھ میں ہوئی (٣)۔علامہ لکھنوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

---

(١) المختار ١/٩-١٠ .

(٢) الاختيار : ٩، ١٠.(٣) كشف الظنون :٢/٤٩٧.

طالعت البديع والمجمع ، وهما كتابان فی غاية اللطف واللطافة (۱):
اگرچہ اختصار کے باعث یہ کچھ مشکل ہے، لیکن اس کا حفظ کرنا بہت آسان ہے۔ اس میں فقہائے اربعہ کے اختلافات بالتصریح موجود ہیں۔

علامہ طاش کبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: صنف مجمع البحرين فی الفقه ، جمع فيه بين مختصر القدوری ومنظومة النسفی مع زوائد لطيفةٍ ، وأحسن دأبه فی ترتيبه واختصاره ، ثم شرحه فی مجلدين (۲).

صاحبِ کشف الظنون فرماتے ہیں: جمع فيه بين مسائل القدوری والمنظومة مع زياداتٍ ، ورتبه فأحسن ترتيبه ، وأبدع فی اختصاره ، ويذكر فی آخر كل كتابٍ منه ما شذ عنه المسائل المتعلقة بذلك الكتاب . مزید فرماتے ہیں: هو كتابٌ حفظه سهلٌ لنهاية إيجازه ، وحله صعبٌ لغاية إعجازه ، بحرٌ مسائله ، جمٌّ فضائله (۳).

اس کے مصنف صاحبِ کنز کے شاگرد علامہ مظفر الدین احمد بن علی بن ثعلب بغدادی مشہور بابن الساعاتی (ت ۶۹۴ھ) ہیں۔ ابنِ ساعاتی کے نام سے مشہور ہونے کی وجہ یہ ہے کہ آپ کے والد علی بن ثعلب علمِ ہیئت ونجوم اور عملِ ساعات میں بڑے ماہر اور یگانۂ روزگار تھے۔ آپ بعلبک شہر میں جو دمشق سے بارہ فرسنگ کے فاصلے پر پیدا ہوئے اور آپ کی نشو ونما بغداد میں ہوئی۔ ظہیر الدین صاحب فتاویٰ ظہیریہ کے شاگرد تاج الدین علی سے علم کی تکمیل کی۔ آپ علومِ شرعیہ میں بڑا ملکہ رکھتے تھے، اسی لیے اپنے وقت کے امام

---

(۱) الفوائد البهية ، ص : (۲۷).

(۲) مفتاح السعادة : (۲/۱۱٦۷).

(۳) كشف الظنون : ۲/٤۹۷ .

کہلائے۔طاش کبری فرماتے ہیں: وكان مظفر الدين أحمد إماماً فاضلاً صاحب تصانيف مفيدة ، وبرع في الفقه (١). **ایک مدت تک بغداد میں مدرسہ طائفِ حنفیہ** کے۔ جو دروازۂ مستنصریہ میں واقع تھا۔ مدرس رہے۔آپ کے اساتذہ نے آپ کی خوب تعریف کی۔شمس الدین اصفہانی شافعی شارح کتاب محصول آپ کو ابنِ حاجب پر فضیلت دیا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ آپ ابنِ حاجب سے بہت ذکی ہیں۔یہاں تک کہ لوگ ذکا، فصاحت اور حسنِ خط میں آپ کی مثال پیش کیا کرتے تھے۔**آپ کا انتقال ۶۹۴ھ میں ہوا** (٢)۔

متن کی خصوصیات: **فقہ المذہب کے ساتھ ساتھ اختلاف العلما کا بیان**،٢- بے نظیر و بے مثال ترتیب،٣- اصح واقوی کی طرف اشارہ،٤- اختلاف ائمہ کے لئے خاص اشارات۔خود مؤلف رحمہ اللہ نے بہت تفصیل سے ان رموز کو ذکر کیا جن سے کتاب میں موجود دقائق کی طرف راہنمائی ملتی ہے۔فرماتے ہیں:

فهذا كتابٌ يصغر للحافظ حجمه ، ويغزر للضابط علمه ، وتنكشف لوقاد القريحة رموزه ، وتتضح لنقاد البصيرة كنوزه ، ويشوق لرائق اللفظ وجيزه ، ويفوق على النظائر تعجيزه ، يحوى مختصر الشيخ أبي الحسين القدورى ، ومنظومة الشيخ أبي حفص النسفي ــ رحمهما الله ــ فإنهما بحران زاخران ، وهذا مجمع البحرين ، وهما النيِّران المشرقان ، وهذا ملتقى النيِّرين : أحدهما يهدى إلى فقه المذهب الذى هو من أشرف المطالب ، والآخر يعرِّف الخلاف بين المذاهب ، فجمعت بينهما جمعاً لم أسبق إليه، ولا عثر أحدٌ غيرى عليه ،

---

(١) مفتاح السعادة: (٢/١٦٧).

(٢) حدائق الحنفيه، ص : (٢٩٢-٢٩٣) والفوائد البهيه، ص : (٢٦-٢٧).

مع زيادات شريفةٍ ، وقيودٍ ومسائل منظَّمةٍ كالعقود ، وإشارةٍ إلى الأصح والأقوى وتنبيهٍ على المختار للفتوى ، وها أنا قد صدَّرته بتمهيد قاعدةٍ اخترعتها، وأوضاعٍ شريفةٍ ابتدعتها.

وضعت هذا الكتاب وضعاً يستفيد منه كل قارى كلَّ مسئلةٍ هل هى خلافيَّةٌ أو غير خلافيَّةٍ ، وإذا كانت خلافيَّةً يعلم ما فيها من المذاهب على التفصيل بأتم وجوه التحصيل ، وذلك بمجرد قراء تها من دون تلويحٍ برقمٍ أو تصريحٍ باسمٍ ، وإن كنا قد وضعنا رقوماً لفوائد نذكرها ، فإنما هى كحاشيةٍ ينفع وجودها ولا يضر عدمها (۱).

شروح: خود مصنف نے دو بڑی جلدوں میں اس کی شرح لکھی۔اس کے علاوہ بھی کئی حضرات نے اس کی شروح لکھیں، چونکہ وہ شروح مطبوع نہیں اس لئے ان کے ذکر سے پہلوتہی کی جاتی ہے۔

بدایۃ المبتدی

بدایۃ المبتدی: یہ فقہ میں ایک متنِ متین ہے جسے صاحبِ ہدایہ برہان الدین ابوالحسن علی بن ابی بکر بن عبدالجلیل المرغینانی الحنفی (ت ۵۹۳ھ) نے مختصر قدوری اور جامعِ صغیر سے منتخب کر کے لکھا اور تبرکا جامعِ صغیر کی ترتیب اختیار کی۔اس کے معتبر ہونے کے لئے یہ بات کافی ہے کہ اس کے مصنف صاحبِ ہدایہ ہیں۔علامہ ابوبکر بن علی العاملی (ت ۷۶۵ھ) نے اس متن کو نظم کی صورت میں پرویا۔

طاش کبری زادہ فرماتے ہیں: كتاب البداية فى الفقه ، جمع فيه مسائل القدورى والجامع الصغير لمحمد بن الحسن ، ثم شرحها شرحاً فى نحو

(۱) مجمع البحرين وملتقى النيرين ، ص : ۵۷ – ٦٨ .

ثمانين مجلداً ، وسمّاه كفاية المنتهى ، ولما تبيّن فيه الإطناب ، وخشى أن يهجر لأجله الكتاب ، شرحه شرحاً مختصراً لطيفاً نافعاً وافياً بالغاً فى الحسن والتقرير والتحرير والضبط والإتقان ، وسمّاه الهداية ، وبالجملة هو كما قاله صاحب الوقاية كتابٌ فاخرٌ لم يكتحل عين الزمان بثانيه ، ومن لطائف أحواله أنه مع اشتماله الدقائق وحسن الإيجاز فى التحرير فهو بالحقيقة سهلٌ ممتنعٌ، والأولى أن لا يبالغ أحدٌ فى وصفه ؛ فإن السكوت عن مدحه مدحه (١).

علامہ طاش کبری نے مفتاح السعادۃ (۲/۲۳۹) میں تفصیل سے ہدایہ کی خصوصیات کو بیان کیا۔فقہ حنفی میں ہدایہ کے مقام کو واضح کرتے ہوئے علامہ شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: من تبع الهداية لم يضل (٢).

صاحبِ ہدایہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے تھے۔پیر کے دن ۸/ رجب ۵۱۱ھ کو عصر کے بعد پیدا ہوئے۔اپنے وقت کے امام، فقیہ، حافظ، محدث، مفسر، جامع علوم، ضابطِ فنون، متقن، محقق، مدقق، نظار، زاہد، اصولی، ادیب وشاعر تھے۔علمِ خلاف میں یدِ طولی اور معرفتِ مذہب میں دستگاہِ کامل حاصل تھی۔آپ کی بزرگی اور تقدم کا آپ کے معاصرین قاضی خان، صاحبِ محیط وذخیرہ، صاحبِ فتاوی ظہیریہ وغیرہ نے اقرار کیا۔آپ کے اساتذہ میں مفتی الثقلین عمر نسفی، صدر شہید، ابو عمرو عثمان بیکندی — تلمیذِ شمس الائمہ سرخسی — قوام الدین احمد بخاری ہیں۔ابن کمال پاشا نے آپ کو اصحاب الترجیح میں شمار کیا۔اس پر اعتراض کیا گیا کہ آپ کی شان قاضی خان سے کم نہیں، بلکہ آپ اس کے لائق ہیں کہ آپ کو مجتہد فی المذہب کہیں۔آپ کی تصانیف میں کتاب المنتقی، نشر المذہب،

---

(١) مفتاح السعادة : (٢/٢٣٨).

(٢) رد المحتار ، كتاب الإجارة : ١٦/٦ .

التجنیس والمزید، مختارات النوازل، کتاب الفرائض، مناسک الحج، بدایہ، ہدایہ، کفایۃ المنتہی وغیرہ ہیں۔

ہدایہ کی تصنیف کی وجہ یہ تھی کہ ابتدائے حال میں آپ نے چاہا کہ فقہ میں کوئی مختصر کتاب تألیف کی جائے جس میں ہر طرح کے مسائل ہوں۔اس سلسلے میں آپ نے بدایۃ المبتدی کے نام سے ایک متن لکھا جس میں مختصر القدوری اور جامع صغیر کو پسند کر کے ان کے مسائل تبرکاً جامع صغیر کی ترتیب پر جمع کرنے شروع کئے اور اس میں اس بات کا وعدہ کیا کہ بشرطِ فرصت اس کی شرح کفایۃ المنتہی کے نام سے لکھی جائے گی۔حسبِ وعدہ کفایۃ المنتہی کو اسّی جلدوں میں لکھا، لیکن پھر اندیشہ کیا کہ شاید اس قدر بڑی شرح کو کوئی نہ دیکھے، اس لئے اس کی دوسری مختصر شرح حاوی اور نافع ہدایہ کے نام سے لکھی اور اس میں عیون روایت اور متون درایت کے جمع کئے۔ذوالقعدہ ۵۹۳ھ کو سمرقند میں آپ کا انتقال ہوا(۱)۔

صاحبِ کشف الظنون ہدایہ کے متعلق فرماتے ہیں: وهي وإن كانت شرحاً للبداية ، إلا أن فيه غوامض أسرارٍ محتجبةٍ وراء الأستار ، لا يكشف عنها من نحارير العلماء إلا من أوتي كمال التيقظ في التحقيق . مزید فرماتے ہیں: هو شرحٌ على متنٍ له سمّاه بداية المبتدى ، ولكنه في الحقيقة كالشرح لمختصر القدوري وللجامع الصغير لمحمد (۲).

فتح القدير: یہ ہدایہ کی انتہائی محقق شرح ہے جس کی کوئی نظیر نہیں۔اس میں تعصب واعتسافِ مذہبی سے اجتناب کر کے نہایت منصفانہ دلائل سے مذہبِ حنفیہ کو ثابت کیا۔آپ نے اس شرح کو کتاب الوکالہ تک تصنیف کیا تھا کہ آپ کا انتقال ہوگیا،

---

(۱) حدائق الحنفيه، ص ، (۲۵۹—۲۶۰) والفوائد البهية، ص: (۱٤۱) .

(۲) كشف الظنون ، حاشية : ۸۱٦/۲ .

چنانچہ بعد والے حصے کا تکملہ قاضی زادہ علامہ شمس الدین احمد بن فورد المعروف بقاضی زادہ مفتی رومی نے (ت ۹۸۸ھ) نے لکھا(۱)۔

فتح القدیر کے مصنف محمد بن عبدالواحد بن عبدالحمید سکندری سیواسی ہیں جو ابنِ ہمام کے نام سے مشہور ہیں۔ کمال الدین آپ کا لقب ہے۔ امامِ محقق، علامۂ مدقق، نظار، فروعی، اصولی، محدث، مفسر، حافظ، نحوی، کلامی، منطقی، جدلی، فارسِ میدانِ بحث تھے۔ بعض نے آپ کو اہلِ ترجیح میں سے اور بعض نے اہلِ اجتہاد میں سے شمار کیا۔ آپ کے والد پہلے سیواس۔ روم کا ایک شہر ہے ۔ کے قاضی تھے۔ پھر قاہرہ آئے جہاں آپ کو حنفی قاضی سے حکم کی خلافت ملی۔ پھر آپ اسکندریہ کے قاضی ہوئے اور ایک مالکی قاضی کی صاحب زادی سے نکاح کیا جس سے ۷۸۸ھ میں کمال الدین پیدا ہوئے۔

علامہ شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں جب لفظِ محقق مطلق بولا جائے تو اس سے ابنِ ہمام مراد ہوتے ہیں(۲)۔ ایک اور جگہ فرماتے ہیں: لم يوجد مثله في التحقيق(۳). البتہ آپ کی وہ ابحاث جو مذہب کے خلاف ہوں ان کو علما قبول نہیں کرتے۔ علامہ شامی رحمہ اللہ قاسم بن قطلوبغا کے حوالے سے فرماتے ہیں: إن أبحاثه المخالفة للمذهب لا تعتبر(٤).

تنبیہ الولاۃ والحکام میں فرماتے ہیں: المحقق ابن الهمام، وناهيك به من بطلٍ مقدامٍ إذا خرج عن جادة المذهب بحسب ما يظهر له من الدليل لا يتبع كما قال تلميذه خاتمة الحفاظ الزيني قاسم بن قطلوبغا أنه لا عبرة بأبحاث شيخنا إذا

---

(۱) مفيدالمفتي : ٩٤.

(۲) رد المحتار : (١/٢٢، ٧٨).

(۳) رد المحتار : (١/٢٦).

(٤) رد المحتار، كتاب الحج، باب الجنايات : (٣/٦٦٤).

خالف المنقول (۱). ردالمحتار، کتاب النکاح میں فرماتے ہیں:" إنه [ابن الهمام] وإن كان من أهل الترجيح كما ذكره في قضاء البحر، بل بلغ رتبة الاجتهاد كما ذكره المقدسي في باب نكاح العبد، لكنه لا يتابع فيما يخالف المذهب (۲).

علامہ جلال الدین سیوطی کی تحقیق کے مطابق آپ ۷۹۰ھ میں پیدا ہوئے۔آپ نے سراج الدین عمر بن علی المعروف بقاری الہدایہ اور قاضی محبّ الدین بن شحنہ سے فقہ کی تعلیم حاصل کی اور حدیث ابوزرعہ عراقی سے۔ابنِ ہمام فرماتے تھے کہ میں معقولات میں کسی کی تقلید نہیں کرتا (۳)۔

آپ کشف وکرامات میں یکتائے روزگار تھے۔آپ نے تجرد اختیار کیا تھا، شب وروز عبادتِ خداوندی میں مصروف رہا کرتے تھے۔اس زمانے کے صوفیائے کرام نے آپ کو بہت سمجھایا کہ آپ عزلت نشینی ترک کریں لوگوں کو آپ کے علم کی بڑی حاجت ہے اور اس گوشہ نشینی کی عبادت سے زیادہ نفع خلق اللہ کی تعلیم وہدایت میں متصور ہے۔آپ پر اکثر حالت اور کیفیت طاری ہوجایا کرتی تھی، مگر آپ فی الفور سنبھل جایا کرتے تھے اور لوگوں کے ساتھ درس وتدریس کے شغل میں مصروف ہوجایا کرتے تھے (۴)۔اسی وجہ سے اس کا پتہ بھی لوگوں کو نہ لگتا تھا۔آپ جامع شریعت وطریقت تھے۔علمِ اسرار اور علمِ احکام دونوں علموں میں کامل مکمل شیخ تھے۔آپ نے انیس برس تک بڑی تحقیق اور ضبط واتقان کے ساتھ ہدایہ کو پڑھا۔پھر اس کے بعد ان کو ہدایہ پڑھانے کا اتفاق پڑا۔پس ہدایہ شروع کرانے کے ساتھ ہی اس شرح کا لکھنا بھی شروع کیا۔اس کے علاوہ آپ کی مشہور

---

(۱) تنبيه الولاة والحكام: (۳۳۵/۱).

(۲) رد المحتار، كتاب النكاح، باب الولي، مطلبٌ في فرق النكاح: ۷۴/۳.

(۳) رد المحتار: (۲۶/۱).

(٤) رد المحتار: (۲۶/۱).

تصانیف میں اصول فقہ میں التحریر ہے جس کی شرح آپ کے شاگردابنِ امیرالحاج نے لکھی۔ زادالفقیر بھی آپ کی تصنیف ہے آپ کا انتقال ۸٦۱ھ کو قاہرہ میں ہوا(۱)۔بعض نے آپ کو اہلِ اجتہاد کے طبقے میں شمار کیا۔آپ کے والد شہر سیواس کے قاضی تھے، اس وجہ سے آپ کو سیواسی کہتے ہیں(۲)۔

البنایة : یہ بھی ہدایہ کی شرح ہے۔شرح کی ابتداء ماہ صفر ۸۱۷ھ میں ہوئی اور تکمیل بروزِ عاشورا بمقامِ قاہرہ ۸۵۰ھ میں ہوئی جس وقت یہ شرح تمام ہوئی اس وقت علامہ عینی رحمہ اللہ کی عمر نوے سال کے قریب تھی(۳)۔

آپ کا نام محمود بن احمد بن موسیٰ بن احمد بن حسین بن یوسف بن محمود عینی اور لقب بدرالدین اور خطاب قاضی القضاۃ تھا۔امامِ فاضل، محدثِ کامل، فقیہ بے عدیل، علامۂ بے مثیل، عارفِ عربیت وتصریف، حافظِ لغت، سریع الکتابت، تخریجِ احادیث اور ان کے کشفِ معانی میں وسعتِ کامل رکھتے تھے۔آپ کی پیدائش رمضان ۷٦۲ھ کو عینتا مصر میں ہوئی۔وہیں آپ پلے بڑھے۔جبرئیل بن صالح بغدادی سے نحو، اصول، معانی وغیرہ علوم پڑھے اور جمال الدین یوسف ملطی اور علامہ سیرامی اور زین الدین عراقی وغیرہ سے علومِ شرعیہ حاصل کیئے۔ہر فن میں مہارت تامہ اور بڑا دخل رکھتے تھے۔علومِ عربیہ، صرف، معانی اور بیان میں استادِ کامل مانے گئے۔آپ کی حدیث دانی کی کیفیت عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری کے دیکھنے سے معلوم ہوتی ہے۔ذہانت کا اندازہ بنایہ شرح ہدایہ کے ملاحظہ سے دریافت کیا جاسکتا ہے۔فقاہت کا حال شرح معانی الآثار دیکھنے سے سمجھ میں آسکتا ہے۔ تاریخی واقعات کے حالات میں ان کے طبقات طبقات الشعرا کا دیکھنا کافی ہے۔

---

(۱) مفیدالمفتی ، ص :۵۳۔

(۲) مفیدالمفتی ، ص :۱۲۵. حدائق الحنفیة، ص : (۳۵۰- ۳۵۱) والفوائد البھیة ، ص :

(۳) مفیدالمفتی ،ص :۹۵.

۷۸۷ھ کو قاہرہ تشریف لائے۔ پہلے آپ کو ظاہریہ میں تصرف وظائف کی خدمت دی گئی۔ پھر کئی دفعہ تدابیرِ امور کا عہدہ آپ کو ملا اور احناف کی قضا آپ کے سپرد ہوئی۔ آپ نے جامع ازہر کے پاس ایک مدرسہ بنوایا اور اپنا کتب خانہ اس میں وقف کر دیا۔ علامہ بدر الدین عینی رحمہ اللہ محسود العلما تھے، اور بعض ایسے اسباب پیش آئے کہ ان کی وجہ سے ان پر دنیا اپنی وسعت کے باوجود تنگ ہوگئی۔ اپنی اس حالت کا نقشہ خود کھینچتے ہوئے رمز الحقائق میں فرماتے ہیں:

لما امتحنت بما امتحن به من هو محسودٌ ، إما لعلمه وفضله ، وإما لسبق خيرٍ منه أو من أصله ، ولعمرى غير عجب ذلك ، فإن المحسود معدٌّ لذلك ، وكيف وقد امتحن أئمة الدين ، وأكابر علماء المسلمين من الصحابة والتابعين ، ومن سائر العلماء المتقين ، فأبو حنيفة رضى الله عنه حبس وضرْب بالسياط ، ولم يزل فى الحبس إلى أن طوى له البساط ، ومالك رحمه الله ضرب وأهين ، حتى خلع كتفه الأيمن ، والشافعى رحمه الله حمل من اليمن إلى دار السلام فى قيدٍ محاطاً بجمعٍ من اللئام ، و أحمد رحمه الله كذلك من بغداد إلى حران إلى أن أنقذهم الله من شر أهل الظلم والعدوان بحيث ضاقت علىَّ الدنيا برحبها ، وصعبت علىَّ الأمور بيابسها ورطبها ، لما قوبلت بما لا يسوغه الشرع الشريف ، وجوزيت بما يجازيه القوى الضعيف ، حتى صار أعزُّ أصحابى كأكبر أعدائى ، وصار أكثر الهمز والطعن من أجلاء أخلائى ، بحيث أظلمت علىَّ الدنيا ، فصرت كأنى عينٌ بلا إنسانٍ أو إنسانٌ بلا عينٍ ، ولكن النقى لا يغيِّره مقل الذباب ، والبحر لا يفسده ولوغ الكلاب، فإنى إن كنت عند الله مرضيًا فأنا راضٍ ، فخوض الناس بالقيل والقال غير

نافذٍ ولا ماضٍ ، ثم لمّا منَّ الله عليَّ ببعض جلاء هذه الغمة على يدى من خصَّه الله بالخير من هذه الأمة أردت أن أزيل هذه الكدورات بإشغال البال فى شرح كتابٍ من المصنفات (١).

آپ کی تصانیف میں عمدة القاری شرح صحیح البخاری، شرحِ سنن ابوداود، البنایہ، رمزالحقائق شرح کنزالدقائق، منحۃ السلوک شرح تحفۃ الملوک، شرح معانی الآثار، شرح المجمع، شرح درر البحار، طبقات الحنفیہ، طبقات الشعراء، مختصر تاریخ ابنِ عساکر وغیرہ ہیں۔ عینی عین تاب ۔ حلب سے تین منزل دور ۔ کی طرف نسبت جہاں آپ کے والد قاضی تھے۔ یہ نسبت خلافِ قیاس ہے۔ آپ کا انتقال ذوالحجہ ۸۵۵ھ میں ہوا (۲)۔

شرح لکھنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ہدایہ کی شرح لکھنے کی سعادت کئی حضرات کو نصیب ہوئی جنہوں نے عبارت کی اچھی طرح وضاحت کے ساتھ اس میں موجود باریکیوں کو بھی واضح کیا۔ لیکن بعض حضرات نے شرح بہت طویل کی جو باعث ملال بن گئی اور بعض نے انتہائی اختصار کو اپنایا تو فہمِ مطالب میں دشواری پیدا ہوئی۔ بعض نے اعتراضات اور سوالات کی کثرت کو قابلِ قدر سمجھتے ہوئے خوب اعتراضات کئے اور بعض نے صرف مشکل مواضع کے حل کی طرف توجہ کی۔ اگرچہ حضراتِ متقدمین کی باقی علمی کاوشیں اور خاص کر ہدایہ کے متعلق ان کی کاوش قابلِ قدر اور باعثِ فضیلت ہے، لیکن حقیقی معنوں میں ہدایہ کا حق ادا نہیں ہوا۔

ائمہ مجتہدین اور علمائے سلف صرف عقلی دلائل پر اکتفا نہیں کرتے تھے، بلکہ مسائل کو کتاب وسنت کے دلائل سے مزین فرماتے تھے، کیوں کہ اس فن کی بنیاد ہی کتاب

(١) رمز الحقائق : ١/٥-٦.

(٢) مفيدالمفتى ، ص : ٥٤.

وسنت ہے۔ بعد والے حضرات نے عقلی دلائل کو تو خوب اہمیت دی، لیکن تقلید کی وجہ سے نقلی دلائل کا چنداں لحاظ نہ کیا۔

آپ کو ہدایہ اور باقی کتب کی شروح میں "لأن، إنما، لكن" جیسے الفاظ بکثرت ملیں گے، حالانکہ ان کا تذکرہ حدیث واثر بیان کرنے کے بعد مناسب ہے۔ بعض حضرات نے تو استدلال میں ایسی احادیث ذکر کیں جن کی کوئی اصل نہیں۔ ان تمام باتوں کے پیشِ نظر دوستوں نے مجھ سے اس کی شرح لکھنے کا مطالبہ کیا۔ ہر چند میں ٹالنے کی کوشش کی کہ کچھ میری کمزوری ہے اور کچھ علمی انحطاط کا مسئلہ ہے، لیکن مجھے ان کا مطالبہ ماننا ہی پڑا اور اس کی شرح لکھنا شروع کی۔

شرح کی خصوصیات: ۱- استدلال میں صحیح احادیث کو ذکر کیا۔ جن ضعیف احادیث کو باقی شراح نے ذکر کیا ان سے اعراض کر کے ان کے بدلے صحیح احادیث ذکر کیں۔ ۲- سابقہ شارحین سے جہاں کوئی سہو ہوا اس کی نشان دہی کرتے ہوئے ثقہ اور معتمد حضرات سے صحیح بات نقل کی۔ ۳- اس کتاب میں موجود تحقیقات سے ہر ایک کی تشفی ممکن ہے۔ فرماتے ہیں:

"إن كتاب الهداية قد تباهجت به علماء السلف، وتفاخرت به فضلاء الخلف، حتى صار عمدة المدرسين في مدارسهم، وفخر المصدرين في مجالسهم، فلم يزالوا مشتغلين به في كل زمانٍ، ويتدارسونه في كل مكانٍ، وذلك لكونه حاوياً لكنز الدقائق، وجامعاً لرمز الحقائق، ومشتملاً على مختار الفتوى، ووافياً بخلاصة أسرار الحاوي، وكافياً في إحاطة الحادثات، وشافياً في أجوبة الواقعات، موصلاً على قواعد عجيبة، ومفصلاً على قواعد غريبة، وماشياً على

أصول مبنيَّةٍ ، وفصول رضيةٍ ، ومسائل عزيزة، ودلائل كثيرةٍ ، وترتيبٍ أنيقٍ ، وتركيبٍ حقيقٍ ، فلذا تصدى جماعةٌ من العلماء ، وطائفةٌ من النبلاء لشرحه بالإيضاح ، وإظهار ما فيه من الأسرار بالإفصاح ، فمنهم من طوَّل وأملَّ، ومنهم من قصر وأخلَّ ، ومنهم من أظهر الفضيلة بكثرة الأسئلة والاعتراضات ، ومنهم من اقتصر على مواضع من المشكلات ، مع هذا لم يعط أحدٌ منهم خرفه ، ولم يذكر شيئًا يوافق خلقه ، على أن الفضل لهم في هذا الباب يسبقهم في كل شيءٍ ، وفي شرح هذا الكتاب، ولم أذكر ذلك للبخس في حقهم أصلًا ؛ لأني لم ألحقهم في ذلك علماً ، ولكني رأيت مبنى هذا الفن على الكتاب والسنة الظاهرة ، على أنه لا يعدل عن النصَّين عند الإمكان بالنص الوارد عن صاحب هذا الشان ......

والذهاب إلى الرأي في الفرائض ليس عليه أمر الرسول ، ولا يرضى من له المعقول والمنقول ، ولم يقتصر فيه الصدر الأول ، وعملوا فيه بالوجه الأول ، وإنما التقصير فيه من أكثر الخلف الذين قصروا في التمهيد ، وآفتهم هو التساهل لاكتفائهم بالتقليد ، ألا ترى إلى أكثر شراح هذا الكتاب وغيرهم من شراح غيره في هذا الباب قد ملأوا تصانيفهم بقولهم " لأن " وحشوها بـ " إنما " و " لكن " وإنما يحسن هذا بعد التأسيس بالخبر والتنصيص بالأثر ، على أن بعضهم ذكر في معرض الاستدلال في الفصول أخباراً ليس لها أصلٌ في الأصول ، وهل هذا إلا كذبٌ على الرسول ......

وقد ندبني جماعةٌ من الإخوان وطائفةٌ من خلص الخلان إلى أن

أغوص في هذا البحر الزاخر ، وأستخرج من درره الزواهر ، فأجبت بأن بضاعتي قليلةٌ في هذا الشأن ، وباعي قصيرٌ في هذا الميدان ، وقد قصرت أيدي الانتقال في هذا الزمان ، وكلّت همم أهله في التحقيق إلى إبراز المعاني وإظهار البيان ، حتى صار الفضل مطموس المعالم مخفوض الدعائم ، معفو الرسم ، مندرس السوى ، سليت المرائر ، منتقض القوى ، حتى أشرف درسه على الدروس وأشفى ، ولم يبق من أهلها إلا قليلون عجفى ؛ لتأخر أهله وكساد سوقهم ...... فوجهت ركابي نحو مطالبهم وتوجّهت تلقاء مدين مآربهم ، وشرعت فيه متوكلاً على العزيز الوهاب ، متمسكاً في الاستدلال بالأحاديث الصحاح في هذا الباب ، ومعرضاً عما ذكروا من الأخبار الجريحة ، آتياً عوضها من الأخبار الصحيحة ، ومشيراً إلى ما وقع لبعضهم من السهو ، والإصابة أوردتها في ذلك من الثقات الأخيار ، بحيث صار ما رسخته مقصداً لكل واردٍ من كل إربٍ ومطلباً لكل من شدّ الركاب من كل صبٍّ ، وكتابي فيه شفاءٌ لكل عليلٍ ، وري شافٍ لكل غليلٍ (۱).

الكفايه: ہدایہ کی مقبول ومتداول شرح ہے جو فتح القدیر کے حاشیے پر چھپی ہے۔ اس شرح کے مصنف کے بارے میں اختلاف ہے۔کفوی اور صاحب شقائق نعمانیہ وغیرہ مؤرخین معتبرہ وعلمائے ثقہ کے اقوال سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ کفایہ شرح ہدایہ کو سید جلال الدین بن شمس الدین خوارزمی کرلانی نے ہی تصنیف فرمایا۔آپ بڑے عالم فاضل، فقیہ کامل، جامع معقول ومنقول، حاوی فروع واصول تھے اور یہاں تک کہ ضرب المثل

(۱) البناية : ۱/ ٦-۱۱.

اور مشہورِ زمانہ تھے۔ دور دور سے علم کے شیدائی آپ کے پاس آتے اور فوائدِ علمیہ ودینیہ سے فیض یاب ہوتے۔ آپ نے علم حسام الدین سغناقی مصنف نہایہ اور عبد العزیز بخاری صاحبِ کشفِ بزدوی سے حاصل کیا(۱)۔

العناية: اس کے مؤلف محمد بن محمد بن محمود بابرتی ہیں۔ آپ کا لقب اکمل الدین تھا۔ امامِ محقق، علامۂ مدقق، حافظ، ضابط، فقیہ، محدث، لغوی، نحوی، صرفی، عارفِ معانی وبیان، جامع علوم وفنون، عدیم النظر، فقید المثل، قوی النفس، عظیم الہیبہ، وافر العقل تھے۔ ۷۱۰ھ کے قریب پیدا ہوئے۔ مبادی علم اپنے شہر کے علما وفضلا سے پڑھے۔ پھر حلب کی طرف تشریف لے گئے اور وہاں کے علما سے استفادہ کیا۔ پھر ۷۴۰ھ کے بعد قاہرہ میں آئے اور ابو الثناء شمس الدین اصفہانی اور ابو حیان سے عربی پڑھی اور حدیث کو داباصی اور ابن عبد الہادی سے سنا اور فقہ قوام الدین محمد بن محمد کاکی شاگرد حسام الدین حسن سغناقی تلمیذِ حافظ الدین کبیر محمد بخاری سے حاصل کی۔

آپ سے سید المحققین ابو الحسن سید شریف علی جرجانی اور شمس الدین محمد بن حمزہ فناری، بدر الدین محمود بن اسرائیل وغیرہ نے تفقہ کیا اور آپ کو شیخونیہ کی مشیخت دی گئی اور کئی دفعہ قضا کے لئے بھی کہا گیا، مگر آپ نے اس کو اختیار نہیں کیا اور درس وتدریس اور تصنیف وتألیف میں مشغول رہے۔ چنانچہ شرح مشارق الانوار، شرح ہدایہ مسمی بہ عنایہ، شرح مختصر ابن حاجب، شرح منار، شرح فرائضِ سراجیہ، شرح تلخیصِ جامع خلاطی، شرح تجرید طوسی، شرح الفیہ بن معطی، حواشی تفسیرِ کشاف، شرح کتاب الوصیہ امام ابو حنیفہ، شرح تلخیص مفتاح کتاب التقریر، شرح اصولِ بزدوی، کتاب الانوار (اصول میں) تفسیرِ قرآن شریف وغیرہ تصنیف کیں اور جمعہ کی رات ۱۹/ رمضان المبارک ۷۸۶ھ میں وفات پائی اور شیخونیہ

(۱) حدائق الحنفیہ، ص: (۳۳۱-۳۳۲) والفوائد البهيه، ص: (۵۷).

مصر میں دفن کئے گئے۔آپ کے جنازے پر سلطان مع اعیان وارکان کے حاضر ہوا۔ معدنِ برکت تاریخِ وفات ہے۔بابرتی بابرتا کی طرف منسوب ہے جو بغداد کے علاقے میں ایک شہر ہے(۱)۔

شرح لکھنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:علامہ سغناقی رحمہ اللہ نے النہایہ کے نام سے ہدایہ کی بہترین شرح لکھی۔لیکن طویل ہونے کی وجہ سے اس سے کما حقہ استفادہ ممکن نہ تھا۔میرے احباب نے بارہا مجھ سے مطالبہ کیا کہ میں نہایہ کی تلخیص کروں جس میں حلِّ الفاظ،تطبیق ادلہ کی طرف زور دیا جائے۔ہر چند میرے منع کرنے کے باوجود ان کا مطالبہ مجھے پورا کرنا ہی پڑا۔چنانچہ میں نے شرح لکھنے کا ارادہ کیا۔صاحب کشف الظنون آپ کی شرح کے بارے میں فرماتے ہیں: وقد أحسن فيه وأجاد (۲).

فائدہ : علامہ شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:النهاية أول شرحٍ للهداية(۳).

لیکن صاحب مفید المفتی ان کی تردید کرتے ہیں۔فرماتے ہیں سب سے پہلے ہدایہ کی شرح دو جلدوں میں مولانا حمید الدین علی بن محمد ضریر متوفی ۶۶۷ھ نے لکھی اور اس شرح کا نام الفوائد ہے۔اور علامہ جلال الدین سیوطی نے نہایہ کو پہلی شرح بتایا ہے۔راقم الحروف یہ کہتا ہے کہ اگر مولانا حمید الدین نے ہدایہ کی شرح لکھی اور اس کا نام الفوائد رکھا تو کسی طرح ممکن نہیں کہ نہایہ پہلی شرح ہو۔اس لئے کہ مولانا حمید الدین کا انتقال ۶۶۷ھ میں ہوا اور نہایہ ماہ ربیع الاول ۷۰۰ھ میں تصنیف ہوئی۔ہاں سیوطی کے قول کی تصحیح ممکن ہے کہ انہوں نے الفوائد شرح نہیں دیکھی تھی اس وجہ سے نہایہ کو جو سب سے اقدم شرح ہے اول شرح کہا(۴)۔

---

(۱) حدائق الحنفية ، ص : ۳۲٤.

(۲) كشف الظنون :۲/۸۱۹ .

(۳) رد المحتار ، كتاب الطهارة :۱/۸۰.

(٤) مفيد المفتى ، ص : ۹۰.

خصوصیات:۱-نہایہ اور دیگر شروح سے ان باتوں کو جمع کیا جو قابلِ بیان تھیں اور بوقتِ استدلال ان کی ضرورت پڑتی ہے۔۲-دلیل کے مقدمات: صغری یا کبری کا بیان بھی کیا تا کہ دلیل مکمل ہو جائے۔عنایہ کی یہ بڑی خصوصیت ہے کہ صاحب ہدایہ رحمہ اللہ نے جہاں دلیل کا صرف صغری ذکر کیا وہاں انہوں نے کبری نکالا اور جہاں کبری مذکور تھا وہاں صغری نکال کر دلیل مکمل کر دی اور عقلی دلیل کے نتیجے کا حصول انتہائی آسان اور قابلِ فہم بنا دیا۔۳-ایسی ابحاث بھی تحریر کیں جو خالصتاً مؤلف کی اختراعی ہیں اور کسی کتاب سے منقول نہیں۔فرماتے ہیں:

فإن كتاب الهداية لمئنةٌ للهداية ؛ لاحتوائه على أصول الدراية ، و انطوائه على متون الرواية ، خلصت معادن ألفاظه من خُبث الإسهاب ، و خلت نقود معانيه عن زيف الإيجاز و بهرج الأطناب ، فبرز بروز الإبريز مركباً من معنى وجيزٍ ، تمشت في المفاصل عذوبته ، و في الأفكار رِقّته ، و في العقول حدته، مع ذلك فربما خفيث جواهره في معادنها ، و استترت لطائفه في مكامنها ، فلذلك تصدّ ى الشيخ الإمام والقرم الهمام، جامع الأصل والفرع، مقرر مباني أحكام الشرع، حسام الملة والدين، السغناقي ــ سقى الله ثراه و جعل الجنة مثواه ــ لإبراز ذلك ، و التنقير عما هنالك ، فشرحه شرحاً وافياً ، و بيّن ما أُشْكِلَ بياناً شافياً، و سمّاه النهاية ؛ لوقوعه في نهاية التحقيق ، و اشتماله على ما هو الغاية في التدقيق ، لكن وقع فيه بعض إطنابٍ لا بحيث أن يهجر لأجله الكتاب ، و لكن يعسر استحضاره وقت إلقاء الدرس على الطُلّاب ، و كانوا يقترحون عند المذاكرة أن أُختَصِرَه على ما يحتاج إليه حلُّ ألفاظ الهداية وبيان مبانيه ، و يحصل به تطبيق الأدلة على تقرير أحكامه و معانيه ، وكنت

أمتنع عن ذلك غاية الامتناع ، وأسوّفهم من الأعوام مثنى و ثلاث ورباع ، وكان امتناعي يزيدهم غراماً ، و تسويفي يفيدهم هياماً، فلم نزل على هذا المنهاج ، حتى أصبحوا ظاهرين بالحجاج ، فاستخرت الله تعالى ، وأقدمت على هذا الخطب الخطير ، و تضرعت بضراعة الطلب إلى العالم الخبير في استنزال كلاء ته عن الزلل في التحرير والتقرير ، و جمعت منه ومن غيره من الشروح ما ظننت أنه مما يحتاج إليه ، وما يكون الاعتماد وقت الاستدلال عليه، و أشرت إلى ما يتم به مقدمات الدليل و ترتيبه ، ولم آل جهداً في تنقيحه و تهذيبه ، وأوردت مباحث لم أظفر عليها في كتابٍ و لم تصل إليَّ عن أحد لابرسالةٍ ولا خطابٍ ، بل كان خاطري أبا عذره و مقتضب حلوه و مره ، و سميته العناية لحصوله بعون الله والعناية ، و سألت الله أن ينفع به كما نفع بأصله أنه أكرم مسئولٍ و أعز مأمولٍ(۱) .

حاشية سعدي على هامش فتح القدير: مؤلف سعداللہ بن عیسی بن امیر خان رومی المعروف بہ سعدی چلپی ۔شہر قسطمون میں پیدا ہوئے، پھر قسطنطنیہ میں آئے اور محمد بن حسن بن عبد الصمد سامسونی سے علوم حاصل کئے ۔ یہاں تک کہ میدانِ علم کے شہسوار اور اپنے ہم عصروں پر فائق ہوئے ۔ مدت تک مدارسِ قسطنطنیہ: ادرنہ اور بروسا کے مدرس مقرر رہے اور افتا کا کام آپ کے سپرد رہا۔ اور ۹۴۵ھ میں وفات پائی ۔ ''بحر سعادت'' تاریخِ وفات ہے۔آپ نے عنایہ شرح ہدایہ اور تفسیرِ بیضاوی پر حواشی لکھے جن کو آپ کے عزیز شاگرد مولی عبدالرحمٰن بن علی نے جب وہ قسطنطنیہ کے قاضی ہوئے جمع کیا(۲)۔

---

(۱) العناية على هامش فتح القدير : ۱/ ۲ .

(۲) رد المحتار :۱/ ۲۵، ومفيد المفتي :۳۹۷.

آپ کے شاگرد اور مرتب حواشی عبدالرحمٰن بن علی فرماتے ہیں: فإن العبد الفقير إلى عناية الله الملك المستعان المدعوّ بعبد الرحمن يقول: أيها الإخوان! هذا نبذ من فوائد الأستاذ النافع، والسعد البارع، والسيد المتواضع: أعني المغفور السعيد والمبرور الشهيد سعد بن عيسى بن أمير خان ـ أفاض الله عليهم ينابيع الرحمة والغفران ـ ...... الأستاذ لم يرتب ما زبره من التصرفات الشريعة والاعتراضات اللطيفة في تطبيق الدلائل و توفيق المسائل، ولم يبوب ما استنبطه من القواعد المفيدة المتعلقة بالعلوم العربية وما التقط من الفوائد العديدة اللازمة في الفنون الأدبية، بل اكتفى بالكتب على هوامش كتبه المتفرقة بخطه الجميل وتحريره الجزيل، لكن سلك في تحرير أكثر المباحث مسلك صنعة الإيجاز، فأعجز الناظرين، و في بعضها مشى على طريقة الإطناب، فأورث التعجب للماهرين، و في كلتا الصنعتين فائق، لا يمس عذاره، و سابق لا يحس عثاره (۱).

ملتقى الابحر

یہ فقہ میں ایک معروف ومشہور متن ہے جسے شیخ ابراہیم بن محمد حلبی (ت ۹۵۶ھ) نے تحریر کیا۔ اس میں قدوری، مختار، کنز اور وقایہ کے مسائل بہت سہل اور صاف عبارت میں لکھے ہیں جنہیں متوسط استعداد والا بھی بخوبی سمجھ سکتا ہے۔ مصنف نے ارجح اقوال کو مقدم رکھنے کا التزام کیا اور اس بات کا لحاظ رکھا کہ فقیہ اصح اور اقوی کو معلوم کر سکے۔ اس کے ساتھ ساتھ بڑی محنت کی کہ متونِ اربعہ مذکورہ کے مسائل میں سے کوئی مسئلہ چھوٹنے نہ پائے اور اس میں کامیاب بھی ہوئے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کی شہرت عالمگیر ہوئی، اور اکابر علمائے

(۱) حاشية سعدي على هامش فتح القدير: ۳۰۳/۱.

احناف نے اس کو معتبر خیال کر کے اس کے مسائل کو تسلیم کیا۔۱۳/رجب ۹۵۶ھ میں متن کی تکمیل ہوئی(۱)۔آپ قسطنطنیہ میں جامع سلطان میں امامت وخطابت کے فرائض سرانجام دیتے تھے۔اور وہیں دار القرأۃ میں تدریس کی ذمہ داریاں بھی نبھاتے تھے۔صاحب مجمع الانہر فرماتے ہیں: كان إماماً وخطيباً بجامع السلطان محمد بمدينة القسطنطنية المحمية ، ومدرساً بدار القراء ة التي بناها سعدى أفندى ، ومات في سنة ست وخمسين وتسع مائة ، وقد جاوز التسعين عمره (۲).

طاشکبری زادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: كان رحمه الله عالماً بالعلوم العربية والتفسير والحديث وعلوم القراءات ، وكانت له يد طولى في الفقه والأصول ، وكان مسائل الفروع نصب عينيه ، وكان ورعاً تقياً نقياً زاهداً متورعاً ناسكاً ، وكان يقرئ الطلبة ، وانتفع به كثيرون ، وكان ملازماً لبيته مشتغلاً بالعلم ، ولا يراه أحدٌ إلا في بيته أو في المسجد ، وإذا مشى في الطريق يغض بصره عن الناس (۳).

آپ نے مشہور کتاب منیۃ المصلی کی دو شروحات: کبیری اور صغیری بھی لکھیں(۴)۔

متن کی خصوصیات:

متونِ مشہورہ: قدوری، مختار، کنز اور وقایہ کے مسائل پر مشتمل ہے۔۲-مذکورہ کتابوں کے مسائل کے ساتھ ساتھ بوقتِ ضرورت مجمع البحرین اور ہدایہ کے مسائل بھی اس

(۱) كشف الظنون :۲/۱۶۵۵.

(۲) مجمع الأنهر ۲۰

(۳) الشقائق النعمانية : ۱/۴۲۷ .

(۴) حدائق الحنفية ، ص : ۴۰۰ .

میں شامل ہیں۔ ۳-متن میں ائمۂ احناف کے درمیان واقع اختلاف کی تصریح بھی موجود ہے۔ ۴- راجح قول کو پہلے ذکر کرنے کا التزام کیا۔ ۵- ائمۂ متأخرین یا متونِ مذکورہ میں اختلاف کے وقت جس قول کو قیل سے تعبیر کریں وہ دوسرے قول کی بنسبت مرجوح ہوتا ہے ۶- جب بغیر کسی قرینے کے لفظ تثنیہ ذکر کریں تو اس سے مراد امام ابو یوسف اور امام محمد ہوتے ہیں۔ ۷- اصح، اقوی اور المختار للفتوی کے متعلق باقاعدہ تصریح کرتے ہیں۔ کتاب کا تعارف کرواتے ہوئے لکھتے ہیں:

قد سألني بعض طالبي الاستفادة أن أجمع له كتاباً يشتمل على مسائل القدوري والمختار والكنز والوقاية بعبارةٍ سهلةٍ غير مغلقةٍ فأجبته إلى ذلك ، وأضفت إليه بعض ما يحتاج إليه من مسائل المجمع ونبذةً من الهداية ، وصرَّحت بذكر الخلاف بين أئمتنا ، وقدّمت من أقاويلهم ما هو الأرجح ، وأخَّرت غيره إلا أن قيدته بما يفيد الترجيح ، وأما الخلاف الواقع بين المتأخرين أو بين الكتب المذكورة ، فكل ما صدرته بلفظ قيل أو قالوا إن كان مقروناً بالأصح ونحوه فإنه مرجوحٌ بالنسبة إلى ما ليس كذلك ، ومتى ذكرت لفظ التثنية من غير قرينةٍ تدل على مرجعها فهو لأبي يوسف ومحمد ، ولم آل جهداً في التنبيه على الأصح والأقوى وما هو المختار للفتوى ، وحيث اجتمع فيه سمَّيته بملتقى الأبحر ليوافق الاسم المسمى (۱).

شروح الملتقی : اس کی بہت سی شروح لکھی گئیں جن میں سے چند یہ ہیں:

۱- **مجمع الانہر** یہ شیخی زادہ قاضی القضاۃ مولانا عبدالرحمٰن بن الشیخ محمد

(۱) ملتقى الأبحر : ۱/۲۰ - ۲۱ .

بن سلیمان (ت ۱۰۷۸ھ) کی شرح ہے۔ آپ کو شیخی زادہ اور الداماد بھی کہا جاتا ہے۔ یہ شرح مشہور و معتبر شروح میں سے ہے(۱)۔

فرماتے ہیں کہ اگرچہ ملتقی الابحر کی کئی شروح لکھی گئیں، لیکن بعض طویل ہونے کی وجہ سے اور بعض اختصار کی وجہ سے مشکلات کا سبب ہیں۔ میں نے ایسی شرح لکھنے کا ارادہ کیا جو درمیانے درجے کی شرح ہو اور اس میں ضروری اور کارآمد اہم مسائل بھی موجود ہوں۔ اس کے ساتھ ساتھ مفتی بہ اقوال کی تعیین بھی کی جائے۔ چنانچہ اس ارادے کو عملی جامہ پہنانے کے لئے میں نے مجمع الأنہر کے نام سے یہ شرح لکھی۔ فرماتے ہیں:

" إن الكتاب المسمى بملتقى الأبحر بحرٌ زاخرٌ، وغيثٌ ماطرٌ، وإن كان صغير الحجم ووجيز النظم، لكن جميع الواقعات من المسائل قد يوجد في قعره أو في الساحل، وهو أنفع متون المذهب وأجلّ، وأتمُّها فائدةً وأكمل، خالٍ عن الزوائد المملة، والاختصارات المخلة، وشهرته فوق الإطناب في مدحته، رحم الله مؤلفه وتغمَّد بمغفرته.

قد شرحه بعضٌ من العلماء، وكشف عن حقائقه المستجنة غير واحدٍ من الفضلاء، إلا أن منهم من أطنب بلا فائدةٍ، ومنهم من أوجز بلا ربطٍ ولا قاعدةٍ، لا يرى فيما قالوا: شفاءٌ لعليلٍ ولا رواءٌ لغليلٍ، بل لا يخلو من زيغان الأبصار على الناظرين، والتخالج في بال أكثر المتأملين، فأردت تبيين مكنونه عن كل محكمٍ وغامضٍ، وتحقيق له من كل حلوٍ وحامضٍ، من غير إطنابٍ مملٍ وإيجازٍ مخلٍ، وألحقت به كثيراً من الفوائد الجمة، والمسائل المهمة، متوغلاً في تلخيص الحق والصواب وتمييز القشر عن اللباب، مع

---

(۱) مفيد المفتي: ۷۰.

قلة البضاعة وكثرة الهموم والآلام ، واشتغال نيران شدائد الطرق فی الليالی والأيام ، واختلال الحال وتراكم بواعث الملال ، وسمَّيته بـ مجمع الأنهر فی شرح ملتقى الأبحر (۱).

۲- الدر المنتقى فی شرح الملتقى یہ صاحبِ درِمختار علامہ محمد بن علی علاء الدین حصکفی (ت ۱۰۸۸ھ) کی شرح ہے۔اور مجمع الأنہر کے حاشیے پر چھپی ہے۔اس کے متعلق اتنا کہنا ہی کافی ہے کہ یہ صاحبِ درِمختار کی شرح ہے۔

تحفۃ الفقہاء

تحفۃ الفقہا کی اصل مختصر قدوری ہے،علامہ سمرقندی رحمہ اللہ نے اس پر درج ذیل باتوں کا اضافہ کیا:۱- جو مسائل صاحبِ قدوری نے چھوڑ دیئے انہیں ذکر کیا۔۲- مضبوط دلائل کے ذریعے قدوری کے مشکل مواضع کو اچھی طرح واضح کیا۔ فرماتے ہیں:ولما عمَّت رغبة الفقهاء إلى هذا الكتاب [المختصر للقدورى]، طلب منى بعضهم: من الإخوان والأصحاب أن أذكر فيه بعض ما ترك المصنف من أقسام المسائل ، وأوضح المشكلات منه بقويٍّ من الدلائل ؛ ليكون ذريعةً إلى تضعيف الفائدة بالتقسيم والتفصيل ، ووسيلةً بذكر الدليل إلى تخريج ذوى التحصيل ، فأسرعت فی الإسعاف والإجابة رجاء التوفيق من الله تعالى فی الإتمام والإصابة ، وطمعاً من فضله فی العفو والغفران والإنابة ، فهو الموفق للصواب والسداد ، والهادى إلى سبيل الرشاد (۲).

۳- کتاب کے مضامین کی تقسیم وتفصیل وترتیب انوکھے اور منفرد انداز میں عمدہ

(۱) مجمع الأنهر : ۱/۱۵- ۱۶.

(۲) تحفة الفقهاء : ۱/۵.

طریقے سے رکھی تاکہ اس سے استفادہ مزید بہتر انداز میں ہو سکے۔ علامہ کاسانی رحمہ اللہ آپ کی اس تقسیم وترتیب کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں: وقد كثر تصانيف مشايخنا في هذا الفن قديماً وحديثاً ، وكلهم أفادوا وأجادوا ، غير أنهم لم يصرفوا العناية إلى الترتيب في ذلك ، سوى أستاذي وارث السنة ومورثها : الشيخ الإمام الزاهد علاء الدين ، رئيس أهل السنة محمد بن أحمد بن أبي أحمد السمرقندي رحمه الله تعالى ، فاقتديت به واهتديت ؛ إذ الغرض الأصلي والمقصود الكلي من التصنيف في كل فنٍ من فنون العلم : هو تيسير سبيل الوصول إلى المطلوب على الطالبين ، وتقريبه إلى أفهام المقتبسين ، ولا يلتئم هذا المراد إلا بترتيبٍ تقتضيه الصناعة وتوجبه الحكمة ، وهو التفصح عن أقسام المسائل وفصولها ، وتخريجها على قواعدها وأصولها ، ليكون أسرع فهماً ، وأسهل ضبطاً ، وأيسر حفظاً ، فتكثر الفائدة ، وتتوفر العائدة (١).

وجہ تسمیہ کے متعلق خود مؤلف رحمہ اللہ فرماتے ہیں چونکہ یہ کتاب فقہا کے لئے تحفہ ہے اس لئے اس کا نام تحفۃ الفقہا رکھا: وسمَّيته تحفة الفقهاء إذ هي هديَّتي لهم لحق الصحبة والإخاء عند رجوعهم إلى مواطن الآباء (٢).

بدائع الصنائع

مضاف الیہ کو حذف کر کے صرف البدائع کہنا بھی درست ہے۔ مرکب توصیفی یعنی البدائع الصنائع پڑھنا یا لکھنا غلط ہے۔ ماتن کے شاگرد علاؤ الدین، ملک العلماء، علامہ ابوبکر بن مسعود الکاسانی (ت ۵۸۷ھ) نے بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع کے نام سے

---

(١) بدائع الصنائع : ٦٤/١.

(٢) تحفة الفقهاء : ٥/١ .

تحفۃ الفقہا کی شرح لکھی۔ علامہ کاسانی رحمہ اللہ اگرچہ فقہائے کرام رحمہ اللہ کی تصانیف کی افادیت اور اہمیت کو تسلیم کرتے ہیں، لیکن مسائل کی ترتیب میں سوائے اپنے استاذ کے باقی حضرات کے انداز سے مطمئن نہیں۔ اسی لئے آپ نے شرح لکھنے کے لئے تحفۃ الفقہا کا انتخاب کیا۔ لہذا متن جن خصوصیات کا حامل ہے شرح میں بھی وہی خصوصیات موجود ہیں۔ ان خصوصیات کے علاوہ: ۱-ترتیب مسائل کا خاص خیال، ۲-مسائل کے دلائل بیان کرنے کا التزام، ۳-مختلف نکات کا ذکر، ۴-معنی خیز جامع ومانع عبارت کا ہونا وغیرہ بدائع کی منفرد خصوصیات ہیں۔

فرماتے ہیں: فصرفت العناية إلى ذلك ، وجمعت في كتابي هذا جملاً من الفقه مرتبةً بالترتيب الصناعي ، والتأليف الحكمي الذي ترتضيه أرباب الصنعة ، وتخضع له أهل الحكمة مع إيراد الدلائل الجلية والنكت القوية ، بعباراتٍ محكمة المباني ، مؤدية المعاني (۱).

جب یہ شرح تمام ہوئی تو مصنف نے ماتن کی خدمت میں پیش کی۔ ماتن نے ان کی شرح کو بہت پسند کیا اور اپنی بیٹی فاطمہ ــــ جو فقیہہ تھیں ــــ کے ساتھ ان کا نکاح کر دیا۔ شادی کا واقعہ یوں لکھتے ہیں کہ علامہ علاؤالدین سمرقندی کی صاحبزادی فاطمہ بہت خوبصورت تھیں اور تحفۃ الفقہا کی حافظہ بھی تھیں۔ کئی بادشاہوں نے ان کے لئے نکاح کا پیغام بھجوایا، لیکن قبول نہ ہوا۔ ملا کاتب چلپی رحمہ اللہ فرماتے ہیں جب صاحبِ بدائع نے شرح لکھ کر پیش کی تو علامہ علاء الدین خوشی سے جھوم اٹھے اور اپنی بیٹی کا نکاح آپ سے کر دیا اور مہر میں بدائع کو مقرر کیا، چنانچہ آپ کے زمانے میں مشہور ہوا: شرح تحفته وتزوَّج ابنته (۲).

---

(۱) بدائع الصنائع :۱/٦٤.

(۲) كشف الظنون :۱/۳۱۷.

چونکہ اس کتاب میں ایک نیا انداز اور عجیب ترتیب اختیار کی گئی اسی لئے اس کا نام بدائع الصنائع رکھا۔فرماتے ہیں: وسمّيته بدائع الصنائع ؛ إذ هي صنعةٌ بديعةٌ وترتيبٌ عجيبٌ وترصيفٌ غريبٌ ، لتكون التسمية موافقةً للمسمى ، والصورة مطابقةً للمعنى ، وافق شن طبقة . وانبه فاعتنقه (١).

علامہ شامی رحمہ اللہ بدائع کے متعلق فرماتے ہیں: هذا الكتاب جليل الشان ، لم أر له نظيراً في كتبنا ، وهو للإمام أبي بكر بن مسعود بن أحمد الكاساني ، شرح به تحفة الفقهاء لشيخه علاء الدين السمرقندي(٢).

صاحبِ حدائق الحنفیہ آپ کے متعلق لکھتے ہیں کہ آپ اکثر فتووں میں خطا کر جاتے تھے۔جب آپ کی اہلیہ آپ کو خطا کی وجہ بتا دیتی تو آپ اس کے قول کی طرف رجوع کر لیتے تھے۔آپ کے نکاح سے پہلے محمد سمرقندی اور ان کی بیٹی فاطمہ کے دستخط سے فتاوی جاری ہوتے تھے،جب آپ کا نکاح فاطمہ سے ہوا تو تینوں کے دستخط ہونے لگے(۳)۔

آپ کے اشعار میں سے چند اشعار یہ ہیں۔

سبقت العالمين إلى المعالي بصائب فكرةٍ وعلو همه

ولاح بحكمتي نور الهدى في ليالٍ بالضلالة مدلهمه

يريد الجاحدون ليطفئوا فيأبى اللّه إلا أن يتمه

بادشاہِ روم نے آپ کو نور الدین محمود کے پاس حلب میں قاصد بنا کر بھیجا جس کا سبب یہ ہوا کہ روم میں کسی فقیہ سے آپ کا مناظرہ: المجتهدان هل هما مصيبان أم

(١) بدائع الصنائع: ٦٤/١.

(٢) رد المحتار ، كتاب الطهارة ، مطلبٌ في معنى الاشتقاق : ١٠٠/١ .

(٣) حدائق ، ص : (٢٥٦) .

أحدهما مخطئٌ پر ہوا۔فقیہ نے کہاامام صاحب سے منقول یہ ہے کہ کل مجتھدٍ مصیبٌ کاسانی نے کہانہیں بلکہ صحیح عن ابی حنیفہ: أحد المجتهدين مصيبٌ والآخر مخطئٌ ، والحق في جهةٍ واحدةٍ ہےاورآپ جو کہہ رہے ہیں وہ معتزلہ کا مذہب ہے۔ اس پر گر ما گرمی ہوئی۔علامہ کاسانی نے اس پر لاٹھی اٹھائی تو روم کے بادشاہ نے کہا:هذا أفتأت على الفقيه انہیں یہاں سے دور بھیج دو۔وزیر نے کہا یہ بڑے آدمی اور قابلِ احترام ہیں، انہیں ویسے نکالنا مناسب نہیں، بلکہ آپ انہیں ملک نورالدین محمود کے پاس اپنا قاصد بنا کر روانہ کر دیں تو انہیں وہاں روانہ کر دیا گیا۔آپ کی آمد سے پہلے حلب میں صاحب محیط الرضی السرخسی تھے جنہیں نورالدین نے الحلاویہ کا نگران بنایا تھا۔پھر اتفاق سے وہ معزول ہوئے تو سلطان نے آپ کو حلاویہ کا ذمہ دار بنایا(۱)۔

ضیاءالدین محمد بن حسن حنفی بوقتِ انتقال آپ کے پاس موجود تھے۔فرماتے ہیں جب نزع کا وقت ہوا تو آپ نے سورۂ ابراہیم کی تلاوت شروع کی جب ﴿ يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَ فِي الْاٰخِرَةِ ﴾ پر پہنچے تو آپ کی روح پرواز کر گئی۔آپ کا انتقال ۱۰ رجب ۵۸۷ھ میں اتوار کے دن ظہر کے بعد ہوا(۲)۔

حلب کے قبرستان ظاہریہ میں مقامِ ابراہیم خلیل اللہ میں اپنی زوجہ فاطمہ کے پاس مدفون ہوئے۔جب آپ کی زوجہ کا انتقال ہوا تو آپ کا دستور تھا کہ ہر جمعرات کو ان کی قبر کی زیارت کرتے۔اب حلب میں ان دونوں کی قبریں زیارت گاہ اور مستجاب الدعوات ہیں اور لوگوں میں خاوند بیوی کی قبر کے نام سے مشہور ہیں(۳)۔

---

(۱) الجواهر المضيئة ، ص : (٤٤٥).

(۲) الجواهر المضيئه:(٤٤٦).

(۳) حدائق الحنفية، ص : (٢٥٧).

کاسانی کاسان شہر کی طرف منسوب ہے، کبھی سین کے بجائے شین سے کاشانی کہتے ہیں (۱)۔کاشان شاش کے نواح میں ہے۔بعض کہتے ہیں ترکستان میں دریائے سیحون کے پیچھے، پہلے بڑا آباد تھا ترکستانیوں کے متواتر حملوں سے ویران ہوگیا (۲)۔

غررالاحکام

ملاخسرو محمد بن فراموز رومی (ت ۸۸۵ھ) نے فقہ حنفی میں غررالاحکام کے نام سے یہ متن تحریر کیا۔آپ معقول ومنقول میں بحرزخار، فروع اور اصول میں یکتائے روزگار تھے۔آپ کے والد امرائے فرانجہ میں سے رومی الاصل تھے اور بعد میں مسلمان ہوئے۔ آپ کی ایک بیٹی تھی جس کا نکاح خسرو نامی امیر سے ہوا۔والد کے انتقال کے بعد آپ اپنے بہنوئی کے ہاں رہنے لگے تو اخی زوجہ خسرو کے نام سے مشہور ہوئے۔پھر رفتہ رفتہ آپ پر بھی خسرو کا نام غالب آگیا (۳)۔ طاش کبری زادہ فرماتے ہیں کان مولانا خسرو عالماً محققاً. آپ سلطان محمد بن مراد خان کے لشکر کے قاضی تھے، پھر لمبے عرصے تک افتا کی ذمہ داری آپ پر رہی (۴)۔علامہ تفتازانی کے شاگرد برہان الدین حیدر سے علوم وفنون پڑھے (۵)۔پھر خود دررالحکام کے نام سے اس کی شرح لکھی۔متن اور شرح کے درمیان بارہ برس کا زمانہ تقدم وتاخر کا ہے، کیوں کہ ۸۷۲ھ میں متن کی ابتدا ہوئی اور شرح کا اختتام بروزِ شنبہ جمادی الاولی ۸۸۳ھ میں ہوا۔شرح کو دررِ مولانا خسرو بھی کہتے ہیں۔

---

(۱) الفوائدالبهية،ص : (٥٣) .

(٢) حدائق الحنفيه ، ص : (٢٥٦–٢٥٧) ، والفوائد البهية، ص : (٥٣) .

(٣) الشقائق النعمانيه: ١١١/١.

(٤) مفتاح السعادة: (١٧١/٢).

(٥) مفيدالمفتى ، ص:(٦٠).

علامہ شامی رحمہ اللہ اس متن کے متعلق فرماتے ہیں:" متن الغرر لمنلا خسرو ، ومتن التنویر للتمرتاشی الغزی ، فإن فیهما کثیراً من مسائل الفتاوی (١).

خود مؤلف رحمہ اللہ اپنی کارگزاری کچھ اس طرح بیان فرماتے ہیں: آغاز جوانی سے ہی مجھے فقہ سے خصوصی لگاؤ رہا اور میں مسلسل کتب فقہیہ کا مطالعہ کرتا رہا۔ یہاں تک کہ میرے ذہن میں آیا کہ اصول فقہ کی طرح فقہ میں بھی ایک متن لکھوں، لیکن حوادثِ زمانہ نے مجھے مختلف انداز میں روکے رکھا۔ بالآخر اللہ رب العزت کے فضل وکرم سے جب وہ حالت جاتی رہی تو میں نے ایک ایسا متن تحریر کرنے کا عزم کیا جو ۱- عمدہ ترتیب، ۲- بہترین تعبیر پر مشتمل ہو ۳- اور ضعیف روایات سے خالی ہونے کے ساتھ ساتھ ۴- باریک اشارات وقیود سے بھی مزین ہو۔ ۵- اسی طرح اس میں ان اہم مسائل کا بھی ذکر ہو جن سے متونِ مشہورہ خالی ہیں۔

أصنِّف فيه متناً متيناً رائقاً نظامه، وأرصِّف بنياناً رصيناً أنيقاً انتظامه ، خالياً عن الروايات الضعيفة، حالياً بالقيود والإشارات الشريفة اللطيفة ، محتوياً على مسائل مهمات خلت عنها المتون المشهورة ، منطوياً على أحكام ملمات لم يكن فيها مسطورة ، معجباً نظمه الفصحيح الأديب ، ومونقاً فحواه الفقيه الأريب ، فلما أحسن الله تعالى إليَّ بإماطة ما بي من السقامة ، وألبسنى من خزائن رأفته حلَّة السلامة شرعت فی ما أردت ، وبدأت بما قصدت ، وراعيت بما ذكرت بقدر الإمكان مستعيناً فی ذلك بالملك المنان ، وعزمت أن أسمِّيه بغرر الأحكام بعد أن يسَّر الله تعالى لی الاختتام (٢).

---

(١) شرح عقود رسم المفتی ضمن رسائل ابن عابدين : ٣٧/١.

(١) غرر الأحكام : ٥/١.

درر الحکام

آپ کی زندگی درس وتدریس سے معمور اور رواں دواں تھی اور آپ اسی پر بہت خوش تھے، لیکن مجبوراً عہدۂ قضا قبول کرنا پڑا۔ اس حالت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

" وابتليت في أثنائه ببلاء القضاء بلا رغبةٍ فيه ولا رضاء ، وأعد ما يمضي فيه من عمري عبثاً ، ومخالطة العوام ومخاطبة غير أهل الإسلام خبثاً ، حتى كان يخطر في خلدي دائماً إنه غير لائقٍ بحالي ، وكنت أسأل الله تعالى أن يبدل بالخير مآلي (۱).

اگرچہ جبراً آزمائش سمجھ کر قضا کا عہدہ قبول کرنا پڑا، لیکن اس میں بھی مصلحت کار فرما تھی کہ اس وجہ سے آپ فیصلہ کرنے کے لئے مستقل حوادث ووقائع کی جزئیات کی تلاش میں رہتے۔ اسی دوران آپ متون کے اطلاقات کی مختلف قیود پر بھی مطلع ہوئے جو اس بات کا باعث بنا کہ آپ خود ایک متن تحریر کریں۔ چنانچہ آپ متن کی تألیف میں لگ گئے اور جیسے ہی متن کا اختتام ہوا عہدۂ قضا سے بھی آپ کی جان چھوٹ گئی۔ تو اللہ رب العزت کی خصوصی نعمتوں: متن کی تکمیل اور عہدہ قضا سے جان خلاصی کا شکر ادا کرنے کے لئے آپ نے اس کی شرح لکھی۔ فرماتے ہیں:

ومع ذلك لم يكن ذلك الابتلاء خالياً عن حكمةٍ وعارياً عن فائدةٍ ومصلحةٍ ، حيث كان سبباً لتتبع أحكام جزئيات الوقائع والنوازل ، والعثور على تقييد إطلاقات المتون في تقرير المسائل ، فصار باعثاً لي على كتب متنٍ حاوٍ للفوائد ، خاوٍ عن الزوائد ، موصوفٍ بصفاتٍ مذكورةٍ في خطبةٍ داعيةٍ لكمل الرجال إلى خطبته مرعيً فيه ترتيب كتب الفن على النمط الأخرى

(۱) درر الحكام : ۳/۱.

والوجه الأحسن ، فاختلست فرصاً من بين الأشغال ، وانتهزت نهزاً مع توزّع البال ، وحين قرب إتمامه ، وآن أن يفض بالاختتام ختامه خلّصني الله تعالى من بلاء القضاء ؛ إذ بعد حصول المراد بالابتلاء يخلص من البلاء ، فوجب عليَّ شكر نعمتَي إتمامه وإحسان التخليص عن البلاء وإنعامه ، فشرعت في شرحه شكراً للنعمتين الموصلتين لصاحبهما إلى الدولتين راجياً من الله تعالى أن يوفّقني لإتمامه ، ويسهل لي بالسلامة طريق اختتامه ، وعازماً أن أسمّيه بعد الإتمام درر الحكام في شرح غرر الأحكام (۱) .

متن وشرح پر کئی حواشی لکھے گئے ۔جن میں سے مولانا نوح بن مصطفیٰ افندی رومی حنفی (ت ۱۰۷۰ھ) کا حاشیہ نتائج النظر فی حواشی الدرر بہت ہی معتبر حاشیہ ہے۔علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ نے آپ کی بہت تعریف کی اور ابنِ ہمام رحمہ اللہ کے بعد آپ کی تحقیق پر مطمئن ہیں ۔فیض الباری :۳۵۲/۱ میں مسئلہ اقتدا بالمخالف پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں: والقول الثالث فيه لنوح أفندي ، وهو فاضلٌ ذكيٌّ متيقظٌ بعد الشيخ ابن الهمام ، وله حاشيةٌ مبسوطةٌ على الدر المختار ، أودع فيها مباحث لطيفة ، يعلم منها أنه رجلٌ محقق (۲). یہاں جامع سے سہو ہو گیا، کیوں کہ علامہ نوح افندی کا حاشیہ الدر المختار پر نہیں، بلکہ الدرر پر ہے۔

غنية ذوي الأحكام في بغية درر الأحكام

اسی طرح شیخ ابوالاخلاص حسن بن عمار بن علی الوفائی الشرنبلالی الحنفی (ت ۱۰۶۹ھ) نے بھی (۱۰۳۵ھ) کے لگ بھگ جامع ازہر میں تدریس کے دوران اس کا

(۱) درر الحكام ، ص : ۳ .

(۲) فيض الباري ، كتاب الغسل ، باب المسح باليد : ۳۵۲/۱

حاشیہ لکھا جو آپ کی زندگی میں ہی بہت مشہور ہوا۔علامہ شرنبلالی نے شرح کے مسائل کو خوب بسط و تحقیق کے ساتھ ذکر کیا اور مفتیوں کے لئے بڑے کام کی کتاب ہے(۱)۔علامہ شامی رحمہ اللہ نے علامہ شرنبلالی کا ذکر فقیہ النفس کے لقب سے کیا(۲)۔آپ مشہورِ زمانہ اور معتبر فی الفتاوی تھے۔عبداللہ نحریری، محمد محبی اور علی بن غانم مقدسی سے علم حاصل کیا۔آپ کے شاگردوں میں سید احمد حموی، احمد عجمی اور اسماعیل نابلسی وغیرہ ہیں۔شرنبلالی خلافِ قیاس شرابلولہ کی طرف منسوب ہے جو مصر کے نواح میں تاجروں کے ایک شہر کا نام ہے(۳)۔

خصوصیات: علامہ شرنبلالی رحمہ اللہ نے الدرر کو کئی بار درساً پڑھا۔لہذا اپنے حاشیے میں دورانِ درس پڑھی گئی اہم باتوں کو ذکر کیا۔۲-مسائل کی مختلف قیودات اور تمات کو بیان کیا۔۳-اپنی آراء واستدراکات کو بھی ذکر کیا۔۴-آپ کی عادت ہے کہ جس قول کے متعلق أصح ما یفتی بہ کہتے ہیں وہ قول أصح الصحیح ہوتا ہے۔خود یوں وضاحت کرتے ہیں:

لما قرأت كتاب درر الحكام شرح غرر الأحكام على أتقى أستاذ علمته ممن أدركت من العلماء الأعلام، وأعظمهم مراقبةً في القيام بأوامر الملك العلام ...... وتكررت قراءتي لهذا الكتاب مراجعاً كتب المذهب مداوماً لممارسته لما أنه من أحسن ما صيغ فيه، وشهرته فوق الأطناب في مدحته ــ رحم الله مؤلفه وتغمّده بمغفرته ــ وصدرت الإشارة من أستاذي بتسطير ما ظفرت به من تقييد شوارده، والتنبيه على ما فيه والتتميم لفوائده ...... أردت جمع ما سطرته عليه من المهمات، مراجعاً للنظر، مراعياً للقيود والتتمات،

(۱) مفید المفتی، ص: ۳۷.

(۲) رد المحتار: (۱/۲۰).

(۳) حدائق الحنفية، ص: (۴۳۵-۴۳۶)، والفوائد البهية، ص: (۵۸).

معتمداً في الآخر كالأول ما كان عليه في المذهب المعوَّل، منبهاً فيه على ما ذكرته، منوِّهاً بما فتح به عليَّ مما ابتكرته وحرَّرته، عازياً كل حكمٍ لمن عنه نقلته، فشرعت مستعيذاً بالله من الخلل في كل ما كتبته وقلته.

ومعتمدي في الاختيار والتصحيح على محققي الروايات والدرايات من أهل الترجيح، وما نقلته بصيغة أصح ما يفتى به فهو أصح الصحيح، وهذا حسب طاقتي، وهي القاصرة، وهمتي وهي الفاترة مع كثرة الغموم وقلَّة المواد ووفرة الهموم، وندرة المواد ...... ولما كان بحمد الله تعالى مغنياً في بابه عن كثيرٍ من الكتب المعتبرة، طاوياً شقة المشقة في طلب المسائل المحرَّرة، موفرا العائدة عند أولي النهى والتبصرة موفي الفائدة لدى ذي التقى والبصائر النيرة، سمَّيته غنية ذوي الأحكام في بغية درر الأحكام (۱).

درر البحار

یہ فقہ کا ایک مختصر اور مشہور متن ہے۔ اسے شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن یوسف بن الیاس قونوی دمشقی (ت ۷۸۸ھ) نے تحریر کیا۔ یہ متن ائمہ اربعہ کے مذاہب کا حاوی ہے۔ صاحبِ کشف الظنون فرماتے ہیں: متنٌ مشهورٌ مختصرٌ، وكان مدة تأليفه في شهرٍ ونصف تقريباً (۲).

اس کی کئی شروحات لکھی گئی ہیں: ۱۔غرر الأذكار۔ علامہ شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: غرر الأذكار، وهو شرح درر البحار المؤلف في مذاهب الأئمة الكبار، ومذاهب الصاحبين على طريقة مجمع البحرين، مع غاية الإيجاز والاختصار

(۱) غنية ذوي الأحكام، ص: ۳-۵.

(۲) كشف الظنون: ۱/۷۱۵.

لـلعلامة القونوى الحنفى ، وقد ذكر فى آخره أنه ألّفه فى آخر شهر ونصف سنة ٧٤٦هـ، وعندى شرحٌ عليه للعلامة محمد الشهير بالشيخ البخارى ، سمّاه غرر الأفكار ، وعليه شرح قاسم بن قطلوبغا تليمذ ابن الهمام (١).

نقایہ

یہ ایک مشہور متن ہے۔اسے مختصرِ وقایہ بھی کہتے ہیں۔صدرالشریعہ عبیداللہ بن مسعود حنفی (ت۷۴۵ھ) نے وقایہ کومختصر کرتے ہوئے بہت عمدہ طریقے سے اسے تحریر کیا۔ صاحبِ کشف الظنون فرماتے ہیں: وقـد أجـاد وبـالغ فى إيجازها(٢). صدرالشریعہ ثانی عبیداللہ بن مسعود یہی مصنفِ شرحِ وقایہ ہیں۔خود مؤلف فرماتے ہیں ہدایہ کا نچوڑ وقایۃ الروایۃ اور وقایہ کا نچوڑ النقایہ ہے۔ھدایہ کے مسائل یاد کرنے والے کو چاہیے کہ وقایہ کو یاد کرلے۔اگر یہ نہ ہوسکے تو النقایہ کو یاد کرے تو بھی مقصد حاصل ہو جائے گا۔

" قـد ألّف جـدّى ومـولاى الـعـالم الربانى والعامل الصمدانى برهان الشريعة والحق والدين ،ووارث الأنبياء والمرسلين محمود بن صدر الشريعة ــ جزاه الـلّـه عنى وعن سائر المسلمين خير الجزاءــ لأجل حفظى كتاب وقاية الـرواية فى مسائل الهداية ، وهو كتابٌ لم تكتحل عين الزمان بثانيه فى وجازة الألفاظ مع ضبط معانيه ، ثم إنى لما وجدت قصور همم بعض المحصلين عن حـفـظـه اتـخـذت مـنـه هـذا المختصر مشتملاً على ما لا بدّ منه ، فمن أحبَّ استـحـضـار مسائل الهداية فعليه بحفظ الوقاية ، ومن أعجله الوقت فليصرف

(١) رد المحتار:١/١٦٩ .

(٢) كشف الظنون :٢/٧٧٠.

إلى حفظ هذا المختصر عنان العناية ، إنه وليُّ الهداية (١).

علامہ برجندی متن کے بارے میں فرماتے ہیں: إنــه مع صغـر حجمـه ووجـازة نـظـمـه مشتـملٌ على فوائد لطيفة ومسائل شريفة وكثر وقوعها بين البرية ، ويحتـاج إليهـا فـي كلِّ غدوةٍ وعشيَّة ، لا ترى فيها كلمةً زائدةً على أصل المراد ، فكيف بما هو أكثر من ذلك وازداد ، فإن لم يكن بين الناظر فيه كليلة وجد في كل قيدٍ فائدة جليلة (٢).

شروح النقاية

فتح باب العناية :یہ شرح بہت عمدہ شرح ہے(۳)۔مؤلف علی بن سلطان محمد ہروی نزیل مکہ المعروف بعلی القاری ہیں۔نورالدین لقب تھا۔اپنے زمانے کے وحید العصر،فرید الدہر،محقق،مدقق،منصف مزاج،محدث،فقیہ،جامع علومِ عقلیہ ونقلیہ اور متضلع سنتِ نبویہ،جماہیرِ اعلام اورمشاہیر اولی الحفظ والافہام میں سے تھے۔خصوصاً آپ کو تحقیق فقہ وحدیث اور دریافتِ علومِ کلام ومعقول میں یدِطولی حاصل تھا اور عربی عبارت کی تحریر میں ایسا خاص طرز رکھتے تھے کہ کئی ایک جزو ایک وضع پر مسجع ومقفی لکھ جاتے تھے۔

ہرات میں پیدا ہوئے اور مکہ معظمہ میں آکر خاتمۃ المحققین احمد بن حجر ہیثمی مکی،ابو الحسن بکری،عبداللہ سندی اور قطب الدین مکی سے پڑھا اور مشہورِ زمانہ ہو کر سن ہزار کے سرے پر درجۂ مجددیت کو پہنچے۔آپ کے اعتراض امام مالک پر مسئلۂ ارسال میں اور امام شافعی اور ان کے بعض اصحاب پر بعض مسائل میں عصبیت اور ہویٰ کی راہ سے نہیں، بلکہ

---

(١) النقاية مع فتح باب العناية : ١/٢٣-٢٤.

(٢) شرح البرجندي على النقاية : ١/.

(٣) مفيد المفتي ، ص : ٨٤.

بسببِ وضوح ان ادلہ کے ہیں جو اس کے برخلاف ہیں اور اس قسم کا اختلاف تمام قسم کے علمائے متقدمین ومتأخرین میں موجود ہے۔ کچھ آپ پر ہی منحصر نہیں۔ آپ کی وفات مکہ میں ماہ شوال ۱۰۱۴ھ میں ہوئی (۱)۔

انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کی شانِ اقدس میں گستاخی کرنے والوں کے متعلق آپ نے رسالہ لکھا۔ اس کے آخر میں فرماتے ہیں: وقد ثبت عنه صلى الله عليه وسلم : إن الله يبعث لهذه الأمة على رأس كل مائة سنةٍ من يجدد لها دينها ، رواه أبوداؤد والحاكم والبيهقي ، فوالله العظيم ! رب النبي الكريم إني لو عرفت أحداً أعلم مني بالكتاب والسنة من جهة مبناهما أو من طريق معناهما لقصدت إليه ولو حبواً بالوقوف لديه ، وهذا لا أقوله فخراً ، بل تحدثاً بنعمة الله تعالى وشكراً ، وأستزيد به من ربي ما يكون لي ذخراً .

علامہ شامی رحمہ اللہ اسے نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: وفي كلامه إشارةٌ إلى أنه مجدد عصره ، وما أجدره بذلك ، ولا ينكر عليه ما هنالك إلا كل متعصب وهالك (۲).

ملا علی قاری رحمہ اللہ نے شرح میں درجِ ذیل باتوں کا التزام کیا: ۱۔ درمیانی درجے کی شرح لکھی جو نہ بہت طویل ہے اور نہ ہی بہت مختصر، ۲-الفاظ کی پیچیدگی اور مطالب کی مشکلات کو حل کیا، ۳-قرآن وحدیث، اجماع سے دلائل کا بیان کیا، ۴- کثیر الوقوع فروعات کو بھی ذکر کیا، ۵-احادیث کی صحت وضعف بیان کرنے کا التزام کیا۔ شرح کی تکمیل ۱۰۰۳ھ کو مکۃ المکرمہ میں ہوئی (۳)۔ خود اپنی شرح کا تعارف اس طرح کراتے ہیں:

---

(۱) حدائق الحنفية، ص :۔ (۴۲۱- ۴۲۲) الفوائد البهية، ص : (۸)

(۲) رسائل ابن عابدين ، تنبيه الولاة والحكام : ۳۶۸/۱.

(۳) كشف الظنون :۷۷۲/۲.

كتاب النقاية مختصر الوقاية التى هى مختصر الهداية المقبول عند أرباب البداية والنهاية من أوجز المتون الفقهية فى مذهب السادة الحنفية الذين هم قادة ذى الملة الحنيفية ، قصدت أن أكتب عليه شرحاً غير مخلٍّ ولا مملٍّ ، يبيِّن مشكلات مبانيه ، ويُعين معضلات معانيه ، مشحوناً بالأدلة من الكتاب والسنة وإجماع الأمة واختلاف الأئمة ، وأكتفى من الفروع بما هو كثير الوقوع (١).

کتاب میں احادیث اوران کی صحت وضعف کے بیان کا بھی اہتمام کیا اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:ثم لم يزل أصحابنا المتقدمون يعتنون فى كتبهم بذكر الأدلة من السنة ، والبحث عنها وتبيين الصحيح والحسن والضعيف ونحوها كالطحاوى ، وأبى بكر الرازى ، والقدورى وغيرهم ، وإنما قصَّر فى ذلك المتأخرون من أصحابنا ؛ لاعتمادهم على ما تقرَّر عند متقدميهم ، فنسبوا إلى هجر السنة والشريعة ، ولا يحلُّ لأحدٍ أن ينسب أصحابنا إلى هذه الخصلة ، مع أن المخالفين من الشافعية يعيبون على أصحابنا ما هم واقعون فيه ، فلقد أكثر الإمام أبو إسحاق فى المهذب ، وإمام الحرمين فى النهاية ، وغيرهما من ذكر الاستدلال بالأحاديث الضعيفة ، وقد بيَّن ذلك البيهقيُّ من متقدميهم ، ثم النووى والمنذرى من متأخريهم فى عدة مواضع ، بل صرَّح إمام الحرمين عن حديثٍ ضعيفٍ بأنه صحيحٌ ، وغلَّطه الشيخ تقى الدين وابن الصلاح والنوويُّ وغيرهم .

فهذا الذى أوجب علينا ذكر الأحاديث وتبيينها ، وتعريف

---

(١) فتح باب العناية ، مقدمة المؤلف : ١٨/١ .

المخرجين لها وتعيينها ، فإن صاحب الهداية لما ذكر أحاديث مجملةً في تقوية الدراية بالرواية من غير إسنادٍ إلى المخرجين صار سبباً لطعن بعض أحاديثه للمتأخرين ، والله الموفق والمعين (١).

البرجندي: یہ شرح عبد العلی بن محمد بن حسین برجندی کی تالیف ہے۔آپ جامع اصنافِ علوم محسوس ومنقول، حاوی انواعِ مسائل فروع واصول، فقیہ محدث، صاحبِ زہد وتقوی تھے۔خصوصاً علمِ نجوم وحکمیات وریاضی میں آپ کو یدِ طولی حاصل تھا۔علم حدیث خواجہ مولانا اصفہانی اور فنونِ حکمیہ مولانا منصور ولدِ مولانا معین الدین کاشی سے حاصل کئے ۔باقی علومِ متداولہ مولانا کمال الدین شیخ حسین قنوی سے اخذ کئے اور مولانا سیف الدین احمد تفتازانی اور مولانا کمال المسعود شروانی سے بھی استفادہ کیا اور ہمیشہ اوصافِ تواضع وپرہیزگاری وحلم ودین داری سے متصف رہ کر نشر علوم اور تالیف وتصنیف میں مصروف رہے۔یہ شرح (۹۳۲ھ) میں لکھی گئی۔صاحب کشف الظنون نے مذکورہ سن کو آپ کی سن وفات قرار دیا(۲)۔یہ شرح کافی عرصے سے نایاب تھی حال میں ہی مکتبۃ العجائب لزخر العلوم کوئٹہ سے اس کا سابقہ عکس چھپا ہے۔

شرح کی خصوصیات: ۱۔کتاب کے مخفی فوائد واسرار کو واضح کیا۔۲-قواعد کو مزید جامع بنایا۔۳-مجمل مسائل کی تفصیل کی۔۴-مقام کی مناسبت سے مختلف روایات اور اہم مسائل کا اضافہ کیا۔۵-حوالہ بیان کرنے کا التزام کیا کہ جو مسئلہ جس کتاب سے لکھا اس کا نام بھی ذکر کیا۔۶-شرح کو طوالت اور اختصار کے درمیان متوسط انداز میں لکھا۔خود مؤلف فرماتے ہیں:

---

(١) فتح باب العناية ،ص : ١٧–٨١ .

(٢) حدائق الحنفية ، ص : ٤١٢ ، وكشف الظنون : ٧٧١/٢.

ولما رأيت أفئدةً من الناس تهوى إليه، ومطايا رغباتهم متوقفةً لديه أردت أن أشرحه شرحاً ينتشر مطويات الأسرار، ويكشف عن وجوه الخرائد الأسار، ويحرز قواعده، ويفصل مجملاته، ويوضح معاقده، وتبيّن مكنوناته، فعند الاستخارة من الله شرعت في ذلك، وإن لم يكن بقلة البضاعة مقامی هناك، فجاء بحمد الله تعالى وحسن توفيقه كما هو المرام، وأضفت إليه الروايات المختلفة والمسائل المهمة اللائقة بالمقام، وأسند لها إلى الكتب المنقولة عنها ليعول عليه فقهاء الأنام، واختصرت المطنب من ذلك من غير اختلال المقصود، ولئلا يطول الكلام (۱).

جامع رموز الرواية: اسے اختصار کے طور پر جامع الرموز یا شرح قہستانی بھی کہتے ہیں۔ یہ شمس الدین محمد خراسانی قہستانی (ت ۹۶۲ھ یا ۹۵۰) کی تصنیف ہے۔ ملا کاتب چلپی فرماتے ہیں نقایہ کی شروح میں سب سے زیادہ نافع یہی شرح ہے۔ اس میں باریک باریک رموز واشارات بہت ہیں اور اس سے لوگوں کو بہت فائدہ پہنچا۔ مولانا عصام الدین رحمہ اللہ نے قہستانی صاحبِ جامع الرموز کے متعلق کہا کہ وہ ہرگز شیخ الاسلام ہروی کے شاگردوں میں نہ تھے، نہ اعلیٰ درجے کے شاگردوں میں تھے، نہ ادنی درجے کے طالب علموں میں تھے: "وإنما كان دلّال الكتب في زمانه، ولا كان يعرف بالفقه ولا غيره بين أقرانه۔" اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ انہوں نے اپنی شرح میں تحقیق وتصحیح کی کسوٹی کو بروئے کار لائے بغیر جو کچھ بھی ملا اسے شامل کیا۔ اسی بنا پر علما اس کو غیر معتبر کتب میں شمار کرتے ہیں اور اس سے فتوی لکھنے کو منع کرتے ہیں۔ شرح کی تکمیل ۹۴۱ھ میں ہوئی (۲)۔

---

(۱) البرجندي شرح مختصر الوقاية، ص: ۳. (۲) كشف الظنون: ۲/۷۷۱.

خود مؤلف نے کتاب کی جن خصوصیات کی طرف اشارہ کیا وہ درجِ ذیل ہیں:۱-تحقیق اللغات،۲-حل التركيبات،۳-کتاب کے پوشیدہ ومخفی اسرار کا بیان،۴-متداول کتابوں سے تائید،۵-علمائے متقدمین ومتأخرین میں سے معتمد حضرات کے اقوال کا بیان،٦-دیگر حضرات کے اقوال سے اعراض،۷-عمدہ وبہترین عبارت۔فرماتے ہیں:

قد شرحه غير واحدٍ من العلماء الفاضلين ، وكشف عن حقائقه المطوية جمٌ غفيرٌ من الكاملين ، إلا أن أكثره قد غاب عن نظر الأكثرين ، ومنه ما لا يحوم حوله أحدٌ من المتبحرين ، فإن في كل كلمةٍ منه كنزاً من جواهر الفرائد ، وفي كل كلامٍ منه فصول أحكامٍ من نفائس الفرائد ...... فهجس في صدري شيءٌ وإن اعتزلت كأني قلت لهم هدعاً ، ومع ذلك شرعت فيه متوكلاً عليه سائلاً نجني منهم ومن معي من المؤمنين ...... ثم وفِّقت لسواد جامع الرموز في سنتين ونصف من الأعوام ، مع التفرد عن المعين والظهير من العوام والخواص ، لكن قد طرحته فيما لا يوصل إليه إلا بالتقييض ، فإن خوف هجومهم قد منعني عن ذلك ، فكيف يوجد التبييض ، وهكذا قد استمرَّ عليَّ جميع هذه الأزمان ...... ثم أشرع في تبييض ذلك السواد، أرجو أن يكون بعنايته تعالى مثبتاً فيه تحقيق اللغات وتحليل التركيبات مستهلاً في بيوتكم وأنديتكم ، مظهراً فيه كنوز تستحقونها يوم ظعنكم ويوم إقامتكم ، مضمَّناً بصحائف من المتداولات تحملونها في هجوركم وأكماكم ، مورداً فيه جلَّ أقوال علمائنا المتقدمين والمتأخرين ، معرضاً فيه عن أقوال غيرهم ، فإنه الواجب المسطور في خزانة المفتين في ضمن عباراتٍ موضحةٍ أنبتت حدائق ذات بهجةٍ ، وإشاراتٍ مونقةٍ أثبتت

ولما رأيت أفئدةً من الناس تهوى إليه ، ومطايا رغباتهم متوقفةً لديه أردت أن أشرحه شرحاً ينتشر مطويات الأسرار ، ويكشف عن وجوه الخرائد الأسار ، ويحرز قواعده ، ويفصل مجملاته ، ويوضح معاقده ، وتبيّن مكنوناته، فعند الاستخارة من الله شرعت في ذلك ، وإن لم يكن بقلة البضاعة مقامي هناك، فجاء بحمد الله تعالى وحسن توفيقه كما هو المرام ، وأضفت إليه الروايات المختلفة والمسائل المهمة اللائقة بالمقام ، وأسند لها إلى الكتب المنقولة عنها ليعول عليه فقهاء الأنام ، واختصرت المطنب من ذلك من غير اختلال المقصود ، ولئلا يطول الكلام (١).

جامع رموز الرواية :اسے اختصار کے طور پر جامع الرموز یا شرح قہستانی بھی کہتے ہیں۔ یہ شمس الدین محمد خراسانی قہستانی (ت ۹۶۲ھ یا ۹۵۰) کی تصنیف ہے۔ ملا کاتب چلپی فرماتے ہیں نقایہ کی شروح میں سب سے زیادہ نافع یہی شرح ہے۔ اس میں باریک باریک رموز واشارات بہت ہیں اور اس سے لوگوں کو بہت فائدہ پہنچا۔ مولانا عصام الدین رحمہ اللہ نے قہستانی صاحبِ جامع الرموز کے متعلق کہا کہ وہ ہرگز شیخ الاسلام ہروی کے شاگردوں میں نہ تھے، نہ اعلی درجے کے شاگردوں میں تھے، نہ ادنی درجے کے طالب علموں میں تھے:" وإنما كان دلّال الكتب في زمانه ، ولا كان يعرف بالفقه ولا غيره بين أقرانه " اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ انہوں نے اپنی شرح میں تحقیق وتصحیح کی کسوٹی کو بروئے کار لائے بغیر جو کچھ بھی ملا اسے شامل کیا۔ اسی بنا پر علما اس کو غیر معتبر کتب میں شمار کرتے ہیں اور اس سے فتوی لکھنے کو منع کرتے ہیں۔ شرح کی تکمیل ۹۴۱ھ میں ہوئی (۲)۔

---

(١) البرجندي شرح مختصر الوقاية ، ص : ٣ .(٢) كشف الظنون :٢/ ٧٧١.

خود مؤلف نے کتاب کی جن خصوصیات کی طرف اشارہ کیا وہ درج ذیل ہیں: ۱-تحقیق اللغات، ۲-حل التركيبات، ۳-کتاب کے پوشیدہ ومخفی اسرار کا بیان، ۴- متداول کتابوں سے تائید، ۵-علمائے متقدمین ومتأخرین میں سے معتمد حضرات کے اقوال کا بیان، ٦-دیگر حضرات کے اقوال سے اعراض، ۷-عمدہ وبہترین عبارت۔فرماتے ہیں:

قد شرحه غير واحدٍ من العلماء الفاضلين ، وكشف عن حقائقه المطوية جمٌّ غفيرٌ من الكاملين ، إلا أن أكثره قد غاب عن نظر الأكثرين ، ومنه ما لا يحوم حوله أحدٌ من المتبحرين ، فإن في كل كلمةٍ منه كنزاً من جواهر الفرائد ، وفي كل كلامٍ منه فصول أحكامٍ من نفائس الفرائد ...... فهجس في صدري شيءٌ وإن اعتزلت كأني قلت لهم هدعاً ، ومع ذلك شرعت فيه متوكلاً عليه سائلاً نجني منهم ومن معي من المؤمنين ...... ثم وفِّقت لسواد جامع الرموز في سنتين ونصف من الأعوام ، مع التفرد عن المعين والظهير من العوام والخواص ، لكن قد طرحته فيما لا يوصل إليه إلا بالتقييض ، فإن خوف هجومهم قد منعني عن ذلك ، فكيف يوجد التبييض ، وهكذا قد استمرَّ عليَّ جميع هذه الأزمان ...... ثم أشرع في تبييض ذلك السواد، أرجو أن يكون بعنايته تعالى مثبتاً فيه تحقيق اللغات وتحليل التركيبات مستهلاً في بيوتكم وأنديتكم ، مظهراً فيه كنوز تستحقونها يوم ظعنكم ويوم إقامتكم ، مضمَّناً بصحائف من المتداولات تحملونها في هجوركم وأكماكم ، مورداً فيه جلَّ أقوال علمائنا المتقدمين والمتأخرين ، معرضاً فيه عن أقوال غيرهم ، فإنه الواجب المسطور في خزانة المفتين في ضمن عباراتٍ موضحةٍ أنبتت حدائق ذات بهجةٍ ، وإشاراتٍ مونقةٍ أثبتت

أحكاماً صاحبةً بهجةً (١) .

غواص البحرين فى ميزان الشرحين: یہ جامع الرموز کا حاشیہ ہے۔اس میں فاضل مؤلف نے شرح ابوالمکارم سے کافی استفادہ کیا۔خوداپنی کتاب کا تعارف کرواتے ہوئے فرماتے ہیں:

فإن الكتاب المسمى بجامع رموز الرواية فى شرح مختصر الوقاية ، وهو المسمى بالنقاية لما شاع فى الأمصار ...... وكان مشتملاً على مسائل دقيقةٍ حيث طوى فيه جميع العلوم العربية ، وعلى تحقيقاتٍ عميقةٍ بخلط سائر العلوم الآلية والأصولية مع غاية الإيجاز ونهاية الاختصار ، ولم يكن له بدٌّ فى شرحٍ لا يغادر صغيرةً ولا كبيرةً إلا أحصاها ، ويبلغ فى تبيين المرام وتحقيق مقاصده التى أقصاها أردت الخوض فى تتميم هذا المرام على وجهٍ يكشف عن وجوه فرائده اللثام مع جمود القريحة وكلال الطبيعة ...... ثم إن طبع الشه المحقق مجبولٌ إلى إيراد العبارة المشكلة مغلقاً كما يقف من طالع ومارس مصنفاته أردت أن أفتح باب مطالعتها ، وأسهِّل سبيل دخولها بقدر ما وهب لى الحال من الله المتعال ، ومقدار ما يساعدنى توفيق القال ، فأجلِس المطالع فى بيوت معادنه وحرمِ كنوزه ، ولم أتعرض إلى ضمِّ سائر الجزئيات الفقهية من المعتبرات المبسوطة ؛ لأن ما فيه بعد دركه وضبطه على وفق ما أراد الشارح المحقق كافٍ لمن عمل للدارين ، وتصدى للإفتاء ولو للثقلين ، وإنما احتياج الوقت إلى تمهيد مطالعته ...... فرأيت أن أسمِّيه غواص

(١) جامع الرموز ، ص : ٢، ٤.

البحرين فی میزان الشرحین (۱).

شرح الیاس یہ محمود بن الیاس رومی کی شرح ہے جو(۸۵۱ھ) میں لکھی گئی۔ صاحبِ مفید المفتی فرماتے ہیں کہ یہ بہت مفید شرح ہے(۲)۔المطبعة المیریة سے ۱۹۰۸ء میں شائع شرح نقایہ جس کا عکس ایچ،ایم سعید کمپنی نے بھی شائع کیا اس کے حاشیے پر یہ شرح موجود ہے۔

شرح ابوالمکارم: یہ نقایہ کی متوسط شرح ہے جسے ابوالمکارم بن عبداللہ بن محمد نے (۹۰۷ھ) میں لکھا(۳)۔خود مؤلف شرح کی خصوصیات کو اس طرح بتاتے ہیں: فشرعت فی ذلك ...... نقلاً عما اشتهر من الكتب المعتمدة عليها ، متصدياً للإشارة إلى ما هو المختار للفتوى من حيث المسائل ، حسب ما تيسّر لی الإطلاع عليه من تبيان الأماثل ، وملتزماً لاستكشاف قول الإمام المطلبی الشافعی فی كل بابٍ لتحظى أهل المذهبين من ذلك الكتاب (٤). جامع الرموز کے محشی فرماتے ہیں کہ صاحب جامع الرموز خواہ مخواہ ابوالمکارم پر تردید کے عادی ہیں:ثم لما كان أغلب توجُّه الشارح المحقق إلى ردّ كلام الشارح المشهور فی هذه الديار بملا أبی المكارم ، مع أن لكلامه لو أنصف صحةً ، سلكت فی هذا المجموع مسلك الإنصاف ومنهج المتوسط والموازنة(٥).

---

(١) ديباچة كتاب غواص البحرين فی ميزان الشرحين للعلامة فخر الدين بن إبراهيم آفندی الغزانی .(٢) مفيد المفتی ، ص : ٨٣.

(٣) كشف الظنون: ٧٧١/٢ .

(٤) أبو المكارم :٢/١ .

(٥) ديباچة كتاب غواص البحرين فی ميزان الشرحين للعلامة فخر الدين بن إبراهيم آفندی الغزانی .

مواهب الرحمان

مواهب الرحمان فی مذہب النعمان : یہ متن ابراہیم بن موسی طرابلسی (ت ۹۲۲ھ) کاتحریر کردہ ہے۔آپ کالقب برہان الدین تھا۸۵۳ھ کوطرابلس میں پیدا ہوئے ۔دمشق میں مختلف مشائخ سے تحصیلِ علم کے بعد قاہرہ میں سکونت پذیر ہوئے۔علامہ سخاوی رحمہ اللہ آپ کے متعلق فرماتے ہیں: وهو فاضلٌ ساكنٌ دَيِّنٌ(۱). متن کی شرح بھی آپ نے خود البرہان فی شرح مواہب الرحمان سے لکھی۔

تحفۃ الملوک

یہ متن زین الدین محمد بن ابی بکر حسن الرازی کا ہے۔صاحبِ کشف الظنون اس کے متعلق فرماتے ہیں: وهو مختصرٌ فی العبادات ، مشتملٌ علی عشرة كتب ...... شرحها العلامة بدر الدين محمود بن أحمد العينى (ت٨٥٥ هـ) ، وهو شرحٌ بالقول فی مجلدٍ ، سماه منحة السلوك فی شرح تحفة الملوك ، وقيل : المتن للشيخ أبی المكارم شمس الدين محمد بن تاج الدين إبراهيم التوقانی (۲).

تلخیص الجامع الکبیر

یہ ایک عمدہ ومعتبر متن ہے جوامام محمد کی جامع کبیر کا خلاصہ ہے۔شیخ کمال الدین محمد بن عباد بن ملک داؤد بن حسن بن داؤد خلاطی حنفی (ت ۶۵۲ھ) نے یہ متن لکھا۔مذکورہ متن کنز سے زیادہ مغلق اور بڑے معرکے کی کتاب ہے۔اسی وجہ سے اس کی کئی شروحات لکھی گئیں:

---

(۱) النور السافر ، ص : ۱۶۲.

(۲) كشف الظنون : ۳۱۹/۱ .

۱- علامہ علاء الدین علی فارسی حنفی (ت ۷۳۱ھ) نے تحفۃ الحریص کے نام سے اس کی شرح لکھی۔

۲- شیخ اکمل الدین محمد بن محمود حنفی بابرتی (ت ۷۸۶ھ) نے شرح لکھنی شروع کی، لیکن ناتمام رہ گئی۔

زاد الفقیر

یہ فقہ میں ایک مختصر متن ہے جو صاحبِ فتح القدیر کمال الدین محمد بن عبد الواحد المعروف بابن ہمام (ت ۸۶۱ھ) کی تصنیف ہے۔ صاحبِ تنویر الابصار محمد بن عبد اللہ تمرتاشی (ت ۱۰۰۴ھ) نے بھی اس کی شرح لکھی اور ان کے علاوہ اور حضرات نے بھی اس کی شرح لکھی۔

فرائضِ برکلی

یہ فرائض میں ایک جامع متن ہے جسے علامہ محمد بن پیر علی (ت ۹۸۱ھ) نے تحریر کیا جو علامہ فاضل برکلی کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ عالم فاضل، جامع علومِ نقلیہ وفنونِ عقلیہ تھے۔ علم محیی الدین اخی زادہ سے پڑھا اور سلطان سلیمان خان کے عہد میں مولی عبد الرحمٰن قاضی عسکر کی ملازمت کی یہاں تک کہ فائقِ اقران ہوئے اور ایک خلقِ کثیر نے آپ سے استفادہ کیا۔ آپ کے اور معلم سلطان سلیم خان کے باہم بڑی محبت تھی، اس لئے اس نے قصبۂ برکل میں آپ کے لئے مدرسہ بنوایا(۱)۔ خود مصنف نے اس کی شرح بھی لکھی۔

---

(۱) حدائق الحنفية، ص: ٤٩٦.

المبسوط للسرخسی

صاحبِ مفید المفتی فرماتے ہیں: یہ مبسوط پندرہ جلدوں میں ہے۔ اس کو شمس الائمہ محمد ابن احمد سرخسی نے اوزجند کے قید خانے میں تصنیف کیا اور ہر باب کے آخر میں اپنے حسبِ حال کچھ مسائل ذکر کیے۔ یہی مبسوط ہے جو حاکم کی کافی کی شرح ہے(۱)۔ امام محمد رحمہ اللہ نے مبسوط نامی کتاب لکھی جس میں الفاظ و مسائل میں کافی تکرار تھا جس کا مقصد بار بار مسائل کی ورق گردانی سے اس کا یاد رکھنا تھا۔ لیکن بعد میں تکرار کی وجہ سے اس سے اعراض کیا گیا تو حاکم شہید نے امام محمد کی کتب سے مکررات کو حذف کرتے ہوئے الکافی کے نام سے اس کی تلخیص کی۔ زمانے کی ضرورت اور بعض احباب کے تقاضے کی وجہ سے علامہ سرخسی رحمہ اللہ نے قید خانے میں رہتے ہوئے زبانی اِس کی شرح املا کروائی اور تصریح کی کہ شرح میں ضروری اور ٹھوس بات کے علاوہ کوئی اور بات نہیں چھیڑوں گا۔ فرماتے ہیں:

محمد بن الحسن الشيباني رحمه الله جمع المبسوط لترغيب المتعلمين والتيسير عليهم ببسط الألفاظ وتكرار المسائل في الكتب ليحفظوها شاء وا أو أبوا إلى أن رأى الحاكم الشهيد أبو الفضل محمد بن أحمد المروزي رحمه الله إعراضاً من بعض المتعلمين عن قراء ة المبسوط لبسطٍ في الألفاظ وتكرار المسائل، فرأى الصواب في تأليف المختصر بذكر معاني كتب محمد بن الحسن رحمه الله المبسوطة فيه، وحذف المكرر من مسائله ترغيباً للمقتبسين، نعم ما صنع ...... ثم إني رأيت في زماني بعض الإعراض عن الفقه من الطالبين لأسبابٍ:

---

(۱) مفيد المفتي: ٦٢.

فمنها قصور الهمم لبعضهم حتى اكتفوا بالخلافيات من المسائل الطوال .

ومنها ترك النصيحة من بعض المدرسين بالتطويل عليهم بالنكات الطردية التي لا فقه تحتها .

ومنها : تطويل بعض المتكلمين بذكر ألفاظ الفلاسفة في شرح معاني الفقه ، وخلط حدود كلامهم بها ، فرأيت الصواب في تأليف شرح المختصر ، لا أزيد على المعنى المؤثر في بيان كل مسئلةٍ اكتفاءً بما هو المعتمد في كل بابٍ ، وقد انضم إلى ذلك سؤال بعض الخواص من أصحابي زمن حبسي حين ساعدوني لأنسي أن أملي عليهم ذلك أجبتهم إليه ، وأسأل الله التوفيق للصواب ، والعصمة عن الخطاء وما يوجب العقاب ، وأن يجعل ما نويت فيما أمليت سبباً لخلاصي في الدنيا ونجاتي في الآخرة إنه قريبٌ مجيبٌ(١).

جامع الفصولين : یہ شیخ بدرالدین محمود بن اسرائیل بن عبدالعزیز الشہیر بابنِ قاضی سماونہ کی تألیف ہے۔آپ کے والد ماجد جب قلعہ سماونہ میں قاضی تھے تو آپ پیدا ہوئے۔لڑکپن میں آپ نے اپنے والد سے پڑھا اور قرآن شریف کو حفظ کیا۔پھر شہر قونیہ میں کچھ پڑھا۔اس کے بعد آپ ولایتِ مصر تشریف لے گئے اور وہاں سید شریف کے ساتھ تحصیلِ علم میں مشغول ہوئے یہاں تک کہ تمام علوم میں فائق ہوئے۔جب امیر تیمور تبریز آیا تو اس کے سامنے علماء کا آپس میں تنازع ہوا۔اس وقت شیخ جزری نے تیمور کے پاس جا کر محاکمے کے لئے آپ کا تذکرہ کیا۔اس پر امیر تیمور نے آپ کو طلب کر کے محاکم بنایا۔آپ نے ایسا فیصلہ کیا کہ آپ کے حکم پر فریقین راضی ہو گئے اور تمام علماء نے

(١) المبسوط ، ص : ٧١- ٧٢ .

آپ کی فضیلت کا اقرار کیا اور تیمور نے آپ کو بہت سا انعام دیا۔ بعد ازاں آپ مصر بھی آئے اور مصر سے حلب گئے جہاں سے امیرِ جزیرہ نے آپ کو اپنے پاس بلایا اور آپ کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوا۔ پھر آپ ادرنہ کو آئے (۱)۔

موسی چلپی نے جب اقتدار پر قبضہ کیا تو آپ کو قاضی عسکر بنایا۔ پھر موسی چلپی کے بھائی نے موسی کو قتل کیا تو آپ کو اہل وعیال سمیت قید کر دیا۔ آپ وہاں سے فرار ہو کر امیر اسفندیار کے ہاں چلے گئے۔ آپ کا ارادہ تاتار جانے کا تھا، لیکن امیر اسفندیار نے حالات کی نزاکت کی وجہ سے آپ کو وہاں جانے سے منع کیا اور آپ کو ولایت روم ایلی بھیجا۔ وہاں آپ کے عزیز واقارب اور دوست واحباب بھی جمع ہو گئے۔ بعض مفسدین نے سلطان کو کہا کہ شیخ سلطنت پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں تو سلطان نے آپ کو گرفتار کیا اور حیدر عجمی کے فتوی کی بنا پر آپ کو قتل کر دیا گیا (۲)۔

آپ کی تصانیف میں سے لطائف الاشارات، اس کی شرح وتسہیل، جامع الفصولین اور صرف میں عقود الجواہر شرح المقصود وغیرہ ہیں۔ علامہ شامی رحمہ اللہ جامع الفصولین کے متعلق فرماتے ہیں: جامع الفصولین هو كتابٌ معتبرٌ لابن قاضی سماوة، جمع فيه بين فصول العمادی وفصول الاستروشنی (۳). آپ نے دس ماہ سے بھی کم عرصے میں اسے مرتب کیا۔ معاملات سے متعلق ہونے کی بنا پر قاضیوں کے مابین متداول ہے (۴)۔ مطبع ازھریہ سے ۱۳۰۰ھ میں مطبوع جامع الفصولین کے حاشیے پر حواشی علامہ خیر الدین رملی کے ساتھ ساتھ جامع أحكام الصغار مؤلفہ مجد الدین ابوالفتح محمد بن

(۱) حدائق الحنفية، ص: ۳۳۸- ۳۳۹.

(۲) الشقائق النعمانية: ۱/ ۵۰.

(۳) رد المحتار: ۱/ ۲۳۷.

(۴) آداب فتوی نویسی، ص: (۱۲۵).

محمود الاستروشنی (ت۶۳۲ھ) اور آداب الاوصیاء فی الفروع مؤلفہ علی بن احمد بن محمد الجمالی (ت۹۲۱ھ) بھی ہیں۔

ملا کاتب چلپی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: كتابٌ مشهورٌ متداولٌ في أيدي الحكام والمفتين ؛ لكونه في المعاملات خاصةً ...... وله فيه أسئلة واعتراضاتٌ على الفقهاء أجاب عنها صاحب مشتمل الأحكام الشيخ سليمان بن علي القرماني (ت٩٢٤هـ) ...... وزين الدين إبراهيم بن نجيم ...... ورتب المولى محمد بن أحمد المعروف بنشانجي زاده (ت١٠٣١هـ) وتصرف فيه بزيادةٍ ونقصٍ وإبرامٍ ونقضٍ ، وسماه نور العين في إصلاح جامع الفصولين ...... ذكر أنه لما ابتلى بالقضاء وجده أنفع الكتب لهم ، وأجمع لمسائل الدعاوى غير أنه مشتملٌ على التكرار والإطناب بذكر غير المهم ، مع ما فيه من الخلط والخبط ، خصوصاً في فصل دعاوى الخارج وذي اليد ، فهذّبه عن المكرر والحشو، وغيّر ترتيبه ، فقدّم وأخر في أكثر المواضع مسائل ...... وأجاب بما لاح له عن اعتراضاته على السلف ...... والأصل هو المتداول مع فيه من الخلل والزلل (١).

آپ خود کتاب کے آغاز میں فرماتے ہیں: أما بعد ! فإن العبد الضعيف الذليل محمود بن إسرائيل الشهير بابن قاضي سماونه ـ عفا الله عن سقطاته، ولا يؤاخذ بهفواته ـ يقول : لما طالعت في الفصولين اللذين أحدهما لمحمد بن محمود الأستروشني ، والآخر لعماد الدين ـ أسكنهما الله فراديس الجنان، وتغمّدهما بالرحمة والرضوان ـ ألفيتها من أجل ما صنف في الفتاوى ، وأنفع ما أعد لفصل الخصومات والدعاوى ، إلا أن فيهما من التكرار والتطويل ما لا

---

(١) كشف الظنون : ١/٤٤٧-٤٤٨.

يحتاج إليه بشيء من التأويل ، فجمعت بينهما ، ورفعت بينهما ، ولم أترك شيئاً من مسائلهما عمداً ، إلا ما تكرَّر منهما ، إلا عند الحاجة إليه جداً ، وتركت فرائض العمادى لغنىً عنه بالسراجى ، وأوجزت عبارتهما على وجهٍ لا يحتاج إلى الشرح ، وضممت إليهما ما تيسَّر لى من الخلاصة والكافى ولطائف الإشارات وغيرهما مما وضع فى هذا المرام من المصنفات ، وأثبتُّ ما سنح لى من النكت والفوائد على ما تقتضيه الأصول والقواعد ، فهذا مجموعٌ أعددته لروحى ليصير عند المضايق روحى ، وجعلته أربعين فصلاً ، يتضمن كلٌّ منها لفروعه أصلاً ، وحجمه يتقارب من ربع حجمهما ، وفوائده أكثر مما فيهما ، فجاء بحمد الله فريد عصره ووحيد دهره ، وسمَّيته جامع الفصولين ، وحصل به الغنية عن الأصلين ، واتفق الشروع فى تأليفه فى جمادى الأولى سنة ثلاث عشرة وثمان مائة ، وختم يوم السبت الثامن والعشرين من صفر ــ ختم الله لنا بالخير والظفر ــ سنة أربع عشرة وثمان مائة هجرية ، فحصل الفراغ منه فى أقل من مدة عشرة أشهرٍ بمنَّة وحوله (١).

اللألى الدريّة فى الفوائد الخيرية

یہ حواشی علامہ خیر الدین رملی رحمہ اللہ کے ہیں جو انہوں نے جامع الفصولین پر تحریر کئے۔ان کے معتبر ہونے کے لئے مؤلف کا نام ہی کافی ہے۔آپ کے صاحب زادے ان کا تعارف کرواتے ہوئے لکھتے ہیں:

”أما بعد ! فيقول العبد الفقير العاجز الحقير نجم الدين : إنى لما

---

(١) جامع الفصولين ١:٢.

وقفت على ما كتبه شيخي وأستاذي ووالدي وقدوتي إلى الله تعالى وملاذي شيخ الإسلام ومعتقد الخلف العظام الشيخ خير الدين بخطه الشريف، وأفاده بتحريره المنيف من الحواشي التي على جامع الفصولين التي هي بمنزلة العين للإنسان، والإنسان للعين، وذلك لما فيها من الأبحاث التي له، والتحريرات والنقول عن كتب المذهب المعتبرات، ورأيت جمع شملها بعد التشتت واجباً، وكونها في مجلدةٍ على حدةٍ رأياً صائباً، خشية عليها من الضياع أو أن ينتحلها مدّعٍ بسوء الابتداع، أحببت أن أطبعها في هذه الأوراق ليكون ثوابها ذخيرةً عند الله لي يوم التلاق، ولتكون تذكرةً لمن طالع ووعى، فعساه أن لا ينساني وأولادي وأهلي من صالح الدعاء، وسمَّيتها باللآلي الدريَّة في الفوائد الخيرية (۱).

المحيط البرهاني في الفقه النعماني: یہ محمود بن صدر السعید تاج الدین احمد بن کبیر برہان الدین عبدالعزیز بن عمر بن مازہ کی تألیف ہے۔ برہان الدین آپ کا لقب تھا۔ ائمہ کبار اور فقہائے نامدار میں سے امام مجتہد، اورع، متواضع، عالمِ کامل، متبحرِ ذاخر تھے۔ ابنِ کمال پاشا نے آپ کو مجتہدین فی المسائل میں سے شمار کیا۔ آپ کے آباؤ اجداد صدور علمائے کبار میں سے گزرے ہیں۔ علم اپنے والد صدر السعید اور چچا صدر الشہید عمر سے حاصل کیا اور آپ سے آپ کے بڑے بیٹے صدر الاسلام طاہر بن محمود نے اخذ کیا(۲)۔

کتاب کے تعارف میں مؤلف رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ولم يزل العلم موروثاً

(۱) اللآلي الدرية على هامش جامع الفصولين : ۱/٤-۷.

(۲) حدائق الحنفية، ص : ۲٦۹.

من أولٍ ، ومنقولاً من كابرٍ إلى كابرٍ ، حتى انتهى إلى جدودٍ وأسلاف السبعة، تغمَّدهم الله بالرحمة والرضوان ، فكلهم رضوان الله عليهم أجمعين شرحوا ما بقي من الفقه مجملاً ، وفتحوا ما ترك مقفلاً ، فمصنفاتهم متداولةٌ بين الورى يستعان بها عند القضاء والفتوى على ما ترك ، وقد وقع على رأيي أن أتشبه بهم بتأليف أصلٍ جَلِلٍ يجمع جمل الحوادث الحكمية ، والنوازل الشرعية ؛ ليكون عوناً حال حياتي وأجراً حسناً بعد وفاتي ...... وقد انضم إلى هذا الرأي الصائب التماس بعض الإخوان ، فقابلت التماسهم بالإجابة ، وجمعت مسائل المبسوط ، والجامعين ، والسير ، والزيادات ، وألحقت بها مسائل النوادر ، والفتاوى والواقعات ، وضممت إليها من الفوائد التي استفدتها من سيدى ومولاى والدى تغمَّده الله بالرحمة ، والدقائق التي حفظتها من مشايخ زماني رضوان الله عليهم أجمعين ، وفصَّلت الكتاب تفصيلاً ، وحلَّلت المسائل تحليلاً ، وأيَّدت بدلا ئل عوَّل عليها المتقدمون ، واعتمد عليها المتأخرون ، وعملت فيه عمل من طبَّ لمن خبَّ ، ووسمت الكتاب بالمحيط (۱).

منية المصلي وغنية المبتدي

صاحبِ مفید المفتی فرماتے ہیں: یہ چھوٹی سی معتبر کتاب حنفیوں میں متداول متدارس ہے۔اس کے مصنف علامہ سدید الدین کاشغری ہیں(۲)۔حضراتِ متقدمین کی تصانیف اورمتأخرین کی پسندیدہ کتب: ہدایہ،محیط،شرح اسبیجابی ،ملتقط، ذخیرہ، فتاوی قاضی خان وغیرہ سے ان مسائل کا انتخاب کیا جن کا تعلق نماز سے ہےاوروہ کثیر الوقوع

(۱) المحيط البرهاني : ۱/۲۲-۲۳ .(۲) مفيد المفتي ، ص : ۷٤.

ہیں۔ملا کاتب چلپی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: كتابٌ معروفٌ متداولٌ بين الحنفية . پھر کتاب پر دو تبصرے کئے کہ ۱- مؤلف کو جو بھی مسئلہ ملا انہوں نے اسے کتاب میں نقل کیا۔ اسی وجہ سے کتاب حسن ترتیب کے وصف سے عاری ہے۔۲- کتاب کے نام میں لفظ غنیۃ المبتدی بھی محلِ نظر ہے کہ مبتدی کے لئے کئی اہم مباحث: مثلاً جمعہ، عیدین وغیرہ کی بحث اس میں نہیں۔فرماتے ہیں: وكان المصنف بحسب ما وقع له من الالتقاط لهذه الجمل من المسائل خلا كثيرٌ منها فى وجه التنظيم عن حسن الترصيف فيه ، فإنك تراه فى كثيرٍ من المواضع فى هذا المعنى كخاطب ليلٍ ، وفى كونه بغيةً للمبتدى نظرٌ لخلوه عن كثيرٍ مما يهم المبتدى كمباحث الجمعة والعيدين ، أقول : والعجب أن الشارحين الفاضلين لم يتعرضا لذكر المؤلف ، وسكتا سكوتاً غير مرضيٍّ (١).

خود مؤلف کتاب کا تعارف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:" إن أنواع العلوم كثيرةٌ ، وأهم الأنواع بالتحصيل مسائل الصلاة ، فلما رأيت رغبة المقتبسين فى تحصيلها التقطت ما كثر وقوعه ، وما لا بد منه من مصنفات المتقدمين ومن مختارات المتأخرين نحو الهداية ، والمحيط ، وشرح الإسبيجابى ، والملتقط ، والذخيرة ، وفتاوى قاضى خان وجامعيه ، وسمَّيته منية المصلى وغنية المبتدى (٢).

نویں صدی کے مشہور حنفی عالم محمد بن محمد الشہیر بابن امیر حاج نے حلبۃ المجلی کے نام سے منیۃ المصلی کی مایہ ناز شرح لکھی جو ابھی تک زیورِ طباعت سے آراستہ نہیں ہوئی۔

(١) كشف الظنون :٢/٨٠٧ .

(٢) منية المصلى مع الشرح ، ص : ٤-٥ .

بعض حضرات نے اس کا نام حلیۃ المجلی بتایا اور ردالمحتار میں بھی سہوا یہی نام درج ہے۔ لیکن درست نام حلبۃ المجلی ہے۔ علامہ عبدالفتاح ابوغدۃ رحمہ اللہ مقدمہ اعلاء السنن کی تعلیق میں فرماتے ہیں: وقع هذا الاسم فی الأصل هنا وفی أصل الأجوبة الفاضلة ص : ۱۹۷ و ۲۱۲ ، وفی حاشية ابن عابدين مرارا كثيرة هكذا حلية المجلی شرح منية المصلی ، وهو تحريف عما أثبته كما حققته مطولا فيما علقته على الأجوبة الفاضلة ص : ۱۹۷ و ۲۰۱ عن نسخة منقولة عن نسخة المؤلف ومقروءة عليه ۔مقدمه اعلا السنن: ۲۹۹/۱۹۔

غنية المتملی / حلبی کبیر

مؤلف ابراہیم بن محمد بن ابراہیم فقیہ محدث حلب کے رہنے والے اور ملتقی الابحر کے مصنف ہیں۔ آپ نے منیۃ المصلی کی دو شرحیں لکھی ہیں۔ ایک کبیری، دوسری صغیری (۱)۔ کبیری حلبی کبیر کے نام سے مشہور ہے اور فروعِ صلاۃ میں حنفیہ کے نزدیک سند مانی جاتی ہے (۲)۔ بعض نسخوں میں سہوا اس کا نام غنیۃ المستملی لکھا ہے جو درست نہیں، بلکہ اصل نام غنیۃ المتملی ہے۔ شارح کا تفصیلی ذکر ملتقی الابحر کے بیان میں گزر چکا۔ شارح کتاب کا تعارف کرواتے ہوئے فرماتے ہیں: نماز کے احکام کے متعلق لکھی گئی کتابوں میں سب سے بہتر اور نفع بخش کتاب ہے جس میں نماز کی شرائط، ارکان وغیرہ کو خوبصورت انداز میں جمع کیا گیا۔ میں نے اسے مزید نفع بخش بنانے کے لئے یہ شرح لکھی اور شرح میں مسائل اور معانی کی وضاحت، دلائل کا بیان، الفاظ کی توضیح اور ضروری اہم مسائل کا اضافہ بھی کیا۔ فرماتے ہیں:

---

(۱) مفید المفتی، تذکرہ تتمہ مقدمہ ، ص: ۱۲۷.

(۲) آدابِ فتوی نویسی ، ص : ۱۴۱ .

وكان الكتاب المسمى بمنية المصلى وغنية المبتدى من أحسن ما صنِّف فى بيانها ، وأنفع ما وصف فى جمع شروطها وأركانها أحببت أن أصنع لها شرحاً يكثر فوائده ، ويغزر عوائده بتوضيح مسائله ومعانيه وتنقيح دلائله ومبانيه ، وإلحاق ما خلا عنه مما يعوَّل عليه ، وتمسُّ الضرورة فى الغالب إليه ، وسمَّيته غنية المستملى فى شرح منية المصلى (١).

ملا کاتب چلپی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ثم إن الشيخ إبراهيم بن محمد الحلبى ألف شرحاً جامعاً كبيراً فى مجلدٍ ، سماه غنية المتملى ، فأقبل عليه الناس وتلقَّاه الفضلاء بالقبول ، ثم اختصره تسهيلاً للطالبين (٢). صاحبِ الشقائق النعمانیہ فرماتے ہیں: وله شرحٌ على منية المصلى سماه بغنية المتملى فى شرح منية المصلى ، ما أبقى شيئاً من مسائل الصلاة إلا أوردها فيه ، مع ما فيها من الخلافيات على أحسن وجوهٍ وألطف تقريرٍ(٣).

صغيرى

مختصر غنیۃ المتملی۔ یہ حلبی صغیر کے نام سے مشہور ہے۔ شارح رحمہ اللہ فرماتے ہیں: چونکہ غنیۃ المتملی میں طوالت کی وجہ سے مبتدئین کے لئے کچھ بوریت ہو جاتی تھی، اس لئے اس میں کچھ اختصار کیا اور مسائل کے فوائد میں کچھ اضافہ کرکے یہ چھوٹی شرح لکھی۔

قد كنت شرحت كتاب منية المصلى شرحاً ، وسمَّيته بغنية المتملى ، لكن رأيت فيه بعض الإطالة التى ربما وجبت للمبتدئين والقاصرين الملالة ،

---

(١) حلبى كبير ، ص : ٣ .

(٢) كشف الظنون :٢/٧٠٨ .

(٣) الشقائق النعمانية :١/٤٢٧–٤٢٨ .

فأحببت أن أختصر من فوائد دلائله ، وأزيد فی فوائد مسائله تسهيلاً للطالبين وتنويلاً للراغبين (١).

حلية الناجی

یہ حاشیہ منیۃ المصلی کی مختصر شرح صغیری پر ہے جسے علامہ مصطفیٰ بن محمد مصطفیٰ کوزلحصاری نے ۱۲۳۱ھ میں لکھا۔ حاشیے میں جن چیزوں کا التزام کیا وہ درج ذیل ہیں: ۱- کئی ایسے الفاظ ہیں جن کے لئے لغت کی ضرورت پڑتی ہے ان کے مطالب ومعانی کو واضح کیا۔ ۲- بعض عبارات ومسائل کی تفصیل کی۔ ۳- اکثر لغات کا ترکی زبان میں ترجمہ کیا۔ فرماتے ہیں:

" الشرح المسمی بإبراهيم الحلبی علی مذهب إمامنا الحنفی الذی هو سراج الملة والدين ومقتدی أهل اليقين مرغوباً فيما بين الأنام ، ومقبولاً عند علمائنا الكرام ، وموضوعاً علی الرؤس بين العباد وقلادة درٌ بين الزهاد ، كثير الاستعمال فی المصر والقری ، وفير الفوائد لدی الأكابر والصغری ، غير محتاجٍ إلی التفصيل والتبيين ، لكنه فيه لغاتٌ كثيرةٌ يحتاج فيها إلی كتب اللغات ، ومع هذا يقرأ فی المداين والقری وقيعة المفازة ورؤس الجبال لا يجدون فيها الآلات ، فبقی أكثر المعلمين متحيراً فی كشف المرادات ، وهذا الفقير الذليل إلی عفو ربه الجليل ، المعترف بعجزه وتقصيراته ، تراب أقدام العارفين ، وخادم نعال النقشبنديين الواصلين ، قليل العلم والعرفان ، كثير السهو والنسيان ، غريقٌ فی بحر الذنوب والعصيان أراد تحشية بعض ما يتعلق بجواهر كلماته ، وترشيح بعض مجملاته ، وترجمت أكثر لغاته بالتركية لئلا يحتاج إلی سائر الآلات ،

---

(١) صغيری ، ص : ٢ .

ونفعاً للعام والخاص بين العبادِ، وسمَّيته حلية الناجي على الشرح الحلبي (١).

فائده :نویں صدی کے مشہور حنفی عالم محمد بن محمد الشهير ابن امیر حاج نے حلبة المجلی شرح منية المصلی کے نام منية المصلی کی مایہ ناز شرح لکھی جو ابھی تک زیورِ طباعت سے آراستہ نہیں ہوئی۔ بعض حضرات نے اس کا نام حلیۃ المجلی بتایا اور شامیہ کے نسخوں میں بھی سہواً یہی نام درج ہے، لیکن صحیح نام حلبۃ المجلی ہے۔

هدية ابن العماد

نماز کے مسائل پر مشتمل یہ کتاب علامہ عبد الرحمان بن محمد العمادی (ت ۱۰۵۱ھ) کی تالیف ہے۔ آپ کی ولادت ۱۴/ ربیع الثانی بروزِ پیر ہوئی۔ آپ شام کے مفتی اور مرجع الخلائق تھے۔ ابھی سات سال کے ہی تھے کہ والد کا انتقال ہوگیا۔ آپ کے اساتذہ میں حسن بورینی اور آپ کے ماموں زاد بھائی شیخ محمد بن محب الدین حنفی، قاضی محبّ الدین حموی وغیرہ ہیں۔ شیخ الاسلام زکریا انصاری کی طرف سے آپ کے پاس استفتاء بھیجا گیا۔ آپ نے جو جواب لکھا اس پر شیخ الاسلام نے لکھا: الجواب كما به أخونا العلامة أجاب. ۱۷/ جمادی الثانیہ ۱۰۵۱ھ کو آپ کا انتقال ہوا۔

آپ اپنی کتاب کے متعلق فرماتے ہیں کہ اس میں ۱-نماز کے کثیر الوقوع مسائل کے احکام کے بیان کے ساتھ ساتھ ۲-احادیث سے ان کی وضاحت بھی ہے۔ فرماتے ہیں:

كان تحصيل أحكام العبادات من أهم المهمات لأهل الدين والتقوى، من حيث إن العبادة من غير علمٍ قليلة الجدوى، سنح للفكر الفاتر، وخطر للخاطر المخاطر تأليف مختصرٍ يحتوى على أهمِّ العبادات

---

(١) حلية الناجي، ص: ٢-٣.

فى بيان ما يحتاج إليه المصلى من أحكام الصلوٰت التى هى أحب العبادات إلى الرحمٰن ، وبالمحافظة عليها يستدل على قوة الإيمان ، فاستخرت الله تعالى بإخلاص النية ، واجتهدت فى توضيحه وتوشيحه بالأحاديث النبوية أبلغ الاجتهاد ، واخترت من الأعمّ الأهمّ ما يفى بالمراد محتسباً لى ولمن تسبَّب فى تأليفها عظيم الثواب يوم المعاد ، وسمَّيتها هديَّة ابن العماد لعُبَّاد العباد (١).

نهاية المراد : یہ ھدیۃ ابن العماد کی شرح ہے جو علامہ عبدالغنی بن اسماعیل بن عبدالغنی نابلسی دمشقی رحمہ اللہ (ت ۱۱۴۴ھ) کی تألیف ہے۔ آپ عالم محقق، فاضل مدقق تھے۔ علوم وفنون اپنے ملک کے علما وفضلا سے حاصل کئے اور اپنے چشمۂ فیض سے ایک جماعتِ کثیرہ کو سیراب کیا (۳)۔ خود شارح کتاب کی خصوصیات کو گنواتے ہیں: ۱- جو عبارات مبتدئین کے لئے مشکل کا باعث تھیں ان کی توضیح کی۔ ۲- جن احادیث وآثار میں وضاحت کی ضرورت تھی ان کی تشریح کی۔ ۳- ہر فصل میں کچھ فوائد کا اضافہ کیا۔ ۴- اصل کے مقاصد کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔ فرماتے ہیں:

قد طلب منى بعض الأصحاب ــ وإن لم أكن من الطارقين لهذه الأبواب ــ أن أشرح له المقدمة العماديّة فى فقه الحنفية المنسوبة التصنيف إلى العلامة شيخ الإسلام عبد الرحمٰن أفندى العمادى مفتى الحنفية بدمشق الشام ــ تغمَّده الله برحمته ، وأسكنه فسيح جنته ــ لكونها مشتملةً على بعض عباراتٍ تصعُب على المبتدئين ، وبعض أحاديث وآثارٍ مفتقرةٍ

---

(١) هدية العماد ، ص : (٢٧-٣١) .

(٣) حدائق الحنفية ، ص : ٤٥٨ .

إلى الإيضاح والتبيين ، فأجبته إلى ذلك ، مستعيناً بالقدير المالك ، وأكثرت فوائد كل فصلٍ ، وتمّ ـ ت مقاصد الأصل ، وسمَّيته نهاية المراد في شرح هديَّة ابن العماد (١).

نور الإيضاح: یہ علامہ ابوالاخلاص حسن بن عمار بن علی الوفائی الشرنبلالی الحنفی (ت ۱۰۶۹ھ) کا تألیف کردہ متن ہے۔آپ کے احوال غنیۃ ذوی الأحکام کے تعارف میں گزر چکے۔ اس متن میں صرف عبادات کے مسائل کا بیان ہے۔ آپ اپنے متن کی خصوصیات کے متعلق فرماتے ہیں کہ ۱- میدان میں نووارد حضرات کے لئے مطولات میں بکھرے مسائل کو یکجا کیا۔ ۲-صرف ان مسائل کو ذکر کیا جن کے متعلق اہلِ ترجیح نے صحت کا حکم لگایا۔ ۳- اطناب سے پہلوتہی کی۔ ۴- جہاں کسی ایسے قول کو ذکر کیا جو اگرچہ صحیح نہیں، لیکن موقع محل کے اعتبار سے اس کا بیان ضروری ہے تو اس پر تنبیہ بھی کی۔ فرماتے ہیں:

التمس مني بعض الأخلاء ـ عاملنا الله وإياهم بلطفه الخفي ـ أن أعمل مقدمةً في العبادات تقرِّب على المبتدي ما تشتَّت من المسائل في المطولات ، فاستعنت الله تعالى وأجبته طالباً للثواب ، ولا أذكر إلا ما جزم بصحَّته أهل الترجيح من غير إطنابٍ ، وسمَّيته نور الإيضاح ونجاة الأرواح (٢).

شرح میں فرماتے ہیں: وإذا ذكرت غير الصحيح فأنبه عليه وأثبته لفائدة العلم به لما يقتضيه المقام (٣). وجہ تسمیہ کے متعلق فرماتے ہیں: إذ العلم نورٌ ونجاة الأرواح إذ لا نجاة إلا بالعلم (٤).

---

(١) نهاية المراد ، ص : ٣ .

(٢) نورالإيضاح ، ص :٢٣.

(٣) إمداد الفتاح ، ص : ٢٩.

(٤) إمداد الفتاح ، ص :٢٩ .

إمداد الفتاح: یہ شرح بھی ماتن کی ہے۔جن میں درجِ ذیل چیزوں کا التزام کیا گیا۔۱-شرح میں مجادلانہ طریقے سے اعراض کیا۔۲-صرف احناف کا مذہب بیان کیا، باقی مذاہب کو بیان نہیں کیا۔۳-بقدرِ حاجت وامکان کتاب وسنت سے دلائل کا ذکر بھی کیا۔فرماتے ہیں:

لما أن كانت المقدمة التى أراد الله سبحانه إيجادها ومنَّ بفيضه وفضله على الإخوان باستفادة أحكامها وإمدادها ، مشتملةً على أحكامها قد حلَّت برتبةٍ تجلُّ عن مقام الثريا ، وجلت محاسنها عن مماثلة جمال زينب وريًّا ، محجبةً بخدرها عذراء إلى أن وصلت سن البلوغ اثنتى عشرة سنةً وشهراً ، لم يكافئها خاطبٌ ، ولم يدن من خدرها طالبٌ ؛ إذ هي نورٌ لم تمسسه نارٌ ، يكاد سنا برقه يذهب بالأبصار ، ومهرها جوهرٌ بمحيطٍ قلَّ أن يدنو غواص فيه إلى قرار وكأنَّ فجرها قد لاح ، ومؤذنه نادى بمنارة حيَّ على الفلاح ، تشرق على البدار إلى خطبتها ، وتشرق الحلول بمنزلها ، فبرزت إليه ظاهرةً من منيع حجابها ، مسفرةً عن بديع جمالها ...... لما أمرنى بعض العارفين بالله ـ أعاد الله علينا من بركاتهم ومددهم فى الدنيا ويوم لقاء الله ـ بأن أشرح تلك المقدمة ، فامتثلت الأمر الشريف ، واعتمد حالى الضعيف على كرم الخبير اللطيف ، واستمديت من فيضه الجليل ، وفوَّضت إليه أمرى ، فهو حسبى ونعم الوكيل ، فتمَّ شرح الكتاب بفضل الله الكريم الوهاب ...... وسمَّيته " إمداد الفتاح شرح نور الإيضاح ونجاة الأروح ." (١)

ایک جگہ فرماتے ہیں:أخليت هذا الشرح المبارك عن طريقة الجدل

(١)إمداد الفتاح ، ص : ٥١-١٦.

قصداً، وعن سياق مذهب المخالف إلا نزراً، وذكرت أدلة المسائل من الكتاب والسنة والإجماع بقدر الحاجة والإمكان.(۱).

آخر میں فرماتے ہیں: وكان ابتداء جمع هذا الشرح المبارك فی منتصف شهر ربيع الأول سنة خمس وأربعين وألف بإشارة بعض العارفين وأمره بجمعه ــ جمعنا الله وإياه بدار السلام بسلامٍ ــ وختم جمعه فی المسودة بختام شهر رجب الحرام بذلك العام، وكان انتهاء تأليف متنه فی يوم الجمعة المبارك رابع عشر من جمادى الأولى سنة اثنتين وثلاثين وألف، وكنت أتمنى شرحه فلم يتيسر تلك المدة حتى اجتمعت بهذا العارف الربانی وأشار، بل أمر بذلك، فيسّر اللّه سبحانه وتعالى الشروع فی أثره أمره، وأعان بلطفه وقدرته، فلله الحمد والشكر على جزيل نعمته، وقد وافق الفراغ من تبييض هذا الشرح المسمى بإمداد الفتاح شرح نور الإيضاح ونجاة الأرواح فی مثل أيام البداءة فيه منتصف شهر ربيع الأول، وهو الثانی عشر يوم الخميس المبارك بإشارة سيد البشر سنة ست وأربعين وألف (۲).

مراقی الفلاح: صاحبِ نورالایضاح نے اپنے متن کی دوشرحیں لکھیں۔ ایک بڑی شرح امداد الفتاح کے نام سے اور دوسری مختصر شرح مراقی الفلاح کے نام سے۔ صاحب مفید المفتی فرماتے ہیں: یہ فقہ کی نہایت عمدہ مفید مختصر کتاب ہے۔ یہ کتاب امداد الفتاح شرح نور الایضاح کا مختصر ہے (۳)۔ اگر چہ حجم کے اعتبار سے چھوٹی ہے، لیکن مسائل کا ذخیرہ ہے اور بیان کردہ مسائل میں صحت کا التزام کیا۔ خود مؤلف فرماتے ہیں:

---

(۱) إمداد الفتاح، ص: ۲۹.

(۲) إمداد الفتاح، ص: ۷۱٤.

(۳) مفيد المفتی: ٦٨.

إن هـذا كتابٌ صغيرٌ حجمه ، غزيرٌ علمه ، صحيحٌ حكمه ، احتوى علـى ما به تصحيح العبادات الخمس بعبارةٍ منيرةٍ كالبدر والشمس ، دليله من الـكتـاب الـعـزيـز والسنة الشريفة والإجماع ، تسرُّ به قلوب المؤمنين وتلذُّ به الأعيـن والأسـمـاع ، جـمـعـت فيه ما احتوت على شرحى للمقدمة بالتماس أفـاضل أعيانٍ للخيرات مقدمة تقريباً للطلاب وتسهيلاً لما به الفوز فى المآب ، وسمَّيته مراقى الفلاح بإمداد الفتاح شرح نور الإيضاح ونجاة الأرواح (١).

حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح: اس حاشیے کے معتبر ومفید ہونے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ اس کے مؤلف علامہ طحطاوی رحمہ اللہ ہیں۔ علامہ طحطاوی نے اس حاشیے میں شیخ عبدالرحمٰن افندی، شرحِ کبیر للمؤلف، محمد ابوالسعود سے کچھ اضافات کئے اور بعض دیگر حضرات کے فوائد کو بھی بیان کیا۔ فرماتے ہیں:

هـذه تـقييداتٌ لطيفةٌ على شرح نور الإيضاح المسمى بمراقى الفلاح ـــ أسأل الله تعالى أن يمن بتمامها ، وحسن اختتامها ـ جمعتها لمن هو قاصرٌ مثلـى ، راجيـاً قبـولهـا من الله تعالى الولى العلى مأخوذةٌ مما كتبه المرحوم عبد الرحمٰن أفـنـدى خلوات ، ومن شرح المؤلف الكبير وشرح السيد محمد أبى السعود ـ رحم الله تعالى الجميع ، وشكر منهم السعى والصنيع ـ مع فوائد أخر من غيرها ، وفرائد فتح الله تعالى بها(٢) .

مجلة الأحكام العدلية

یہ فقہ اسلامی کے قسمِ معاملات کی دفعہ وار ترتیب ہے جو فقہ حنفی کی رو سے قانون

---

(١) مراقى الفلاح، ص :(١٥–١٧) .

(٢) حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح ، ص : ٥.

اور ضابطۂ اسلامیہ کا بہترین مجموعہ ہے۔ بطورِ قانون خلافتِ ترکیہ کے زیر اثر ممالک: مصر، سوڈان، شام، حجاز، ترکی، عراق اور شرقِ اردن میں پچاس سال سے زائد ۱۹۱۸ء تک یہ قوانین نافذ العمل رہے۔ اب بھی کسی قدر ترمیم کے ساتھ حجاز اور شرق الاردن میں عملاً رائج ہیں، اگرچہ اب ان کی قانونی حیثیت باقی نہیں رہی۔

ترکی سلطان امیر المؤمنین عبد العزیز عثمانی (۱۲۷۷ھ - ۱۲۹۳ھ) نے اپنے عہدِ حکمرانی میں ایک مجلس ماہرین قانون، فقہا اور عہدہ دارانِ عدلیہ کی اس مقصد کے لئے بنائی کہ وہ فقہِ اسلامی کے قسم المعاملات (سول لاء) کو دفعہ وار قانون کی صورت میں مرتب کرے اور ایسی کلی دفعات بنادے جنہیں قانونِ ملکی کا درجہ دے کر عدالتوں میں رائج کر دیا جائے۔ چنانچہ یہ مجلس کام کرنے لگی ــــ مجلس میں علامہ ابن عابن کے صاحبزادے علاء الدین بھی تھے ــــ اور ۱۲۸۶ھ میں اس نے سولہ قوانین فقہیہ تیار کر کے اس وقت کے صدر اعظم مرحوم امین عالی پاشا کی خدمت میں ایک مختصر رپورٹ کے ساتھ پیش کر دیئے۔ اس کے بعد سے یہ قوانین تبییض ونظرِ ثانی کے مختلف مراحل سے گزر کر فرماں روائے وقت کی منظوری حاصل کر کے نافذ ہوتے رہے۔ یہ سارے قوانین ایک ساتھ منظور نہیں ہوئے، بلکہ ۱۲۸۶ھ سے ۱۲۹۳ھ تک کم وبیش سات سال کی مدت میں یہ بابِ عالی سے گزرے اور دستخطِ ہمایونی سے مزین ہو کر نافذ العمل قرار پائے۔ آخری منظوری امیر المؤمنین سلطان عبد الحمید (۱۲۹۳ھ - ۱۳۲۷ھ) کے دستخط سے ہوئی۔

یہ قوانین ترکی زبان میں لکھے گئے تھے۔ بعد میں عربی میں ان کا ترجمہ کیا گیا۔

چونکہ یہ متداول عدالتی قانون کی زبان تھی اس لئے اس کی متعدد شروح بھی لکھی گئیں:

۱- ایک شرح ۱۳۱۲ھ میں سلیم آفندی رستم باز نے لکھی جو دو جلدوں پر مشتمل ہے۔

۲- ایک شرح شرح الاتاسی کے نام سے ہے جو چھ جلدوں میں ہے اور باپ

بیٹے دو جج صاحبان محمد خالد الاتاسی اور محمد طاہر الاتاسی نے لکھی۔

۳-درر الحکام فی شرح مجلۃ الأحکام کے نام سے ایک شرح حیدر علی نے بھی لکھی۔

مجلۃ الأحکام کے تین انگریزی ترجمے بھی چھپ کر شائع ہوئے:

۱- سول لاء فلسطین اینڈ ٹرانس جارڈن، مترجم: سی اے ہوپر۔ جلدِ اول طبعِ لندن ۱۹۳۴ء، جلدِ دوم طبع اورشلیم ۱۹۳۶ء.

۲-مجلّہ ٹرانسلیٹڈ ان ٹو انگلش، مترجم: ڈبلیو، ای، گریگیس بی، طبعِ لندن ۱۸۹۵ھ

۳-مجلّہ ٹرانسلیٹر، مترجم: سر چارلس ٹانسر وغیر، طبع نیکوشیا ۱۹۰۱ء

فائدہ: کچھ کتابیں خاص موضوعات پر لکھی جاتی ہیں مثلاً صرف معاملات، صرف عبادات، پھر عبادات میں سے بھی صرف مسائلِ حج وغیرہ تو اس طرح کی کتب کی معلومات بھی مفید ہے۔ اگر معاملات کے متعلق کوئی مسئلہ ہو تو باقی کتابوں کے ساتھ ساتھ درجِ ذیل کتابوں سے لازمی استفادہ کیا جائے، کیوں کہ یہ کتابیں خاص معاملات پر لکھی گئی ہیں: ۱- جامع الفصولین، ۲- مجلۃ الأحکام العدلیہ، اس کی شروحات: شرح المجلۃ للعلامۃ سلیم رستم باز، شرح المجلۃ للعلامۃ خالد أتاسی، شرح المجلۃ للعلامۃ حیدر علی۔

اسی طرح نماز کے متعلق مسئلے میں درجِ ذیل کتابوں سے ضرور استفادہ کیا جائے کہ ان کتابوں کا موضوع لہ ہی نماز ہے: منیۃ المصلی، شرح کبیر، شرح صغیر، نور الإیضاح، مراقی الفلاح، امداد الفتاح، حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، ھدیۃ العماد، شرح ھدیۃ العماد.

قضا کے موضوع پر بھی مختلف کتب لکھی گئیں ان میں سے جو کتب بآسانی دستیاب ہوسکتی ہیں وہ یہ ہیں: معین الحکام، لسان الحکام فی معرفۃ الأحکام، کتاب ادب القضاء للعلامۃ ابی العباس شمس الدین احمد بن إبراھیم بن عبد الغنی السروجی، صنوان القضاء وعنوان

الإفتاء، معین القضاة والمفتین وغیرہ۔

فقہی موضوعات پر لکھے گئے رسائل کے بارے میں معلومات کہ کس موضوع پر کون سا رسالہ لکھا گیا۔ اور مؤلف کون ہے؟ متخصص کے لئے ضروری ہے۔ مثلاً علامہ عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ نے مختلف رسائل لکھے جو رسائل لکھنوی کے نام سے چھ جلدوں میں ہیں۔ ان میں موجود رسائل کی فہرست ضرور دیکھی جائے۔ اسی طرح مجموعہ رسائل کشمیری، مجموعہ رسائل ابنِ عابدین، جواہر الفقہ ، احسن الفتاوی اور دیگر فتاوی میں موجود رسائل کی معلومات بھی مفید ہے۔

☆☆☆☆☆☆

فتاوی

الفتاوی والواقعات : فتاوی دراصل ان مسائل کو کہتے ہیں جن میں متاخرین کو متقدمین کی کوئی صراحت نہ ملی اور انہوں نے استنباط کرتے ہوئے جواب دیا۔ علامہ شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: الفتاوی والواقعات وهی مسائل استنبطها المجتهدون المتأخرون لما سئلوا عن ذلك ولم يجدوا فيها روايةً عن أهل المذهب المتقدمين (۱).

بعض مصنفین نے ان مستنبطہ مسائل کو بقیہ مسائل سے ممتاز کرتے ہوئے الگ سے تحریر کیا اور بعض نے مسائل الاصول اور نوادر کے ساتھ بلا تفریق ذکر کیا۔ اور عام طور پر یہ مسائل بلا تفریق ہی منقول ہوتے چلے آئے ہیں۔ فرماتے ہیں: ثم ذكر المتأخرون هذا المسائل مختلطةً غير متميزة كما فی فتاوی قاضی خان والخلاصة وغيرهما ، وميَّز بعضهم كما فی كتاب المحيط لرضی الدين السرخسی فإنه ذكر أولاً مسائل الأصول ، ثم النوادر ، ثم الفتاوی ونعم ما فعل (۲).

صرف فتاوی کی نقول سے فتوی دینا اصولِ افتا کے خلاف ہے۔ علامہ شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: لا يفتی بنقول الفتاوی ، إنما يستأنس بها إذا لم يوجد ما يعارضها من كتب الأصول ، ونقل المذهب أما مع وجود غيرها لا يلتفت إليها ، خصوصاً إذا لم يكن نص فيها على الفتوی(۳) . شمس الدین حریری شارحِ

(۱) شرح عقود رسم المفتی : ۱/۱۷.

(۲) شرح عقود رسم المفتی : ۱/۱۷ .

(۳) شرح عقود رسم المفتی : ۱/۳٦ .

ہدایہ کے حوالے سے منقول ہے: إن هذه الفتاوى هي اختيارات المشايخ ، فلا تعارض كتب المذهب ، قال : وكذا كان يقول غيره من مشايخنا ، وبه أقول (۱). تنبیہ الولاۃ والحکام میں بھی اسی قسم کی عبارت تحریر کی اور مزید فرمایا: صرح علمائنا بأنه لا يفتى بما في كتب الفتاوى إذا خالف ما في المتون والشروح (٢).

فتاوی إبراهیم شاهی: اس کے مصنف علامہ شہاب الدین احمد بن محمد ملقب بقاضی نظام الدین گیلانی جونپوری (ت ۸۷۵ھ) ہیں۔ یہ گیلان کے باشندے اور بڑے علامہ فقیہ حنفی المذہب تھے۔ گجرات میں آپ نے نشو ونما پائی۔ سطان عادل ابراہیم شرقی شاہ جون پور نے آپ کو بلوا کر جون پور کا قاضی مقرر کیا۔ یہ فتاوی ایک مستند اور قاضی خان سے ضخیم فتاوی ہے۔ اس کے مصنف نے ایک سو ساٹھ کتابوں سے مسائل انتخاب کر کے یہ فتاوی تیار کیا اور اس کو شاہ سلطان عادل ابراہیم شرقی کے نام سے نامزد کیا (۳)۔ جامعہ عمر کراچی میں اس کے مخطوطے کا عکس موجود ہے۔ ملا کاتب چلپی فرماتے ہیں: هو كتابٌ كبيرٌ من أفخر الكتب كقاضي خان ، جمعه من مائة وستين كتاباً للسلطان إبراهيم شاه (٤).

فتاوی الأنقروی: یہ ایک مستند فتاوی ہے جس میں اکثر مفتی بہ مسائل فقہیہ کو جمع کیا گیا۔ یہ فتاوی علمائے کرام وفقہائے عظام ممالک روم وشام کے نزدیک بڑا مقبول ہے۔ اس کے مصنف علامہ محمد بن حسینی (ت ۱۰۹۸ھ) ہیں۔ مصنف نے اپنے ابتدائے شباب میں جو فتاوی لکھے تھے ان کو جمع کر کے ان پر دوبارہ نظرِ ثانی کی اور نہایت خوش اسلوبی

---

(١) شرح عقود رسم المفتي : ١/ ٣٦ .

(٢) وتنبيه الولاة والحكام : ١/ ٣٦٦.

(٣) مفيد المفتي ، ص : ٩٩.

(٤) كشف الظنون: ١/ ٦٨.

سے بترتیبِ ابوابِ فقہ اس کے مسائل کو مرتب کیا۔

فتاوی بزازیہ: علامہ شیخ حافظ الدین محمد بن محمد بن شہاب الکردری البریقینی الخوارزمی الشہیر بالبزازی (ت ۸۲۷ھ) کا تألیف کردہ ہے۔ آپ ابن البزازی کے نام سے بھی مشہور ہیں۔ آپ فروع واصول میں فرید الدہر، منقول ومعقول میں وحید الدہر، جامعِ علومِ مختلفہ تھے۔ علوم اپنے والد سے اخذ کئے یہاں تک کہ ماہر باہر ہوئے۔ آپ شہر سرائے میں رہا کرتے تھے جو قریب نہر آئل کے واقع ہے، پھر یہاں سے کوچ کر کے شہر قدیم میں پہنچے جو باہر ترخان کے نہر مذکور کے کنارے پر واقع ہے اور وہاں کئی برس رہے۔ وہاں کے ائمۂ اعلام سے مناظرے کئے اور فقہا کو درس دیا، پھر اپنے شہر کو واپس آئے، پھر روم کے شہروں کی طرف تشریف لے گئے اور وہاں شمس الدین فناری سے مباحثے کئے اور شہرِ روم میں داخل ہونے سے پہلے کتاب وجیز جو معروف ومشہور بہ فتاوی بزازیہ ہے تصنیف کی اور اس کے کتاب الاجارہ کے آخر میں یہ لکھا کہ یہ یکم ربیع الاول ۸۰۶ھ کو تھوڑی رات گئے ختم ہوئی۔ آپ کی وفات ماہ رمضان کے وسط میں ۸۲۷ھ کو ہوئی (۱)۔

صاحب کشف الظنون فتاوی بزازیہ کے متعلق فرماتے ہیں: كتابٌ جامعٌ لخّص فيه زبدة مسائل الفتاوى والواقعات من الكتب المختلفة ، ورجّح ما ساعده الدليل (٢). یہ ایک جامع کتاب ہے جس میں بہت سی کتابوں سے چیدہ چیدہ مسائل فتاوی وواقعات جمع کئے گئے۔ علما کا اتفاق ہے کہ یہ فتاوی بہت معتبر ہے اس پر اعتماد کرنا چاہیے۔ حضرت مفتی ابوالسعود مفسر فقیہ رومی کی شہادت اس کے معتبر ومستند ہونے کے لئے کافی ہے کہ روم کے لوگوں نے مفتی ابوالسعود سے کہا کہ آپ اتنے درجے کے فقیہ

---

(١) حدائق الحنفية ، ص : ٣٤٠-٣٤١ .

(٢) كشف الظنون : ١/٢٣٥.

ہونے کے باوجود مسائلِ مہمہ کیوں نہیں جمع کرتے اور اس بارے میں کوئی تألیف کیوں نہیں کرتے کہ لوگوں کو نفع عظیم پہنچے۔ مفتی صاحب نے جواباً فرمایا کہ مجھے بزازیہ کے مصنف سے شرم آتی ہے کہ باوجود ان کے ایسے جامع فتاوی کے ہوتے ہوئے جس میں مہماتِ مسائل کو چھوڑا نہیں اور جیسا چاہیے تھا خوب اچھی طرح مسائل کی تحقیق کردی ــــــ اب میں کیا لکھوں اور کیوں تحصیل کروں؟ ان کا یہی فتاوی کافی ہے(۱)۔ یہ فتاوی عالمگیری جلد رابع، خامس وسادس کے حاشیے پر چھپا ہوا ہے اور حال ہی میں الگ سے بھی دوجلدوں میں چھپا۔

الفتاوی التاتارخانية: اسے تاترخانیہ بھی کہتے ہیں۔ یہ مشہور ومعتبر فتاوی ہے جسے علامہ عالم بن علاء (ت ۶۸۶ھ) نے تحریر کیا۔ اس کی ترتیب ہدایہ کی ترتیب کی طرح ہے، تبرک کے لئے آغاز کتاب العلم سے کیا۔ یہ فتاوی خان اعظم تاتارخان کے حکم سے تصنیف کیا گیا اور مصنف رحمہ اللہ نے اس کا کوئی نام نہ رکھا تھا اس لئے تاتارخانیہ کے نام سے مشہور ہوگیا۔ بعض حضرات نے اس کا نام زاد المسافر بتایا ہے۔ علامہ ابراہیم حلبی نے ایک جلد میں اس کا اختصار کیا۔ یہ فتاوی ایک عرصے سے ناقص چھپا چلا آرہا ہے۔ حال ہی میں ہندوستان سے مکمل چھپا ہے۔

خلاصة الفتاوى: یہ بھی معتبر فتاوی میں سے ہے۔ ملا کاتب چلپی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: كتابٌ معتمدٌ مشهورٌ(۲). علامہ لکھنوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:" وقد طالعت من تصانيفه خلاصة الفتاوى، ذكر فيه أنه لخّصه من الواقعات والخزانة ، وهو كتابٌ معتبرٌ عند العلماء ، معتمدٌ عند الفقهاء (۳). آدابِ فتوی

(۱) كشف الظنون :۱/۲۳۵.

(۲) كشف الظنون :۱/۵۵۱.

(۳) الفوائد البهية ، ص : ۸۴ .

نویسی میں ہے: یہ کتاب روایات کی جامع اور زوائد سے خالی ہے اور اس میں مسائل کے مراجع ومظان کا ذکر ہے اور ہر کتاب کی انتہاء پر اجناس اور فصول کی فہرست بھی استفادے میں سہولت کی خاطر موجود ہے(۱)۔علامہ شامی رحمہ اللہ ایک مسئلے پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں:" وما فی الخلاصة منطوقٌ صريحٌ ، فكيف يعدل عنه ، وقد قالوا : إن صاحب الخلاصة من أجل من يعتمد عليه ،فيجب المصير إلى ما قاله اتباعاً للنقل (٢).

مؤلف علامہ طاہر بن احمد بن عبدالرشید بخاری سرخسی ہیں۔آپ کا لقب افتخار الدین تھا، اپنے زمانے کے امام عدیم النظر، فرید الدہر، علامہ اور مجتہدین فی المسائل میں سے ماوراء النہر کے شیخ حنفیہ تھے۔ابنِ کمال پاشا نے آپ کو مجتہدین فی المسائل میں سے شمار کیا۔علم اپنے والد احمد بن عبدالرشید اور ماموں ظہیر الدین حسن بن علی مرغینانی، حماد بن ابراہیم صفار اور قاضی خان حسن بن منصور سے پڑھا۔مصنف جب خزانۃ الواقعات اور کتاب نصاب کی تألیف سے فارغ ہوئے تو لوگوں کے شدید اصرار پر بطورِ خلاصہ اسے لکھا اور فقہی روایات کو بحذفِ زوائد جمع کیا۔علامہ زیلعی نے اس کی حدیثوں کی تخریج بھی کی۔آپ کا انتقال ۵۴۲ھ میں ہوا(۳)۔

مؤلف رحمہ اللہ فتاوی کا تعارف کرواتے ہوئے فرماتے ہیں:وقد كتبت في هذا الفن نسختين : إحدهما تسمى خزانة الواقعات والثانية تسمى كتاب النصاب، فسألني بعض إخواني أن أكتب نسخةً قصيرةً يمكن ضبطها ويتيسر حفظها ، فكتبت هذه النسخة جامعةً للرواية خاليةً عن الدراية مع بيان مواضع

---

(١) آدابِ فتوى نويسى ، ص: ١٢٨.

(٢) رد المحتار ، كتاب الإجارة : ٣٨/٦ .

(٣) حدائق الحنفية، ص : (٢٤٧) والفوائد البهية ، ص : (٨٤) .

المسائل دفعاً لطعن الطاعن ، وغنيةً للمقيم والظاعن ، وكتبت فهرست الفصول والأجناس على رأس كل كتابٍ ؛ ليكون عوناً لمن ابتلى بالفتوى (١) .

فتاوی قاری الهدایه: یہ فتاوی حال ہی میں شائع ہوا۔اس کے مؤلف علامہ سراج الدین عمر بن اسحٰق غزنوی (ت۸۲۹ھ) ہیں۔یہ علامہ ابنِ ہمام (ت۸۶۱ھ) کے استاد ہیں۔فتاوی دوسواسی سوالات پر مشتمل ہے جن کا تعلق مختلف ابواب سے ہے جن میں سے زیادہ تر کا تعلق معاملات سے ہے،کم حجم کے باوجود کثیر الفائدہ فتاوی ہے۔علامہ ابن نجیم اور علامہ شامی رحمہما اللہ جابجا اس کا حوالہ دیتے ہیں۔

مرتبِ فتاوی فرماتے ہیں:" أما بعد فهذه سؤالات سألها بعض الحكام لشيخنا الإمام العلامة الحافظ الشيخ سراج الدين قارئ الهداية ــ تغمّده الله برضوانه وأسكنه أعلى جناته ــ فأجاب عنها بما هو المفتى به من المذهب والعمل عليه فيما فيه الخلاف ، وفيما لا خلاف فيه بين الأصحاب رضى الله عنهم (٢).

علامہ ابن نجیم رحمہ اللہ تحریر المقال فی مسئلۃ الاستبدال میں فرماتے ہیں: فلم يذكر قاضى خان محل المصلحة، وقد بيّنها مولانا عمر قارئ الهداية تلميذ الأكمل وأستاذ الكمال بن الهمام فى فتاواه المشتملة على الأسئلة والأجوبة التى جمعها المحقق ابن المهمام ، وقال فى أولها :إنه أجاب عنها بما هو المفتى به من المذهب والعمل عليه فيما فيه الخلاف بين الأصحاب رضى الله عنهم (٣).

---

(١) خلاصة الفتاوى :١/ ٢ .

(٢) فتاوى قارئ الهداية ، ص :٢٢ .

(٣) فتاوى ابن نجيم ، الرسالة التاسعة ص : ١٦٩ .

فتاوی قاضی خان : اسے خانیہ، الفتاوی الخانیۃ اور قاضی خان بھی کہتے ہیں۔ یہ نہایت معتبر، مقبول ومتداول اور حکام ومفتیوں کے پیشِ نظر رہنے کی چیز ہے۔ فقہا کے نزدیک اس کے مسائل کا بڑا اعتبار ہے۔ اس میں کثیر الوقوع مسائل بہت ہیں جن کی بسا اوقات بہت حاجت پڑتی ہے اور اس کی ترتیب بھی بہت عمدہ ہے۔ جس مسئلے میں متأخرین کے بہت سے اقوال ہوتے ہیں وہاں ایک یا دو قول جو مفتی بہ ہوتے ہیں انہی کو لکھتے ہیں اور مشہور قول کو مقدم رکھتے ہیں جیسا کہ قاضی خان نے خود اس کے دیباچے میں بیان کیا۔ علامہ شامی رحمہ اللہ ایک مسئلے کے بارے میں فرماتے ہیں: وهذا أحد قولين عزاهما في جامع الفصولين إلى الخانية، لكنه قدّم هذا، وعادة قاضي خان تقديم الأشهر (١)۔ یہ فتاوی، فتاوی عالمگیری کی پہلی تین جلدوں کے حاشیے پر چھپا ہوا ہے اور الگ سے بھی چھپا ہے۔ علامہ لکھنوی رحمہ اللہ اس کے بارے میں فرماتے ہیں: "انتفعت بفتاواه، وهي في أربعة أسفارٍ معتمدة عند أجلّة الفقهاء(٢)۔

اس کے مؤلف علامہ حسن بن منصور اوزجندی ہیں۔ فخر الدین لقب اور ابو المفاخر وابو المحاسن آپ کی کنیتیں ہیں۔ اصفہان کے نواح میں واقع فرغانہ کے پاس اور جند نامی شہر کے رہنے والے ہیں۔ اپنے زمانے کے امامِ کبیر اور مجتہدِ بے نظیر تھے۔ معانی دقیقہ کے غواص اور فروع واصول میں بحرِ عمیق تھے۔ ابنِ کمال پاشا نے آپ کو مجتہدینِ فی المسائل میں شمار کیا۔ امام سرخسی کے شاگردوں اپنے دادا محمود بن عبد العزیز اوزجندی اور ظہیر الدین حسن بن علی مرغینانی سے علم حاصل کیا۔ اسی طرح ابو اسحاق بن ابراہیم بن ابو النصر سے بھی فقہ کی تکمیل کی۔ آپ کی مشہور تصنیفات میں واقعات، امالی، کتاب المحاضر، شرح الزیادات،

---

(١) رد المحتار، كتاب القضاء، مطلبٌ في القضاء على المسخر: ٤١٥/٥.

(٢) الفوائد البهية، ص: ٦٥.

شرح جامع الصغیر، شرح ادب القضاء للخصاف ہیں۔ قاسم بن قطلو بغا التصحيح والترجيح میں فرماتے ہیں کہ ان کی تصحیح دوسروں کی تصحیح پر مقدم ہے، کیوں کہ یہ فقیہ النفس تھے۔ علامہ شامی رحمہ اللہ نے ردالمحتار میں جابجا آپ کے مرتبے کو بیان فرمایا: فرماتے ہیں: عليك بما في الخانية ، فإن قاضي خان من أهل التصحيح والترجيح(١). ایک اور جگہ فرماتے ہیں: تصحيح قاضي خان مقدمٌ ؛ لأنه فقيه النفس (٢). قاضي خان من أجل من يعتمد على تصحيحه ؛ لأنه فقيه النفس كما قال العلامة قاسم(٣). وتصحيح قاضي خان من أجل التصاحيح(٤). ایک مسئلے پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں: فهو مباينٌ لما في المحيط عن المبسوط ، والأصل ، والجامع الكبير ، ومشهور الفتاوى المعتمدة : كالخانية ، والخلاصة ، فيقدم ما فيها ، ولا يعدل عنها إليه (٥). آپ کا انتقال ۱۶/ رمضان ۵۹۲ھ میں رات کے وقت ہوا(٦)۔

فتاوی قاضی خان کی خصوصیات: ان مسائل کا بیان جن کا وقوع عام طور پر ہو اور ان کی طرف احتیاج بھی ہو اور حالات وواقعات کا مدار بھی ان پر ہو، نیز فقہا کی رغبت بھی ان کی طرف ہو۔

---

(١) رد المحتار، باب الصرف ، مطلبٌ قاضي خان من أهل التصحيح والترجيح :٥/٢٧٩ .

(٢) رد المحتار ، كتاب البيوع ، باب البيع الفاسد ، مطلبٌ رد المشرى فاسداً إلى بائعه :٥/٩١.

(٣) رد المحتار ، قبيل كتاب الوصايا: ٦/٦٤٦ .

(٤) رد المحتار ، مسائل شتى :٦/٧٤٤ .

(٥) كتاب الإقرار ، فصلٌ في مسائل شتى : ٥/٦٢٤ .

(٦) حدائق الحنفيه، ص : (٢٥٨) والفوائد البهية، ص : (٦٤-٦٥) .

صرف متقدمین سے منقول مسائل ہی نہیں، بلکہ متأخرین مشائخ سے منقول مسائل کا ذکر بھی کیا۔

کتاب کی ترتیب معروف انداز میں ہے کہ مختلف مسائل کو ایک جنس میں جمع کیا، پھر ان کی مختلف فصول بنائیں اور فروعات کی اصل کو بھی ذکر کیا۔

مختلف فیہا مسائل میں زیادہ اقوال نقل نہیں کئے، زیادہ سے زیادہ دو قول ذکر کئے اور جس قول کو مقدم کیا وہی مشہور اور راجح ہوتا ہے۔ کتاب کی ان خصوصیات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے خود فرماتے ہیں:

ذكرت في هذا الكتاب من المسائل التي يغلب وقوعها، و تمس الحاجة إليها، وتدور عليها واقعات الأمة، و يقتصر عليها رغبات الفقهاء و الأئمة، وهي أنواع وأقسامٌ: فمنها ما هي مرويةٌ عن أصحابنا المتقدمين، و منها ما هي منقولةٌ عن المشايخ المتأخرين ــ رضوان الله عليهم أجمعين ــ و رتَّبته ترتيب الكتب المعروفة، وجعلت لكل جنسٍ فصلاً، و بيَّنت لكل فرعٍ أصلاً، و فيما كثرت فيه الأقاويل من المتأخرين اقتصرت فيه على قولٍ أو قولين، و قدّمت ما هو الأظهر، و افتتحت بما هو الأشهر(۱).

الفتاوى الولوالجية : مؤلف عبدالرشید بن ابوحنیفہ بن عبدالرزاق ولوالجی ہیں۔ آپ کی کنیت ابوالفتح تھی۔ ۴۶۷ھ شہر ولوالج میں۔ جو بدخشاں کے ملک میں واقع ہے۔ پیدا ہوئے۔ اپنے زمانے کے امام فاضل، فقیہ و نظارِ کامل تھے۔ بلخ میں جا کر فقہ ابوبکر قزاز محمد بن علی اور علی بن حسن برہان بلخی سے پڑھی اور ولوالج میں ۵۴۰ھ کے بعد فوت ہوئے (۲)۔

(۱) الفتاوى الخانية على هامش العالمگيرية: ۱/۲ .

(۲) حدائق الحنفية، ص: (۲٤٦).

مصنف نے اس کتاب میں صدر شہید کی کتاب الجامع لنوازل الاحکام کے مسائل کی تفصیل کر کے واقعاتِ مہمہ کو بھی شامل کیا اور امام محمد کی کتابوں سے بھی بہت سے مسائل وفوائد اور قواعد کا اضافہ کیا تا کہ یہ کتاب مسائل وقواعد کے لئے جامع کتاب ہو۔ صاحبِ کشف الظنون نے مؤلف کا نام ظہیر الدین ابوالمکارم اسحاق بن ابوبکر حنفی (ت ۷۱۰ھ) بتایا(۱) علامہ لکھنوی رحمہ اللہ صاحبِ کشف الظنون کی عبارت نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:وفيه خطأٌ ظاهرٌ من وجوه عديدة .(۲)۔

فتاوی خیریہ: یہ بہت معروف ومشہور فتاوی ہے جو مسائلِ کثیرہ مفیدہ پر مشتمل بے نظیر فتاوی میں سے ہے۔اس کے مصنف علامہ خیر الدین بن احمد بن نور الدین علی بن زین الدین بن عبدالوہاب فاروقی رملی (ت ۱۰۸۱ھ) ہیں۔آپ کی ولادت ۹۹۳ھ کو شہر رملہ میں ہوئی۔آپ احمد بن محمد امین الدین عبدالعال کے شاگردِ رشید اور صاحبِ درمختار کے استاد ہیں۔آپ مفسر، محدث، فقیہ، لغوی، صرفی، نحوی، بیانی، عروضی، منطقی، کثیر العمر، اپنے زمانے میں شیخِ حنفیہ تھے۔آپ کی تصانیف میں سے فتاوی خیریہ، حاشیۂ منح الغفار، حاشیۂ شرح کنز عینی، حاشیۂ اشباہ، حاشیہ البحر الرائق، حاشیۂ جامع الفصولین اور دیوان شعر وغیرہ رسائل ہیں(۳)۔علامہ شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: العلامة الخيري علمٌ فی التحقيق وسعة الاطلاع ، وهو عمدة المتأخرين ، وجميع من بعده يستندون إليه(٤) .

---

(١) كشف الظنون : ٢/٢٢٠-٢٢١ .

(٢) الفوائد البهية ، ص : ٩٤ .

(٣) رد المحتار : ٣٢/١، مفيدالمفتی ، ص : ٥٩ ، حدائق الحنفية ، ص : ٤٤٠ .

(٤) غاية المطلب فی اشتراط الواقف عود النصيب إلى أهل الدرجة الأقرب فالأقرب بتغيرٍ : (٤٠/٢) .

آپ کے صاحبزادے محی الدین بن خیر الدین (ت ۱۰۷۱ھ) نے ان فتاوی کو جمع کرنا شروع کیا تھا، لیکن تکمیل سے پہلے ہی ان کا انتقال ہوگیا تو شیخ ابراہیم بن سلیمان (ت ۱۱۰۸ھ) نے اس کی تکمیل کی۔ فرماتے ہیں:

"فيقول العبد الفقير إبراهيم بن سليمان بن محمد بن عبد العزيز قد وجدت شيخنا العلامة الرحلة الفهامة الشيخ محيي الدين طاب ثراه، وكانت فراديس الجنان مأواه: قد شرع في جمع فتاوى والده شيخنا وأستاذنا، وكتب لها ديباجة صورتها: وبعد فيقول العبد الفقير محيي الدين: هذا نزرٌ يسيرٌ من جمٍ غفيرٍ من أجوبةٍ عن أسئلةٍ سئل عنها سيدنا ومولانا شيخ الإسلام والمسلمين خاتمة الفقهاء المحققين، أوحد الزمان في فقه أبي حنيفة النعمان، وحيد الدهر وفريد العصر، سيدي ووالدي الخير الدين المنيف، ومن هو خيرٌ محضٌ كاسمه الشريف — متع الله بطول حياته المسلمين — فأجاب عنها بما هو الصحيح المفتى به من مذهب أبي حنيفة أو بما صحَّحه كبار أهل المذهب لاختلاف العصر أو لتغير أحوال الناس رفقاً بعباد الله طالباً به رضا الله تعالى عنه يوم ...... فجمعتها وكتبتها، على طريق الهداية رتَّبتها؛ ليحصل التسهيل والتقريب للسائل والمجيب، ولم أرسم غالباً إلا ما قلَّ وجوده في الأسفار، وكثر وقوعه في غالب الديار، أو لم يصرح به في الأبواب، وإن فهم من كتب الأصحاب، وسمَّيتها بالفتاوى الخيرية لنفع البرية(۱).

الفتاوى السراجية: یہ بھی معتمد فتاوی میں سے ہے، اس میں ایسے نوادر ہیں جو دیگر کتابوں میں نہیں۔ اس کے مصنف علامہ سراج الدین علی بن عثمان بن محمد التیمی

---

(۱) الفتاوى الخيرية: ۲/۱.

ہیں۔فتاوی کی تألیف سے فراغت ۵۶۹ھ میں ہوئی (۱)۔

فتاوی حامدیہ : یہ واقعات ومسائل کا مجموعہ ہے۔اس کے مؤلف علامہ حامد بن محمد قونوی مفتی روم (ت ۹۸۵ھ) ہیں۔علامہ شامی رحمہ اللہ نے اس کی تنقیح العقود الدریۃ فی تنقیح الفتاوی الحامدیہ کے نام سے کی جو بہت مفید اور کارآمد ہے۔حال ہی میں شیخ محمد عثمان کی تحقیق سے دوبارہ شائع ہوا۔

علامہ شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: إن كتاب مغنى المستفتى عن سوأل المستفتى للإمام العلامة ، والحبر الفهامة حامد أفندى العمادى مفتى دمشق الشام ـــ عليه رحمة الملك العلام ـــ كتابٌ جمع جلَّ الحوادث التى تدعو إليها البواعث مع التحرى للقول الأقوى ، وما عليه العمل والفتوى ، لم أر للمبتلى بالفتوى أنفع منه حيث جمع ما لا غنى عنه ، غير أن فيه نوع إطنابٍ بتكرار بعض الأسئلة وتعداد النقول فى الجواب ، فأردت صرف الهمة نحو اختصار أسئلته وأجوبته ، وحذف ما اشتهر منها ومكرراته وتلخيص أدلته ، وربما قدَّمت ما أخَّر ، وأخرَّت ما قدَّم ، وجمعت ما تفرَّق على وضعٍ محكمٍ ، وزدت ما لا بد منه من نحو استدراكٍ أو تقييدٍ أو ما فيه تقويةٌ وتائيدٌ ، ضاماً إلى ذلك بعض تحريراتٍ نقَّحتها فى حاشيتى على البحر المسماة منحة الخالق على البحر الرائق ، وحاشيتى التى علَّقتها على شرح التنوير المسماة رد المحتار على الدر المختار ، وما حرَّرته من الرسائل الفائقة فى عض المسائل المغلقة ، مع ما يفتح به الفتاح العليم فى حال الكتابة من تحرير بعض المسائل المشكلة والوقائع المعضلة ، فدونك كتاباً حاوِيا بالدرر الفوائد ، خاوياً عن مستنكرات الزوائد ،

---

(۱) كشف الظنون :۲/۲۱۵.

هو العمدة فی المذهب والحریٌّ بأن یکتب بماء الذهب (۱).

فتاوی حمادیه: یہ علامہ ابوالفتح رکن بن حسام مفتی ناگوری کا تألیف کردہ ہے۔اورابھی تک مخطوطہ ہے۔جامعہ عمر کراچی میں مخطوطے کا عکس موجود ہے۔

مؤلف رحمہ اللہ اس کا تعارف کرواتے ہوئے فرماتے ہیں:" أما بعد ! فقال العبد الراجی إلی رحمة الله الرب الباری أبو الفتح رکن بن حسام المفتی النا کوری ــ أصلح الله شأنه ، وأعطاه بکرمه برهانه ــ : إنی لما تشرَّفت فی بلدة نهر واله ــ صانها الله عن الإهالة ــ بشرف مجلس من ساد أهل زمانه ...... فوَّض إلیَّ وإلی ابنی العالم المسمی بمولانا داؤد ــ أعطاه الله خیر الدین والدنیا ــ الإفتاء فی القضایا والفصح للروایات وما علیه الفتیا ، شرعت أنا وابنی فی تتبع الروایات ، وما علیه الاعتماد ، وتوافق الدرایات ، وما أجبنا إلا بما علیه الإجماع والجمهور بفضل الموفِّق الرب الغفور ، واجتمع عندنا أجزاءٌ کثیرةٌ منها ، ولکن کانت الروایات أشتاتاً متفرقات ، فجمعناها جمعاً یسهل الوقوف بها ، ورتَّبناها ترتیباً ییسِّر الاطلاع علیها ، وأردنا کل بابٍ مورده ، وکل فصلٍ موقعه ، ولقد کررنا الروایات فی بعض الأبواب ؛ لأن تلك موافقةٌ لکل بابٍ ، وهذا التکرار دأب المؤلفین وعادة الأساتذة المصنفین لیجد الطالب فی کل محلٍّ ما یطلبه ، ولا یبتلی فی التصفح بتعبه .

فتاوی عالمگیریه: صاحبِ مفید المفتی فرماتے ہیں: یہ بڑے مقبول ومتداول فتاوی میں سے ہے۔علمائے ہند،روم وشام اکثر اسی سے فتاوی لکھتے ہیں۔سلطان الہند ابوالمظفر محی الدین محمد اورنگزیب بہادر عالمگیر بادشاہ کے حکم سے علمائے ہند نے بڑی

---

(۱) تنقیح الفتاوی الحامدیة

بڑی کتابوں سے ۔ جو سلطان کے کتب خانے میں تھیں۔ ضروری مسائل منتخب کر کے اس فتاوی کو جمع کیا۔ رئیس الجامعین مولانا شیخ نظام رحمہ اللہ تھے۔ عالمگیر کی خواہش تھی کہ اس میں صرف مفتی بہ اقوال جمع کئے جائیں، مگر یہ کام نہایت دشوار تھا۔ بالآخر اس میں ہر درجے کی کتابوں سے مسائل لئے گئے، تاہم اس خوش اسلوبی کے ساتھ کہ جو مسئلہ جس کتاب سے لکھا گیا اسی جگہ بالتصریح اس کا نام بھی لکھا گیا دوسری کوئی کتاب فتاوی کی ایسی جامع نہیں۔

صاحبِ مفید المفتی کی تحقیق کے مطابق اس عظیم الشان فتاوی کی ترتیب میں ۶۹ کتابوں سے مدد لی گئی اور جامعین کے متعلق فرماتے ہیں: فتاوی عالمگیری کے مؤلفوں میں سے چھ اشخاص کے نام بہت تحقیق کے بعد معلوم ہوئے۔ سب سے زیادہ اس کی مشکلات کے حل کرنے والے مولانا نظام الدین ٹھٹھوی تھے جو بڑے افقہ اور جملہ علوم کے اعلم تھے اور دوسرے ملا حامد جون پوری معلم شہزادۂ اکبر تھے۔ تیسرے قاضی مولانا محمد حسین جون پوری تھے، انہوں نے اس کی تالیف میں بڑی کوشش کی۔ یہ شاہ جہاں کے وقت میں جون پور کے قاضی تھے۔ چوتھے مولا ابوالخیر ٹھٹھوی جنہوں نے اس فتاوی کے جمع کرنے میں بڑی مشقت کی۔ پانچویں ملا محمد جمیل صدیقی جون پوری تھے۔ آپ کو عالمگیر بادشاہ نے جون پور سے خاص کر اسی کام کے لئے بلوایا تھا۔ چھٹے مولانا جلال الدین محمد مچھلی شہری جون پوری تھے۔ حصۂ اول فتاوی عالمگیری آپ ہی کا تالیف کردہ ہے۔ ان کے علاوہ اور بھی علماء تھے جن کے نام اس وقت تک راقم الحروف کو نہیں ملے۔

مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ تاریخ دعوت وعزیمت میں اورنگزیب عالمگیر کی خدمات کے بیان میں لکھتے ہیں: پوری سلطنت میں شرعی قانون وآئین جاری کرنے کے

مفید المفتی، ص: ۱۱۰.

مفید المفتی، ص: ۱۱۲.

لئے اور قضاۃ کی آسانی کے لئے مسائلِ فقہیہ کی تدوین وترتیب کا بیڑا اٹھایا اور مستند علماء کی ایک جماعت کو اس کے لئے مأمور کیا کہ وہ آسان عبارت میں مسائلِ جزئیہ کو ایک جگہ جمع کردیں اور ظاہر الروایۃ پر اکتفا کریں اور سوائے خاص حالات کے نوادر کی طرف توجہ نہ دیں اور جو عبارت جہاں سے لی جائے اس کا حوالہ دیں۔ اس کے لئے اوائلِ سلطنت ہی میں مولانا نظام الدین برہان پوری کو ذمہ دار بنایا، انہوں نے علمائے کبار سے مدد لی جو فقہ حنفی میں امتیاز رکھتے تھے۔ یہ کام چھ جلدوں میں مکمل ہوا اور اس پر شاہی خزانے کے دولاکھ روپے (جو اس زمانے کے لحاظ سے خطیر رقم ہے) صرف ہوئے۔ یہ ہندوستان میں فتاویٰ عالمگیری کے نام سے اور مصروشام وترکی میں الفتاوی الھندیۃ کے نام سے مشہور ہے اور اس کو بعض خصوصیات کی بناپر بڑی اہمیت حاصل ہے۔

یہاں حاشیے میں لکھتے ہیں: مولانا حکیم سید عبدالحی مصنف نزھۃ الخواطر نے اپنی گراں قدر کتاب الثقافۃ الإسلامیۃ فی الھند میں بڑی تحقیق وتلاش سے ان لوگوں کے نام جمع کئے ہیں جو علماء کے اس بورڈ میں شامل تھے۔ انہوں نے بیس ایسے نام لکھے جو پورے ہندوستان کے علمی حلقے کی نمائندگی کرتے تھے۔

مقدمۃ الکتاب میں کام کی نوعیت کی تفصیل یوں مذکور ہے: وقد ألهم تأليف كتابٍ يفرغ من التهذيب الأنيق في قالب الكمال ، و يلبس من حسن الترتيب حُلَّة الجمال ، عارياً عن الإطناب والإملال ، حاوياً لمعظم الروايات الصحيحة ، مشتملاً على جلِّ الدرايات النجيحة ، يبيِّن الغث من السمين ، و يميِّز الضعيف من المتين ، لايشتبه فيه اللجين باللجين والهجان بالهجين ، غير أن هذا الخطب العظيم والأمر الجسيم لايملكه إلا من عرف الحي من

تاریخ دعوت وعزیمت : ٤/٣٣١-٣٣٢

البلى ، وتبيَّن عنده الرشد من الغي ، فحشد الحذاق فى هذا الفن من العلماء الغائصين على فرائده ، و كلد الكتب المدونة الجامعة لفوائده ، فأوعز إليهم بالكدش فى مخايل هذا الفن ودلائله ، واللمش عن تفاصيله و تنقير وجوه مسائله ، وأن يؤلِّفوا كتاباً حامشاً لظاهر الروايات التى اتفق عليها وأفتى بها الفحول ، و يجمعوا فيه من النوادر ماتلقَّتها العلماء بالقبول ، كيلا يفوت الاحتياط فى العمل والاجتناب عن الخطل والزلل ، فطفقوا فى استخراج جواهره من مكامنه والتقاط جمانه و فرائده و اقتناص شوارده و أوابده ، و ميَّزوا ثجيره و عصيره ، و فصلوا قبيله و دبيره ، و نظموا تومه المنثورة و رتَّبوا فوائده المأثورة ، و اختاروا فى ترتيب كتبها ترتيب الهداية ، و سلكوا فى توضيحها أو تنقيحها أقصى النهاية ، تاركين لما تكرر فى الكتب من الروايات و الزوائد ، معرضين عن الدلائل و الشواهد إلا دليل مسئلةٍ يوضحها أو يتضمن مسئلةً أخرى ، و اقتصروا فى الأكثر على ظاهر الروايات . و لم يلتفتوا إلا نادراً إلى النوادر و الدرايات ، و ذلك فيما لم يجدوا جواب المسئلة فى ظاهر الروايات ، أو وجدوا جواب النوادر موسوماً بعلامة الفتوى ، و نقلوا كل روايةٍ من المعتبرات مع انتماء الحوالة إليها ، و لم يغيروا العبارة إلا لداعى ضرورةٍ عن وجهها ، و لإشعار الفرق بينهما أشاروا إلى الأول بكذا ، وإلى الثانى بهكذا ، و إذا وجدوا فى المسئلة جوابين مختلفين كل منهما موسومٌ بعلامة الفتوى و سمة الرجحان و لم يكن واحدٌ منهما معلماً بما يعلم به قوة الدليل و البرهان أثبتوهما فى هذا الكتاب(١).

---

(١) الفتاوى العالمگيرية: ٣/١ .

الفتاوی النسفیہ: اس کے مؤلف علامہ نجم الدین عمر بن محمد نسفی (ت ۵۳۷ھ) ہیں جو علامہ سمرقند کے نام سے مشہور ہیں۔

النتف فی الفتاوی: کتاب کا پورا نام النتف الحسان ہے۔ نتف نتفۃ کی جمع ہے جس کا معنی تھوڑا سا۔ یقال: أعطاه نتفةً من الطعام أو أفاده نتفةً من العلم: أی قلیلاً. حسان حسنةٌ کی جمع ہے بمعنی بہترین۔ پس النتف الحسان کا معنی ہوا شان دار باتوں کا مختصر سا مجموعہ۔ اس کے مؤلف شیخ الاسلام ابو الحسن علی بن حسین السغدی (ت ۴۶۱ھ) ہیں۔ آپ شمس الائمہ سرخسی کے شاگرد ہیں۔(۱)

☆☆☆☆☆

(۱) آدابِ فتوی نویسی، ص: ۱۴۲.

غیر معتبر کتب

علامہ لکھنوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کسی کتاب کے غیر معتبر ہونے کی مختلف وجوہات ہوتی ہیں:

۱-اکابر علماوفقہااس سے اعراض کرتے ہیں تو ان کا اعراض کرنااس کتاب کے غیر معتبر ہونے کی واضح دلیل ہے۔

۲-کبھی مؤلف کے مجہول الحال ہونے ـــــ یعنی اگر چہ مؤلف کا نام مشہور ہومگر اس کا حال خوب معلوم نہ ہو کہ بڑا معتمد علیہ فقیہ تھایا معمولی فقیہ رطب ویابس کا جامع تھا۔ کی بنا پر اس کی کتاب غیر معتبر قرار پاتی ہے جیسے شرح کنز ملا مسکین کی ہے کہ ملا مسکین کا حال مجہول ہے۔اسی طرح نقایہ کی شرح جامع الرموز جسے قہستانی نے لکھا متداول ہونے کے باوجود مؤلف کا واضح حال معلوم نہ ہونے کی وجہ سے کتبِ معتمدہ میں اپنا مقام نہ بنا سکی اور غیر معتبر کتب میں شامل ہوئی۔اگر چہ صاحبِ کشف الظنون نے کتاب اور صاحبِ کتاب کے متعلق کچھ ایسا تبصرہ نہیں کیا کہ اسے غیر معتبر کہا جائے ،لیکن علامہ عصام الدین فرماتے ہیں: إنـه لـم يكن من تلامذة شيخ الإسلام الهروی ، لا من أعاليهم ولا من أدانيهم ، وإنما كان دلال الكتب فی زمانه ، ولا كان يعرف الفقه ولا غيره بين أقرانه ، ويؤيده أنه يجمع فی شرحه هذا بين الغث والسمين والصحيح والضعيف من غير تصحيح ولا تدقيق ، فهو كحاطب الليل جامع بين الرطب واليابس ، وهو العوارض فی ذم الروافض (١).

۳-کتبِ مختصرہ سے چاہے وہ معتبر ہوں یا نہ ہوں۔محض اختصار کی وجہ سے منع کیا

---

(١) النافع الكبير ضمن الرسائل ٣/٣٠.

گیا کہ اختصار مخل ہوسکتا ہے، بعض مقامات پر بغیر شرح اور حاشیہ دیکھے مطلب نہیں سمجھا جاسکتا۔ جب اصل مطلب اور نفسِ مسئلہ عبارتِ کتاب سے سمجھ نہ آئے تو غلطی کرنے کا احتمال قوی ہے، البتہ خوب غور وفکر کرنے کے بعد جب اطمینان ہوجائے کہ اختصار مقصود میں مخل نہیں تو پھر ان سے فتوی دینا جائز ہے، لیکن یہ ہر کس وناکس کا کام نہیں، بلکہ یہ انہی حضرات کا کام ہے جن کی عمر اسی فن میں گزری۔ کتبِ مختصرہ میں النہر الفائق، شرح کنز عینی، درِ مختار شرح تنویر الابصار اور الاشباہ وغیرہ ہیں (۱)۔

۴- ان کتابوں سے جن میں اقوالِ ضعیفہ اور مسائلِ شاذہ غیر معتبر کتابوں سے منقول ہوں جیسے زاہدی غزمینی معتزلی کی قنیہ اور حاوی ہے۔ ان کتابوں سے فتوی دینا جائز نہیں جب تک کہ منقول عنہ اور ماٰخذ کا پتہ نہ لگے۔ علامہ لکھنوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اگر مؤلف غیر معتبر کتب سے ضعیف روایات اور شاذ مسائل جمع کرے تو اگرچہ فی نفسہ فقہائے اجلا میں سے ہو وہ کتاب غیر معتبر قرار پاتی ہے جیسے قنیہ کہ صاحبِ قنیہ مختار بن محمود ائمہ کبار اور بڑے فقہا میں شمار ہوتے ہیں۔ فقہ حنفی میں ان کو کافی عبور تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ علمِ کلام اور مناظرہ میں بھی ملکہ حاصل تھا اور آپ کی تصانیف قنیہ، المجتبیٰ وغیرہ کو شہرت بھی ملی، لیکن اس کے باوجود آنکھ بند کر کے اس پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا، البتہ اگر دیگر حضرات کے مخالف نہ ہو تو پھر اس سے نقل کرسکتے ہیں۔

صاحبِ کشف الظنون برکلی کے حوالے سے لکھتے ہیں: "القنية وإن كانت فوق الكتب الغير المعتبرة، وقد نقل عنها بعض العلماء في كتبهم، لكنها مشهورةٌ عند العلماء بضعف الرواية، وأن صاحبها معتزلي (۲).

---

(۱) النافع الكبير: ۳/۳۱۳.

(۲) كشف الظنون: ۲/۳۱٦.

علامہ طحطاوی حاشیہ درمختار، باب مایفسد الصوم میں فرماتے ہیں: ما فی القنية من أن الكحل وجب تركه يوم العاشوراء لا يعول عليه ؛ لأن القنية ليست من كتب المذهب المعتمدة .

علامہ شامی رحمہ اللہ تنقیح الفتاوی الحامدیہ میں فرماتے ہیں: الحاوی للزاهدی مشهورٌ بنقل الروايات الضعيفة ، ولذا قال ابن وهبان وغيره : إنه لا عبرة بما يقوله الزاهدی مخالفاً لغيره . ایک اور جگہ فرماتے ہیں: قد ذكر ابن وهبان وغيره بأنه لا عبرة لما يقوله الزاهدی إذا خالف غيره (١).

الدرالمختار میں ابن وھبان کے حوالے سے لکھا ہے: لا يلتفت لما قاله صاحب القنية مخالفاً للقواعد ما لم يعضده نقلٌ من غيره (٢). ردالمحتار میں ہے: كتاب القنية مشهورٌ بضعف الرواية (٣). ایک اور جگہ فرماتے ہیں: ولعل هذا الفرع مفرَّعٌ على ما قدَّمناه من بعض المعتزلة من أن الحرام من الخمر هو المسكر ، يدل عليه أنه فی القنية نقله عن القاضی عبد الجبار أحد مشايخ المعتزلة ، ثم رأيت ابن الشحنة نقله عن ابن وهبان كما خطر لی ، لكن بحث فيه بأنه لا مدخل للاعتزال فی هذه المسئلة ، وأقول : كأنه لم يطلع على ما قدمناه من تخصيصهم الحرمة بالإسكار ، ولعل هذا وجه عدم الاعتماد على ما يقوله صاحب القنية حيث يذكر ما يخرجه مشايخ عقيدته كهذه المسئلة والتی تقدَّمت فی الذبائح (٤).

---

(١) النافع الكبير: (٣/٣١٠–٣١١).
(٢) الدر المختار ، كتاب الأشربة : ٤٥٠/٦ .
(٣) رد المحتار :٨٠/١ .
(٤) رد المحتار ٦٥٠/٦ ، مسائل شتى : ٧٣٢/٦ .

اس قسم کی کتابوں میں السراج الوہاج، مشتمل الاحکام مؤلفہ فخر الدین رومی (ت ۸۶۴ھ) بھی ہے جسے مؤلف نے سلطان محمد فاتح کے لئے تحریر کیا۔ صاحب کشف الظنون فرماتے ہیں:" عده [مشتمل الأحكام] المولى بر كلي من جملة الكتب المتداولة الواهية (۱).

اسی طرح کنز العباد بھی ہے کہ مسائلِ واہیہ اور احادیثِ موضوعہ سے بھری پڑی ہے۔ محدثین وفقہا دونوں کے نزدیک اس کا اعتبار نہیں۔ ملا علی قاری طبقاتِ حنفیہ میں فرماتے ہیں علی بن أحمد الغوری له كتابٌ جمع فيه مكروهات المذهب، سماه مفيد المستفيد، وله كنز العباد فی شرح الأوراد، قال العلامة جمال الدين المرشدی: فيه أحاديث سمجةٌ موضوعةٌ لا يحل سماعها (۲).

مطالب المؤمنین کا بھی یہی حال ہے۔ علامہ شامی نے تنقیح الفتاوی میں اس کی نسبت شیخ بدرالدین بن تاج بن عبدالرحیم لاہوری کی طرف کی ہے۔

خزانۃ الروایات۔ صاحبِ کشف الظنون نے قاضی جکن ہندی کی طرف اس کی نسبت کی ہے ــــ شرعۃ الاسلام جو محمد بن ابوبکر الجوغی الشہیر برکن الاسلام امام زادہ (ت ۵۷۳ھ) کی تألیف ہے ان کا بھی یہی حال ہے۔ یہ تمام کتب نہ صرف رطب ویابس سے بھری ہیں، بلکہ ان میں موضوع احادیث بھی ہیں، اس وجہ سے ان سے فتوی دینا جائز نہیں (۳)۔

یہی حال الفتاوی الصوفیہ کا ہے جو فضل اللہ محمد بن ایوب کی تألیف ہے۔ صاحبِ

---

(۱) كشف الظنون: ۲/ ۵٦٥. النافع الكبير: (۳/ ۳۱۲).

(۲) النافع الكبير: (۳/ ۳۱۲ – ۳۱۳).

(۳) النافع الكبير: (۳/ ۳۱۳).

کشف الظنون فرماتے ہیں: قال المولى البركلي : الفتاوى الصوفية ليست من الكتب المعتبرة ، فلا يجوز العمل بما فيها إلا إذا علم موافقتها للأصول (١).

فتاوی الطوری، فتاوی ابنِ نجیم کا بھی یہی حال ہے جیسا کہ صاحبِ ردالمحتار نے فرمایا: سمعت كثيراً من مشايخنا أن فتاوى الطورى كفتاوى ابن نجيم لا يوثق بها إلا إذا تأيدت بنقلٍ اخر (٢).

ان غیر معتبر کتابوں کے متعلق حکم یہ ہے کہ اگر ان میں موجود مسائل ان سے بلند پایہ کتب کے برخلاف ہوں تو بالکل قابلِ قبول نہیں اور جو مسائل صرف ان میں ہوں باقی کتب میں نہ ہوں ان کے متعلق توقف اختیار کیا جائے، البتہ اگر کسی شرعی اصل کے تحت داخل ہوں تو پھر نقل درست ہے(۳)۔

اگر معتبر کتب میں مسئلہ موجود ہو تو بلا ضرورت ضعیف کتب کی طرف حوالے کی نسبت نہ کی جائے۔علامہ شامی رحمہ اللہ ایک مسئلے کے متعلق فرماتے ہیں: لا حاجة إلى العزو إليه [المجتبى] بعد وجود المسئلة فى الهداية والتبيين وغيرهما من المعتبرات (٤).

علامہ شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: لا ثقه بما يفتى به أكثر أهل زماننا بمجرد مراجعة كتابٍ من الكتب المتأخرة ، خصوصاً غير المحررة ، كشرح النقاية للقهستاني ، والدر المختار ؛ فإنها لشدة الاختصار والإيجاز كادت تلحق بالألغاز ، مع ما اشتملت عليه من السقط في النقل في مواضع كثيرةٍ ،

(١) كشف الظنون : ٢/ ٢١٦ .النافع الكبير :(٣/ ٣١٣) .

(٢) رد المحتار ، كتاب الطلاق ، باب الكنايات : ٣/ ٢٩٧ .

(٣) النافع الكبير :(٣/ ٣١٣) .

(٤) رد المحتار ، كتاب الأضحية : ٦/ ٣١٩ .

وترجيح ما هو مذهب الغير مما لم يقل به أحدٌ من أهل المذهب ، ورأيت في أوائل شرح الأشباه للعلامة محمد هبة الله قال : ومن الكتب الغريبة منلا مسكين شرح الكنز ، والقهستاني لعدم الاطلاع على حال مؤلفيهما أو لنقل الأقوال الضعيفة كصاحب القنية أو لاختصارٍ كالدر المختار للحصكفي ، والنهر ، والعيني شرح الكنز ، قال شيخنا صالح الجينيني : إنه لا يجوز الإفتاء من هذه الكتب إلا إذا علم المنقول عنه والاطلاع على مآخذها ، هكذا سمعته منه، وهو علامةٌ في الفقه مشهورٌ ، والعهدة عليه (۱).

محیطِ برہانی کے متعلق بھی صاحبِ بحر کا تبصرہ یہ ہے کہ اس سے فتوی دینا جائز نہیں۔ وقف کی بعض صورتوں کے متعلق رسائل میں اپنے بعض ہم عصر علما پر ــــ جنھوں نے محیطِ برہانی سے نقل کیا ۔ رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ونقله عن المحيط البرهاني كذبٌ ؛ لأن المحيط البرهاني مفقودٌ كما صرَّح به ابن أمير الحاج الحلبي في شرح منية المصلي ، وعلى تقدير أنه ظفر به دون أهل عصره لم يجز الإفتاء منه ، ولا النقل منه ، كما صرَّح به في فتح القدير من كتاب القضاء (۲).

علامہ لکھنوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے محیطِ برہانی کا مطالعہ کیا۔ یہ کتاب رطب ویابس کی جامع نہیں، بلکہ اس میں مسائل منقح اور عمدہ تفریعات ہیں۔ جب میں نے ابنِ نجیم اور ابن الہمام کی تحریروں میں غور کیا تو یہ بات سامنے آئی کہ ان حضرات نے جو اس کتاب سے فتوی دینے کو منع کیا اس کی وجہ اس کتاب کا مفقود ہونا ہے، رطب ویابس کا جامع ہونا نہیں۔ اور یہ بات کہ کوئی کتاب کسی زمانے میں مفقود ہو اور بعد میں منصۂ شہود پر آجائے

---

(۱) شرح عقود رسم المفتي ضمن الرسائل :(۱/۳۱) .

(۲) رسائل ابن نجيم ، الرسالة الثانية والعشرون ، ص : ۲۹۱ .

زمانے کے اختلاف سے بدل جاتی ہے(۱)۔

علامہ عبدالاول نے مفید المفتی، ص ۹۵ پر غیر معتبر کتب کی فہرست پیش کی جس میں درجِ ذیل کتابیں ہیں: قنیہ، حاوی، جامع الرموز، السراج الوہاج، مشتمل الاحکام، کنز العباد، مطالب المؤمنین، خزانۃ الروایات، شرعۃ الاسلام، الفتاوی الصوفیہ، فتاوی الطّوری، فتاوی ابراہیم شاہی، خلاصۃ الکیدانی، فتاوی ابن نجیم، شرح کنز ملا مسکین، شرح مختصر وقایہ لابی المکارم۔

☆☆☆☆☆

(۱) النافع الکبیر(۳۱۲/۳).

مذاہبِ ثلاثہ کے مشہور فقہی مصادر

متونِ مالکیہ

مالکیہ کے ہاں مشہور متون چھ ہیں: ١- المرشد المعين ، ٢- الرسالة، ٣- مختصر خليل، ٤- إرشاد السالك إلى أشرف المسالك، ٥- أقرب المسالك في فقه الإمام مالك، ٦-مجموع الأمير /مختصر الأمير ۔

مالکیہ کے ہاں عام ترتیب یہ ہے کہ پہلے المرشد المعین کو، پھر الرسالۃ کو، اس کے بعد مختصر خلیل کو پڑھتے ہیں۔ باقی مطولات ان تین متون کے بعد پڑھائی جاتی ہیں۔

١- المرشد المعين على الضروري من علوم الدين :

یہ شیخ عبدالواحد بن احمد بن عاشر الاندلسی (ت ۱۰۴۰ھ) کا تحریر کردہ منظوم متن ہے جو تین سو چودہ (۳۱۴) اشعار پر مشتمل ہے۔ اس میں دو مقدمے ہیں جن میں سے ایک اشعری مذہب کے اعتقادات کے متعلق اور دوسرا اصول فقہ کے بارے میں ہے۔ ان کے بعد طہارۃ، صلاۃ، زکاۃ، صیام، حج اور تصوف کے بارے میں احکام ہیں۔

متن کی شروحات میں چند یہ ہیں: ۱-الدرر الثمين والمورد المعين : یہ شیخ محمد بن احمد بن محمد المالکی الشہیر بمیارۃ (ت ۱۰۷۲ھ) کی شرح ہے۔ خود شارح نے اپنی شرح کا اختصار مختصر الدرر الثمين والمورد المعين کے نام سے بھی کیا۔

۲-الحبل المتين على نظم المرشد المعين على الضروري من علوم الدين : شیخ محمد بن محمد بن عبداللہ بن المبارک الفتحی المراکشی کی تالیف ہے۔

۳-الفتح المبين على نظم المرشد المعين على الضروري من علوم

الدین :فضل اللہ بن نور کی تألیف ہے جو ۱۳۰۰ھ میں مکمل ہوئی۔

۲- الرسالة : یہ مالکیہ کا مشہور متن ہے جو علامہ ابو محمد عبداللہ بن ابی زید عبدالرحمان النفزی القیروانی (ت ۳۸۶ھ) کی تألیف ہے۔ اس کی کئی شروحات لکھی گئیں جن میں سے چند درج ذیل ہیں۔

۱-شرح أبی الفضل قاسم بن عیسی بن ناجی التنوخی القیروانی (ت ۸۳۷ھ).

۲-شرح العلامة أحمد بن محمد البرنسی الفاسی المعروف بزروق (ت ۸۸۹ھ).

۳-كفاية الطالب الربانی لرسالة أبی زید القیروانی : یہ علامہ ابوالحسن علی بن محمد المنوفی المصری (ت ۹۳۹ھ) کی تألیف ہے۔

۴- تنویر المقالة فی حل ألفاظ الرسالة : ابوعبداللہ محمد بن ابراھیم بن خلیل التتائی (ت ۹۴۲ھ) کی تألیف ہے۔ اس شرح پر علامہ ابوالارشاد نورالدین علی بن زین العابدین الاجھوری (ت ۱۰۶۶ھ) نے حاشیہ بھی لکھا۔

۵-الفواكه الدوانی علی رسالة ابی زید القیروانی : یہ شیخ احمد بن غنیم بن سالم بن مھنا النفراوی (ت ۱۱۲۰ھ) کی تألیف ہے۔

۶-شرح الرسالة للعلامة أبی عبدالله محمد بن قاسم جسوس (ت ۱۱۸۲ھ).

کچھ شروح ماضی قریب کے علمائے مالکیہ نے بھی لکھیں جن میں سے ۷-الثمر الدانی فی تقریب المعانی لرسالة أبی زید القیروانی : شیخ صالح بن عبدالسمیع الآبی الازہری (ت ۱۳۳۵ھ) کی ۸-مسالك الدلالة علی مسائل الرسالة :علامہ ابو الفیض أحمد بن محمد بن الصدیق الغماری (ت ۱۳۸۰ھ) کی اور ۹-غرر المقالة فی شرح

غریب الرسالة علامہ ابوعبداللہ محمد بن منصور بن حمامۃ وغیرہ ہیں۔

بعض حضرات نے متن الرسالۃ کو نظم کی صورت میں بھی پرویا جن میں سے شیخ محمد بن احمد الغازی المکناسی (ت ۹۱۹ھ) ہیں۔ اس منظومے پر مشہور مالکی عالم شیخ ابوعبداللہ محمد بن محمد بن الحطاب (ت ۹۹۳ھ) نے شرح بھی لکھی۔ شیخ عبداللہ بن احمد الحاج الغلاوی الشنقیطی (ت ۱۲۰۹ھ) نے بھی اسے منظوم کیا اور اس منظوم کی کئی شروح لکھی گئیں جن میں سے ایک شیخ محمد بن احمد الملقب الداہ الشنقیطی (ت ۱۳۸ھ) کی الفتح الربانی علی نظم رسالۃ ابی زید القیر وانی ہے۔

۳- **مختصر خلیل**: یہ مالکیہ کا مشہور و معتمد علیہ متن ہے جس میں مفتی بہ اور راجح واقوی اقوال ہی مذکور ہیں۔ اسے علامہ ابومحمد ضیاء الدین خلیل بن اسحاق بن موسی بن شعیب المعروف بالجندی (ت ۷۷۶ھ) نے بیس سے زائد سال کے عرصے میں تحریر کیا۔ کشف الظنون: ۲/ ۵۱۸۔ آپ نے اس متن کی تبییض کتاب النکاح تک ہی کی تھی کہ آپ کا انتقال ہوگیا۔ انتقال کے بعد آپ کے اصحاب نے باقی مباحث کو مسودے سے جمع کیا۔ البتہ باب المقاصۃ آپ کے شاگرد شیخ تاج الدین بہرام بن عبداللہ الدمیری (ت ۸۰۵ھ) کا لکھا ہوا ہے۔ اور شیخ جمال الدین عبداللہ بن مقداد الاقفہسی (ت ۸۲۳ھ) نے ان مواضع کی تکمیل کی جہاں آپ کے مسودے میں بیاض تھا۔

متن کی شروح وحواشی سو سے زائد ہیں جن میں چند مشہور شروح درج ذیل ہیں۔

۱- شرح الخرشی المعروف بالشرح الصغیر: یہ علامہ ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الخرَشی (ت ۱۱۰۱ھ) کی تألیف ہے۔ آپ نے پہلے متن کی مفصل شرح لکھی۔ احباب نے آپ سے مطالبہ کیا کہ ایسی شرح لکھیں جو اطناب وایجاز سے خالی کہ درمیانی استعداد کے حامل بھی اس سے استفادہ کرسکیں تو آپ نے یہ شرح لکھی۔

۲-اتحاف المقتنع بالقليل فی شرح مختصر خليل : یہ علامہ احمد بن عبدالعزیز بن الرشید الھلالی السجلماسی (ت ۱۱۷۵ھ) کی تالیف ہے۔

۳- الاکلیل شرح مختصر خلیل : یہ متن کی مختصر سی شرح ہے جو شیخ محمد بن محمد بن احمد بن عبدالقادر السنباوی المشہور بالامیر (ت ۱۲۳۲ھ) کی تالیف ہے۔

۴-مواھب الجلیل فی شرح مختصر الخلیل: یہ شرح علامہ محمد بن محمد الحطاب الرعینی المالکی (ت ۹۵۴ھ) کی ہے۔مشہور کتاب تحریر الکلام فی مسائل الالتزام بھی آپ کی تالیف ہے۔

۵-منح الجلیل علی مختصر الشیخ خلیل : یہ شرح شیخ ابوعبداللہ محمد بن احمد بن محمد علیش المغربی (ت ۱۲۹۹ھ) کی ہے۔خود شارح نے تسھیل منح الجلیل کے نام سے اس کا حاشیہ بھی لکھا۔

٦- شرح الزرقانی علی مختصر خلیل : یہ شرح علامہ عبدالباقی بن یوسف بن احمد شہاب الدین زرقانی مالکی (ت ۱۰۹۹ھ) کی تحریر کردہ ہے۔فتح العلی المالک فی الفتوی علی مذھب الإمام مالک المعروف بفتاوی محمد علیش بھی آپ کی تالیف ہے۔

٧- الشرح الکبیر علی مختصر سیدی خلیل :شارح علامہ ابوالبرکات احمد بن محمد بن احمد العدوی المالکی المشہور بالدردیر (ت ۱۲۰۱ھ) ہیں۔

٨- التاج والإکلیل لمختصر الخلیل للعلامة أبی عبدالله محمد بن عبد الرحمان المعروف بالحطاب

ان کے علاوہ ماضی قریب کے علمانے بھی کچھ شروح لکھیں جن میں سے شیخ محمد امین بن احمد زیدان الجکنی الشنقیطی (ت ۱۳۲۵ھ) کی نصیحۃ المرابط۔شیخ صالح بن عبدالسمیع الآبی الازھری (ت ۱۳۳۵ھ) کی جواھر الاکلیل علی مختصر الخلیل وغیرہ ہیں۔

٤- إرشاد السالک إلى أشرف المسالک فی فقه الإمام مالک : شیخ شہاب الدین عبدالرحمان بن محمد بن عسکر البغدادی (ت ۷۳۲ھ) نے یہ متن اپنے صاحبزادے کے لئے لکھا۔ چونکہ یہ مالکیۂ عراق کے طریقے کے مطابق لکھا گیا، اس لئے اس میں چند باتیں ایسی ہیں جو الرسالۃ، مختصر خلیل اوالعزیۃ کے مخالف ہیں۔

اس متن کی بھی کئی شروح لکھی گئیں، لیکن مطبوعہ شروح میں سے صرف ایک ہی شرح أسهل المدارك شرح إرشاد السالك فی فقه الإمام مالك کا نام ملتا ہے جو شیخ ابوبکر بن حسن الکشناوی کی تالیف ہے۔

٥- أقرب المسالک لمذهب الإمام مالک : یہ شیخ ابو البرکات احمد بن محمد الدردیر العدوی (ت ۱۲۰۱ھ) کا تحریر کردہ متن ہے۔ یہ متن دراصل مختصر خلیل کا نچوڑ ہے۔ علامہ دردیر نے اس میں راجح اقوال کے ساتھ ساتھ مطلق عبارات کو مقید بھی کیا۔ آسان عبارات کی وجہ سے اس سے استفادہ بہت سہل ہے۔

اس متن کی بھی کئی شروح لکھی گئیں جن میں ایک شرح خود ماتن نے الشرح الصغیر کے نام سے لکھی جس میں الفاظ کے معانی کا بیان ہے۔ آپ صرف باب الجنایۃ تک ہی لکھ سکے کہ آپ کا انتقال ہوگیا۔ ان کا تکملہ آپ کے شاگرد شیخ مصطفیٰ العقباوی نے لکھا اور (۱۲۲۰ھ) میں اس سے فراغت پائی۔ شیخ احمد بن محمد الصاوی (ت ۱۲۴۱ھ) نے اس شرح پر بغیۃ السالک لأقرب المسالک کے نام سے حاشیہ لکھا۔ شیخ محمد بن ابراہیم بن مبارک الاحسائی نے التعلیق الحاوی لبعض البحوث علی شرح الصاوی کے نام سے شرح الصاوی پر تعلیقات تحریر کیں۔

شیخ محمد علیش مغربی (ت ۱۲۹۹ھ) نے هداية السالك إلى أقرب المسالك

کے نام سے اس متن پر حاشیہ بھی لکھا۔ اسی طرح علامہ دسوقی محمد بن احمد بن عرفہ الدسوقی (ت ۱۲۳۰ھ) نے بھی حاشیۃ الدسوقی کے نام سے اس پر حاشیہ لکھا۔

بلغة السالك لأقرب المسالك: علامہ احمد بن محمد الصاوی المالکی (ت ۱۲۴۱ھ) کی تالیف ہے اور الشرح الصغیر للدردیر کی شرح ہے۔ جلالین پر لکھا گیا آپ کا حاشیہ: حاشیۃ الصاوی بھی بہت معروف ہے۔

٦- مجموع الأمير / مختصر الأمير : یہ علامہ محمد بن محمد بن احمد بن عبد القادر السنباوی الازہری المشہور بالامیر (ت ۱۲۳۲ھ) کا متن ہے۔ ماتن نے مختصر خلیل کا طرز اختیار کرتے ہوئے اسے تحریر کیا، اور صرف راجح اقوال کا ذکر کیا اگرچہ مختصر خلیل میں اس کے مخالف بات ہو۔ اس کے علاوہ کئی فقہی فروع کا اضافہ بھی کیا جو مختصر خلیل میں نہ تھیں۔ چونکہ اس متن میں کئی کتب سے استفادہ کیا گیا، اس لئے اس کا نام المجموع رکھا۔ آپ کی حیات میں ہی متن کو تلقی بالقبول مل گئی تھی حتی کہ آپ کے شیخ، شیخ علی العدوی الصعیدی اسی کی طرف رجوع فرماتے تھے۔

۱- خود ماتن نے ضوء الشموع علی المجموع کے نام سے ایک شرح لکھی۔ ۲- ماتن کے شاگرد شیخ حجازی العدوی (ت ۱۲۳۲ھ) نے بھی ایک شرح لکھی۔ ۳- نیز شیخ عبد الحافظ الصعیدی (ت ۱۳۰۳ھ) نے بھی اس متن کی شرح لکھی۔

مالکی مذہب کی چند دیگر مشہور کتب یہ ہیں:

المدونة الكبرى : یہ مالکی مذہب کی امہات الکتب میں سے ہے۔ اسے امام ابوسعید عبد السلام بن سعید سحنون بن سعید التنوخی المالکی (ت ۲۴۰ھ) نے عبد الرحمان بن القاسم العتقی کے واسطے سے امام مالک رحمہ اللہ سے روایت کیا۔ قاضی ابوالولید محمد بن احمد بن محمد بن احمد بن رشد الحفید الاندلسی المالکی (ت ۵۹۵ھ) نے المقدمات الممہدات

فی بیان ما اقتضته رسوم المدونة من الأحکام الشرعیات کے نام سے اس کا ذیل لکھا۔ بدایة المجتهد ونهایة المقتصد : یہ بھی ابن رشد رحمہ اللہ (ت ۵۹۵ھ) کی تألیف ہے۔

البهجة فی شرح التحفة : اسے التسولی علی العاصمیة بھی کہتے ہیں۔ یہ شیخ ابوالحسن علی بن عبدالسلام بن علی التسولی کی شرح ہے جو قاضی ابوبکر محمد بن محمد بن عاصم الاندلسی کے منظومے پر ہے۔

الکافی فی فقه أهل المدینه : یہ شیخ ابوعمر جمال الدین یوسف بن عمر بن عبدالبر القرطبی (ت ۴۶۳ھ) کی تألیف ہے۔

متونِ شوافع

شوافع کے ہاں مشہور متون سات ہیں: ۱- التنبیہ، ۲- الغایۃ والتقریب، ۳- منہاج الطالبین وعمدۃ المفتین، ۴- الارشاد/ ارشاد الغاوی فی مسائل الحاوی، ۵- روض الطالب، ٦- متن الزبد، ۷- منہج الطلاب۔

۱- التنبیه : یہ جمال الدین ابواسحاق ابراهیم بن علی بن یوسف الشیرازی الفیروزآبادی (ت ۴۷٦ھ) کی تألیف ہے۔ صاحبِ کشف الظنون فرماتے ہیں: وهو من أحد الکتب الخمسة المشهورة المتداولة بین الشافعیة، وأکثرها تداولاً لما مدح به النووی فی تهذیبه، أخذه من تعلیقة الشیخ أبی حامد المروزی. کشف الظنون: ۱/۳۹۵. اس کی خدمت متعدد شروحات، اختصارات اور منظومات سے کی گئی۔

اس متن کی کئی شروح لکھی گئیں۔ علامہ نووی نے تصحیح التنبیہ یا العمدۃ فی تصحیح التنبیہ کے نام سے۔ شیخ عبدالرحیم بن الحسین الاسنوی (ت ۷۷۲ھ) نے تذکرۃ النبیہ فی تصحیح

التنبیہ کے نام سے۔حافظ عماد الدین ابوالفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر الدمشقی (ت ۷۷۴ھ) نے ارشاد الفقیہ الی معرفۃ الفاظ التنبیہ کے نام سے شرح لکھی۔اسی طرح علامہ جلال الدین عبدالرحمان بن ابی بکر سیوطی (ت ۹۱۱ھ) نے بھی اس کی شرح لکھی۔

۲- **الغاية والتقريب** : اسے غایۃ الاختصار بھی کہتے ہیں۔یہ متن قاضی ابوشجاع احمد بن الحسین بن احمد الاصفہانی العبادانی المعمر (ت ۵۹۳ھ) کا ہے۔آپ معمر کے لقب سے مشہور ہیں، کیوں کہ آپ کی عمر ۱۶۰ سال تھی۔آپ کی ولادت (۴۳۳ھ) میں اوروفات (ت ۵۹۳ھ) میں ہوئی۔وجہ تألیف آپ کے احباب کی گزارش تھی کہ فقہ شافعی میں کوئی انتہائی مختصر متن تحریر کریں کہ متعلمین کے لئے پڑھنا اور مبتدی کے لئے یاد کرنا آسان ہو۔

اس متن کی بھی کئی شروحات لکھی گئیں:۱- كفاية الأخيار في حل غاية الاختصار ہے جو شیخ ابوبکر بن محمد الحسینی الحصنی الدمشقی (ت ۸۲۹ھ) کی تألیف ہے۔

۲- فتح القريب المجيب في شرح ألفاظ التقريب أو القول المختار في شرح غاية الاختصار : یہ شرح ابوعبداللہ محمد بن قاسم الغزی (ت ۹۱۸ھ) کی ہے۔ شرح کے دونام متن کے دوناموں کی وجہ سے ہیں۔اس شرح پر بعض حضرات نے حواشی بھی لکھے، جن میں سے شیخ برہان الدین ابراہیم بن محمد بن احمد البرماوی (ت ۱۱۰۶ھ) کا حاشیہ ہے۔اس حاشیے پر شیخ شمس الدین محمد الانبابی مصری (ت ۱۳۱۳ھ) کی تقریر بھی ہے۔ شیخ ابراہیم بن محمد بن احمد البیجوری (ت ۱۲۷۷ھ) نے بھی اس پر حاشیہ لکھا۔شیخ محمد نووی بن عمر الجاوی (ت ۱۳۱۵ھ) نے قوت الحبیب الغریب توشیح علی فتح القریب المجیب کے نام سے حاشیہ لکھا۔

۳- النهاية في شرح الغاية : یہ شرح شیخ ابوعبداللہ محمد ولی الدین البصیر (ت

۹۷۲ھ) کی ہے۔

۴-الإقناع في حل الفاظ أبي شجاع : اسے شرح الخطیب بھی کہتے ہیں۔ یہ شرح شیخ محمد الشربینی الخطیب (ت ۹۷۷ھ) کی ہے۔اس شرح پر کئی حواشی لکھے گئے۔ ان میں سے چند یہ ہیں: شیخ حسن المنطاوی الشہیر بالمدابغی (ت ۱۱۷۰ھ) نے کفایة اللبیب فی حل شرح أبی شجاع الخطیب کے نام سے۔شیخ سلیمان بن محمد بن عمر البجرمی (ت ۱۲۲۱ھ) نے تحفة الحبیب علی شرح الخطیب کے نام سے اور شیخ عبداللہ النبراوی (ت ۱۲۵۷ھ) نے بھی حاشیہ لکھا۔

۵-دکتور مصطفیٰ دیب البغا نے التهذیب فی أدلة متن الغایة والتقریب کے نام سے شرح لکھی۔

کئی حضرات نے اس متن کو منظومے کی صورت میں پرویا جن میں سے شیخ شرف الدین یحیی بن الشیخ نورالدین موسی بن رمضان الشہیر بالعمریطی (ت ۹۸۰ھ) نے نهایة التدریب فی نظم غایة التقریب کے نام سے منظومہ لکھا اور شیخ احمد بن الحجازی بن بدیر الفشنی (ت ۹۷۸ھ) نے تحفة الحبیب بشرح نظم غایة التقریب کے نام سے اس کی شرح لکھی۔

۳-منهاج الطالبين وعمدة المفتين في مختصر المحرر في فروع الشافعيه : اسے صرف المنہاج بھی کہا جاتا ہے۔یہ امام محی الدین ابوزکریا یحیی بن شرف النووی (ت ٦٧٦ھ) کا متن ہے جو دراصل امام ابوالقاسم عبدالکریم بن محمد بن عبدالکریم الرافعی القزوینی (ت ٦٢٣ھ) کے متن المحرر فی فروع الشافعیۃ کے نصف سے زائد اختصار کے ساتھ کچھ زوائد پر بھی مشتمل ہے۔صاحبِ کشف الظنون متن کے متلق فرماتے ہیں: وهو كتابٌ مشهورٌ بينهم .كشف الظنون:۲/۵۰٦.

المحرر کی بھی کئی شروح لکھی گئیں اور بعض حضرات نے اس کا اختصار بھی کیا۔ علامہ النووی (ت۶۷۶ھ) محررِ مذہبِ شافعی نے المحرر کا اختصار کیا جو نہ صرف متن ہے، بلکہ اصل متن المحرر کی شرح کے درجے میں ہے۔ فرماتے ہیں: وأرجو إن تم هذا أن يكون في معنى الشرح للمحرر، فإني لا أحذف منه شيئًا من الأحكام أصلاً. علامہ نووی کا یہ متن بھی مقبول و مشہور ہے۔ اور اس کی بھی متعدد شروح لکھی گئیں۔ کشف الظنون ۲/۶۹۸.

۱-خود علامہ نووی رحمہ اللہ نے دقائق المنہاج کے نام سے منہاج الطالبین کی لغت کو حل کیا۔ اس کے علاوہ علامہ جلال الدین محمد بن احمد المحلی (ت۸۶۴ھ) نے بھی اس کی شرح لکھی۔

۲-مغني المحتاج إلى معرفة معاني ألفاظ المنهاج: یہ المنہاج کی شرح ہے جسے علامہ شمس الدین محمد بن احمد الشربینی الخطیب (ت۹۷۷ھ) نے لکھا اور فقہ شافعی کی اہم کتابوں میں سے ہے۔

۳-نهاية المحتاج إلى شرح المنهاج: یہ بھی المنہاج کی شرح ہے۔ اس کے مؤلف علامہ شمس الدین محمد بن ابی العباس احمد بن شہاب الرملی الانصاری (ت۱۰۰۴ھ) ہیں۔ علامہ رملی اپنے علم و تفقہ کی وجہ سے شافعی صغیر کہلاتے ہیں۔

۴-تحفة المحتاج لشرح المنهاج: علامہ ابو العباس شہاب الدین احمد بن محمد بن علی بن حجر الہیتمی (ت۹۷۴ھ) کی تالیف ہے۔ اس شرح پر شیخ عبد الحمید الشروانی المکی نے اور شیخ احمد بن قاسم العبادی (ت۹۹۴ھ) کا حاشیہ بھی ہے۔

۵-السراج الوهاج شرح متن المنهاج: یہ شیخ محمد الزہری الغمراوی (ت۱۳۳۷ھ) کی تالیف ہے۔

٦-تحفة المحتاج إلى أدلة المنهاج : یہ علامہ سراج الدین ابوحفص عمر بن علی انصاری المشہور بابن الملقن (ت۸۰۴ھ) کی تألیف ہے۔

٤-إرشاد الغاوی فی مسالک الحاوی : اسے الارشاد بھی کہتے ہیں۔ یہ علامہ شرف الدین اسماعیل بن ابی بکر بن عبداللہ بن ابراہیم الشندری الشاوری الیمنی المشہور بشرف الدین المقری (ت ۸۳۷ھ) کا تحریر کردہ متن ہے۔ یہ متن نجم الدین عبدالغفار بن عبدالکریم بن عبدالغفار القزوینی (ت۶۶۵ھ) کی الحاوی الصغیر سے مأخوذ ہے۔ صاحبِ کشف الظنون الحاوی الصغیر کے متعلق فرماتے ہیں: وھو من الکتب المعتبرة بین الشافعية .کشف الظنون:۱/ ۴۸۸.الحاوی کی بھی کئی شروح لکھی گئیں۔

ارشادالغاوی کی شروحات میں سے ایک شرح خود ماتن نے إخلاص الناوی فی إرشاد الغاوی فی مسالك الحاوی کے نام سے لکھی جو تقریباً نوے ہزار مسائل پر مشتمل ہے، جن میں ساٹھ ہزار منطوقاً اور تیس ہزار مفہوماً ثابت ہیں۔

۲-فتح الجواد بشرح الإرشاد : یہ علامہ شہاب الدین ابوالعباس احمد بن محمد بن محمد بن علی بن حجر الھیتمی (ت۹۷۴ھ) کی شرح ہے۔

۵-روض الطالب : یہ متن بھی صاحب الإرشاد کا ہے جو دراصل روضۃ الطالبین/ الروضۃ فی الفروع کا اختصار ہے جو علامہ نووی رحمہ اللہ کی تألیف ہے۔ علامہ نووی نے روضۃ الطالبینمیں امام رافعی کی فتح العزیز شرح الوجیز کا اختصار کیا اور الوجیز امام غزالی کی مشہور ومعروف کتاب ہے۔ خود روضۃ کی بھی کئی شروح لکھی گئیں۔ کشف الظنون:۱/۶۹۳. روض الطالب کی شروحات میں سے چند یہ ہیں: أسنی المطالب شرح روض الطالب : یہ شرح شیخ الاسلام ابو یحیی زکریا بن محمد انصاری (ت۹۲۵ھ) کی تألیف ہے۔

٦-الــزبـد : اسے صفوۃ الزبد بھی کہتے ہیں۔ یہ متن شیخ احمد بن حسین بن حسن بن رسلان (ت۸۴۴ھ) کا منظوم متن ہے جو تقریباً ایک ہزار چالیس ابیات پر مشتمل ہے۔

اس کی شروحات میں سے شیخ احمد بن حجازی الفشنی (ت۹۷۸ھ) کی مواهب الصمد فی حل الفاظ الزبد، شیخ شمس الدین محمد بن احمد الرملی الانصاری (ت۱۰۰۴ھ) کی غایۃ البیان شرح زبد ابن رسلان اور شیخ محمد بن علی بن محسن الحبیشی (ت۱۲۸۳ھ) کی فتح المنان شرح زبد ابن رسلان ہیں۔

۷- مــنـهـج الــطـلاب : یہ متن شیخ الاسلام ابو یحیی زکریا بن محمد الانصاری (ت۹۲۶ھ) کا ہے۔ ماتن نے منہاج الطالبین کے اختصار کے ساتھ غیر معتمد اقوال کو تبدیل کیا اور تسہیل کی غرض سے خلافیات کے بیان کو بھی حذف کیا۔

خود ماتن نے فتح الوهاب بشرح منهج الطلاب کے نام سے اس کی شرح بھی لکھی۔ اس شرح پر کئی حواشی لکھے گئے۔ جن میں سے شیخ سلیمان بن عمر العجیلی المشہور بالجمل (ت۱۲۰۴ھ) نے فتوحات الوهاب بتوضیح شرح منهج الطلاب کے نام سے اور شیخ سلمان بن محمد بن عمر البجیرمی (ت۱۲۲۱ھ) نے التجريد لنفع العبيد کے نام سے حاشیہ لکھا۔ یہ حاشیہ حاشية البيجرمى على شرح منهج الطلاب کے نام سے زیادہ مشہور ہے۔ جلالین پر بھی آپ کا حاشیہ، حاشیۃ الجمل کے نام سے مشہورِ زمانہ ہے۔

شافعی مذہب کی دیگر اہم کتب میں سے چند یہ ہیں:

کتاب الأم: شافعی مذہب کی بنیادی کتب میں سے ہے اور امام شافعی محمد بن ادریس رحمہ اللہ (ت۲۰۴ھ) کی تألیف ہے۔ امام غزالی رحمہ اللہ نے احیاء علوم الدین میں نقل کیا کہ کتاب الام امام شافعی کی تألیف نہیں، بلکہ ابو یعقوب بویطی کی تألیف ہے۔ فرماتے ہیں: وصنّف [البويطى] كتاب الأم الذى ينسب الآن إلى الربيع بن

سليمان ، ويعرف به ، وإنما صنَّفه البويطى ، ولكن لم يذكر نفسه فيه ، ولم ينسبه إلى نفسه ، فزاد الربيع فيه وتصرَّف وأظهره .إحياء علوم الدين : ۲/ ۱۰۰. صاحب کشف الظنون فرماتے ہیں بویطی جامع اور ربیع بن سلیمان مبوب ہیں۔ جامع نے اپنا نام ذکر نہیں کیا ، اس لئے مبوب کی طرف منسوب ہے۔ کشف الظنون: ۲/ ۳۴۷ لیکن صحیح قول یہی ہے کہ یہ امام شافعی رحمہ اللہ ہی کی املائی تألیف ہے۔ چونکہ امام شافعی رحمہ اللہ نے کتاب الام میں کئی مسائل میں واضح حکم نہیں لگایا، بلکہ مختلف اقوال نقل کئے اور ربیع بن سلیمان نے بعض اقوال کو بعض پر ترجیح دی تو نسبت ان کی طرف کی گئی۔

مختصر المزنى فى فروع الشافعية : یہ امام اسماعیل بن یحیی المزنی الشافعی (ت ۲۶۴ھ) کی تألیف ہے۔صاحبِ کشف الظنون فرماتے ہیں: وهو أحد الكتب الخمسة المشهور بين الشافعية التى يتداولونها أكثر تداول. کشف الظنون:۲/ ۵۲۳.

الحاوى الكبير فى الفروع: یہ مفصل کتاب فقہ شافعی کی بنیادی کتابوں میں سے ہے اور ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب الماوردی (ت ۴۵۰ھ) کی تألیف ہے۔صاحبِ کشف الظنون فرماتے ہیں: وهو كتابٌ عظيمٌ فى عشر مجلدات ، ويقال : إنه ثلاثون مجلداً لم يؤلف فى المذهب مثله . کشف الظنون:۱/ ۴۹۰.

آپ نے الإقناع فى الفروع کے نام سے متن بھی لکھا۔کشف الظنون :۱/ ۱۶۵.

المهذب فى فروع الشافعية : اسے المھذب فی المذھب بھی کہتے ہیں۔ صاحبِ کشف الظنون فرماتے ہیں: كتاب جليل القدر اعتنى بشانه فقهاء الشافعية .کشف الظنون:۲/ ۴۲۸.علامہ ابواسحاق الشیرازی (ت ۴۷۶ھ) نے اس متن کو تحریر کیا اور یہ متن دیگر متون کی بنسبت خاصا مفصل اور لفظی پیچیدگیوں سے پاک ہے۔

اس کا اندازِ بیان بڑی حد تک فقہ حنفی کی مشہور کتاب بدائع الصنائع سے ملتا جلتا ہے۔صاحبِ کشف الظنون فرماتے ہیں:لخّصه من تعليقة شيخه القاضي أبي الطيب الطبري ، قال : لو عرض هذا الكتاب على النبي عليه السلام لقال : هذه شريعتي يعني التي أمرت بها .کشف الظنون:٢/ ١٢٨٧.المهذب کی وجہ تصنیف کے متعلق کہا جاتا ہے کہ ابن صباغ نے ابواسحاق شیرازی کے بارے میں تبصرہ کیا: إذا اصطلح الشافعي وأبو حنيفة ذهب علم أبي إسحاق .مقصد یہ تھا کہ ابواسحاق کا علم مسائل خلاف تک ہی محدود ہے، جب دونوں کی صلح ہو تو ابواسحاق کا علم ختم ہو جاتا ہے۔جب ابواسحاق نے یہ سنا تو آپ نے المهذب لکھی۔علامہ نووی رحمہ اللہ نے المجموع کے نام سے اس کی شرح بھی لکھی۔لیکن تکمیل سے پہلے ہی آپ کا انتقال ہو گیا۔آپ باب الربا تک ہی لکھ سکے۔پھر تقی الدین سبکی (ت ٧٥٦ھ) نے اس کا تکملہ لکھا۔صاحب کشف الظنون اس کے متعلق فرماتے ہیں:فلم يوافق الأصل وأتمه غيره.کشف الظنون:٢/ ١٢٨٧.

متون الحنابلہ

حنابلہ کے ہاں درجِ ذیل پانچ متون زیادہ مشہور ہیں: ١- مختصر الخرقي ، ٢- عمدة الفقه ، ٣- زاد المستقنع ، ٤-دليل الطالب ، أخصر المختصرات۔

١-مختصر الخرقي : یہ امام ابوالقاسم عمر بن الحسین بن عبداللہ بن احمد الخرقی (ت ٣٣٤ھ) کا تحریر کردہ ہے۔یہ متن فقہ حنبلی کا پہلا متن ہے۔اس متن کی شروحات وحواشی کی تعداد تین سو سے زائد ہے۔چند مشہور شروحات یہ ہیں: کتاب المقنع فی شرح مختصر الخرقی یہ شیخ ابوعلی الحسن بن احمد بن عبداللہ البنا (ت ٤٧١ھ) کی شرح ہے۔شیخ شمس الدین محمد بن عبداللہ الزرکشی المصری (ت ٧٧٢ھ) نے بھی اس کی شرح لکھی۔

المغني في شرح مختصر الخرقي للعلامة أبي محمد عبد الله بن

أحمد بن قدامة المقدسی (ت ٦٢٠ھ) فقہ حنبلی کی نہایت اہم اور مبسوط کتابوں میں سے ہے۔ کشف الظنون: ۲/ ۵۱٦۔ اپنی جامعیت اور بسط و تفصیل میں یہ فقہ حنفی کی کتاب المبسوط للسرخسی سے بہت ملتی جلتی ہے۔ آپ نے الھادی یا عمدۃ الحازم فی المسائل الزوائد علی مختصر أبی القاسم کے نام سے فقہ حنبلی میں ایک اور کتاب بھی لکھی جس میں ابوالخطاب محفوظ بن احمد الکلوزانی (ت ۵۱۰ھ) کی کتاب الھدایۃ سے زوائد لے کر مذکورہ متن میں اضافہ کیا۔ اسی طرح متن المقنع بھی آپ کی تألیف ہے، لیکن اس کا اندازِ بیان المغنی کی طرح رواں اور سلیس نہیں، بلکہ روایتی شروح کی طرح مختصر اور پیچیدہ ہے۔ شیخ الاسلام علاؤالدین ابوالحسن علی بن سلیمان المرداوی (ت ۸۸۵ھ) نے الإنصاف فی معرفۃ الراجح من الخلاف کے نام سے اس متن کی شرح بھی لکھی جو مشہور و متداول شروحات میں سے ہے۔ کشف الظنون: ۳/ ۸٦-۸۷۔ المقنع کی شروحات میں سے الشرح الکبیر المسمی بالشافی بھی ہے جسے علامہ عبدالرحمان بن محمد بن احمد بن قدامہ المقدسی الصالحی (ت ٦۸۲ھ) نے لکھا۔ متن موفق الدین ابن قدامہ (ت ٦۲۰ھ) کا اور شرح ابن قدامہ (ت ٦۸۲ھ) کی ہے۔

شیخ جمال الدین ابوالمحاسن یوسف بن حسین بن عبدالھادی المعروف بابن المبرد (ت ۹۰۹ھ) نے الدر النقی فی شرح مختصر الخرقی کے نام سے متن کی لغات کو حل کیا۔

۲-عمدة الفقه: یہ متن صاحب المغنی کا تحریر کردہ ہے۔ یہ متن کافی مختصر ہے اور اس میں مختلف اقوال کے بجائے ایک ہی قول کو اختیار کیا گیا۔ اس کی شروحات میں چند یہ ہیں:

العدۃ شرح العمدۃ: یہ شیخ بھاءالدین ابو محمد عبدالرحمان بن ابراہیم المقدسی (ت ٦۲۴ھ) کی شرح ہے۔ شیخ الاسلام احمد بن عبدالحلیم بن تیمیہ الحرانی (ت ۷۲۸ھ)

نے بھی چار جلدوں میں آخر کتاب الحج تک اس کی شرح لکھی، لیکن تکمیل سے قبل ہی دارِ فانی سے کوچ کر گئے۔ علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ محرر مذہبِ حنبلی کے نام سے مشہور ہیں۔

۳- زاد المستقنع فی اختصار المقنع : یہ متن علامہ شرف الدین ابوالنجاء موسی بن احمد بن موسی ابن سالم المقدسی الحجاوی (ت ۹۶۰ھ وقیل ۹۶۸ھ) کا تحریر کردہ ہے۔ ماتن نے صرف راجح اقوال کو ذکر کیا اور المقنع میں موجود نادر الوقوع مسائل کو حذف کرنے کے ساتھ ساتھ عمدہ فوائد بھی لکھے۔

اس کی شروحات میں سے الروض المربع بشرح زاد المستقنع ہے۔ یہ شرح شیخ منصور بن یونس بن صلاح الدین البھوتی (ت ۱۰۵۱ھ) کی ہے۔ اور متن کی شروحات میں عمدہ ترین شرح ہے، اسی وجہ سے بعض مدارس کے نصاب میں بھی شامل ہے۔ اس شرح پر کئی حضرات نے حواشی بھی لکھے جن میں سے شیخ عبداللہ بن عبدالرحمان اباطین (ت ۱۲۸۲ھ) نے، اور شیخ عبداللہ بن عبدالعزیز العنقری (ت ۱۳۷۳ھ) نے حاشیۃ العنقری کے نام سے حاشیہ لکھا۔

ایک شرح شیخ صالح العثیمین نے الشرح الممتع علی زاد المستقنع کے نام سے لکھی۔

٤- دلیل الطالب لنیل المطالب : یہ متن شیخ مرعی بن یوسف المقدسی (ت ۱۰۳۳ھ) کا منظوم متن ہے جو دراصل شیخ احمد بن عبدالعزیز الفتوحی الشہیر بابن النجار کی تألیف منتھی الارادات فی الجمع بین المقنع والتنقیح وزیادات کا اختصار ہے۔

اس کی شروحات میں سے منار السبیل فی شرح الدلیل ہے جو شیخ ابراہیم بن محمد بن سالم بن ضویان (ت ۱۳۵۳ھ) کی تألیف ہے۔ اس کے علاوہ شیخ عبدالقادر بن

عمر الشیبانی المشهور بابن ابی تغلب (ت ۱۱۳۵ھ) نے نیل المآرب بشرح دلیل الطالب کے نام سے شرح لکھی۔ چونکہ شارح نے عینِ جوانی میں یہ شرح لکھی اس لئے نہ صرف متن سے ہٹ کر ہے بلکہ غیر محرر ہے۔ اس شرح پر شیخ عبدالغنی بن لیس اللبدی (ت ۱۳۱۷ھ) نے تیسیر الطالب الی فهم وتحقیق نیل المآرب کے نام سے حاشیہ لکھا۔ یہ انتہائی مفید حاشیہ ہے۔

۵- أخصر المختصرات: ماتن شیخ شمس الدین محمد بن بدرالدین بن عبدالقادر البلبانی الدمشقی (ت ۱۰۸۲ھ) ہیں۔ یہ متن خود ماتن کی کتاب کافی المبتدی کا اختصار ہے۔ اس کا نام اخصر المختصرات اس لئے ہے کہ فقہ حنبلی میں اس سے مختصر جامع المسائل متن کی نظیر نہیں۔

شیخ زین الدین بن عبدالرحمان بن عبداللہ البعلی (ت ۱۱۹۲ھ) نے کشف المخدرات والریاض المزهرات شرح اخصر المختصرات کے نام سے اس کی شرح لکھی۔

شیخ احمد بن عبداللہ بن احمد (ت ۱۱۸۹ھ) نے الروض الندی شرح کافی المبتدی کے نام سے اصل کتاب کی شرح لکھی۔

ختم شد

المصادر والمراجع

الإمام الفقيه المحدث الشيخ محمد عابد السندي الأنصاري للشيخ سائد بكداش ، الطبعة الأولى سنة ١٤٢٣هـ ، دار البشائر الإسلامية .

الأعلام لخير الدين الزركلي ،، الطبعة السادسة عشر ، دار العلم للملايين ، بيروت .

ابن عابدين وأثره في الفقه الإسلامي للدكتور محمد عبد اللطيف صالح الفرفور ، الطبعة الثانية سنة ١٤٢٧هـ ، دار البشائر للنشر والتوزيع ، دمشق .

إمداد الفتاح شرح نور الإيضاح للعلامة أبي الإخلاص حسن بن عمار الشرنبلالي (ت سنة ١٠٦٩هـ) ، مكتبة حقانية بشاور .

الاختيار لتعليل المختار للعلامة عبد الله بن محمود الموصلي (ت سنة ٦٨٣هـ) ، قديمي .

الإصلاح والإيضاح للعلامة أحمد بن سليمان الرومي الشهير بابن كمال باشا (سنة ٩٤٠هـ) ، الطبعة الأولى، دار الكتب العلمية .

اتحاف الذكي النبيه ضمن الرسائل للعلامة محمد أمين بن عمر ابن عابدين (سنة ١٢٥٢هـ) ، سهيل اكادمي ، لاهور .

أجوبة محققة عن أسئلة متفرقة للعلامة محمد أمين بن عمر ابن عابدين ،سهيل اكادمي .

آداب فتوى نويسى للعلا مة المفى طاهر شاه

البحر الرائق للعلامة زين الدين بن إبراهيم ابن نجيم (ت سنة ٩٧٠هـ) ، مكتبه رشيديه كوئته .

البناية للعلامة بدر الدين محمود بن أحمد العينى (ت سنة ٨٥٥هـ) ، مكتبه رشيديه كوئته .

بدائع الصنائع للعلامة أبى بكر بن مسعود الكاسانى (ت سنة ٥٨٧هـ) ، مكتبه رشيديه كوئته .

تاريخ دعوت وعزيمت للعلامة أبى الحسن على الندوى ، مجلس نشريات اسلام .

تنبيه ذوى الأفهام على أحكام التبليغ خلف الإمام للعلامة محمد أمين ابن عابدين ، سهيل اكادمى .

تنبيه الولاة والحكام للعلامة محمد أمين ابن عابدين ، سهيل اكادمى

تحفة الفقهاء للعلامة علاء الدين محمد السمرقندى (ت سنة ٥٣٩هـ) ، الطبعة الأولى ، دار الباز ، عباس أحمد الباز مكة المكرمة .

التعليقات السنية للعلامة عبد الحي اللكنوى (ت سنة ١٣٠٤هـ) ، قديمى .

التحرير المختار على رد المحتار للعلامة عبد القادر بن مصطفى الرافعى (سنة ١٣٢٣هـ) ، سعيد .

تنبيه الغافل والوسنان على أحكام هلال رمضان للعلامة محمد أمين ابن عابدين، سهيل اكادمى .

تحرير التحبير فيمن هو أحق بالإجارة للعلامة محمد أمين ابن عابدين ، سهيل اكادمى .

تنقيح الفتاوى الحامدية للعلامة محمد أمين ابن عابدين ، مكتبه رشيديه

كوئته .

تبيين الحقائق للعلامة عثمان بن علی بن محجن الزيلعی (ت ٧٤٣ھ) ، ايچ ، ايم ، سعيد .

التصحيح والترجيح للعلامة أبی العدل زين الدين قاسم بن قطلوبغا (ت ٨٧٩ھ) مكتبه اسلاميه كوئته

الجوهرة النيرة للعلامة رضی الدين أبی بكر بن علی بن محمد الزبيدی (ت ٨٠٠ھ) ، مكتبه حقانيه پشاور .

الجواهر المضيئة فی طبقات الحنفية للعلامة عبد القادر بن أبی الوفاء القرشی (ت ٧٧٥ھ) ، الطبعة الأولى ١٤٢٦ھ ، دار الكتب العلمية .

جامع الرموز للعلامة شمس الدين محمد الخراسانی القهستانی (ت ٩٦٢ھ / ٩٥٠) ايچ ، ايم سعيد .

جامع الفصولين للعلامة بدر الدين محمود بن إسرائيل بن عبد العزيز الشهير بقاضی سماونه (ت) ، مكتبه القدس كوئته .

حدائق الحنفيه للعلامة محمد فقير الجهلمی ، مكتبة ربيعة كراتشی .

حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح للعلامة شهاب الدين أحمد بن محمد بن إسماعيل الطحطاوی (ت ١٢٣١ھ) ، قديمی .

حلية الناجی للعلامة مصطفی بن محمد مصطفی الكوز لحصاری (ت ١٢٣١ھ) ، المطبعة العثمانية ١٣٠٦ھ

حلبی كبير للعلامة إبرهيم بن محمد إبراهيم الحلبی (ت ٩٦٥ھ) ، سهيل اكادمی لاهور .

حاشيه بسعدی أفندی علی العناية للعلامة سعد الله بن عيسی المعروف بسعدی چلبی (ت ٩٤٥ھ) مكتبه رشيديه كوئته .

خلاصة الفتاوى للعلامه طاهر بن أحمد بن عبد الرشيد (ت ٥٤٢هـ) ،مكتبه رشيديه كوئته .

درر الحكام للعلامة ملا خسرو محمد بن فراموز الرومي (ت ٨٨٥هـ) ، مير محمد كراتشي .

الدر المختار للعلامة علاء الدين محمد بن علي الحصكفي (ت ١٠٨٨هـ) ، ايچ ، ايم سعيد .

ذخيرة العقبى للعلامة يوسف بن جنيد التوقاني (ت ٩٠٥هـ) ، صابر اليكٹرك پريس لاهور .

رد المحتار للعلامة محمد أمين ابن عابدين (١٢٥٢هـ) ، ايچ ، ايم ، سعيد كراتشي .

رمز الحقائق للعلامة بدر الدين محمود بن أحمد العيني (ت ٨٥٥هـ) ، إدارة القرآن كراتشي .

رسائل ابن نجيم للعلامة زين الدين بن إبراهيم ابن نجيم (ت ٩٧٠هـ) ، الطبعة الثانية ١٤٢٧هـ، دار السلام للطباعة والنشر .

رفع التردد في عقد الأصابع عند التشهد للعلامة محمد أمين ابن عابدين ، سهيل اكادمي .

السعاية للعلامة عبد الحي اللكنوي (ت ١٣٠٤هـ) ، سهيل اكادمي .

شذرات الذهب للعلامة شهاب الدين عبدالحي بن أحمد ابن العماد الحنبلي (ت ١٠٨٩هـ)، دارالكتب العلمية.

الشقائق النعمانية للعلامة عصام الدين أحمد بن طاشكبري زاده (ت ٩٣٥هـ)، الطبعة الأولى ١٣٨٩هـ ، كتاب خانه موزه ومركز إسناد مجلس شورى تهران .

شرح أبي المكارم للعلامة أبي المكارم بن عبد الله بن محمد (ت ٩٠٧ھ) ، منشي نول كشور

شرح البرجندي للعلامة عبد العلي بن محمد بن حسين البرجندي المتوفى بعد ٩٣٢ھ - العجائب لزخر العلوم كوئته.

شرح عقود رسم المفتي للعلامة محمد أمين ابن عابدين ، سهيل اكادمي لاهور .

شفاء العليل وبل الغليل للعلامة محمد أمين ابن عابدين ، سهيل اكادمي لاهور .

صغيري للعلامة إبراهيم بن محمد بن إبراهيم (ت ٩٥٦ھ) ، مير محمد كراتشي .

طرب الأماثل للعلامة عبد الحي اللكنوي (ت ١٣٠٤ھ) ضمن الرسائل ، إدارة القرآن .

العناية للعلامة أكمل الدين محمد بن محمد بن محمود البابرتي (ت ٧٨٦ھ)، مكتبه رشيديه كوئته .

العقد المنظوم في ذكر أفاضل الروم ذيل الشقائق النعمانية للعلامة علي بن بالي الآيديني ، (ت ٩٩٢ھ) ، الطبعة الأولى ١٣٨٩ھ ، كتاب خانه موزه ومركز إسناد مجلس شورى تهران .

غنية ذوي الأحكام في بغية درر الحكام للعلامة أبي الإخلاص حسن بن عمار الشرنبلالي (ت ١٠٦٩ھ) ، مير محمد كتب خانه كراتشي .

غواض البحرين في ميزان الشرحين ، ايج ايم سعيد .

غاية المطلب في اشتراط الواقف عود النصيب إلى أهل الدرجة الأقرب فالأقرب للعلامة محمد أمين ابن عابدين ، سهيل اكادمي.

غرر الأحكام للعلامة ملا خسرو محمد بن فراموز الرومي (ت٨٨٥هـ) ، مير محمد كراتشي .

غاية البيان في أن وقف الإثنين على أنفسهما وقف لا وقفان للعلامة محمد أمين ابن عابدين ، سهيل اكادمي لاهور .

فتح الله المعين للعلامة السيد محمد أبي السعود المصري ، مكتبة العجائب لزخر العلوم كوئته .

فيض الباري للعلامة أنور شاه الكشميري ، مكتبه رشيديه كوئته .

فتح باب العناية للعلامة على بن سلطان القاري (ت١٠١٤هـ)دار احياء التراث العربي.

الفتاوى العالمكيرية لجماعة من علماء هند ، مكتبه رشيديه كوئته .

الفتاوى الخيرية للعلامة خير الدين بن أحمد بن نور الدين الرملي (ت١٠٨١هـ)تطارة المعارف الجليلة.

الفتاوى الخانية للعلامة حسن بن منصور الأوزجندي (ت٥٩٢هـ) ، مكتبه رشيديه كوئته .

فتاوى قارئ الهداية للعلامة سراج الدين عمر بن إسحاق الغزنوي (ت٨٢٩هـ)

الفوائد البهية للعلامة عبد الحي اللكنوي (ت ١٣٠٤هـ) ، قديمي كتب خانه كراتشي .

الفوائد المخصصة للعلامة محمد أمين ابن عابدين ، سهيل اكادمي لاهور .

تعليق القواعد في علوم الحديث (مقدمة إعلاء السنن) للعلامة عبد الفتاح أبي غدة ، إدارة القرآن كراتشي .

اللآلي الدرية في الفوائد الخيرية على هامش جامع الفصولين للعلامة خير الدين بن أحمد بن نور الدين الرملي (ت١٠٨١هـ).

كشف الظنون للمولى مصطفىٰ بن عبدالله القسطنطنى الرومى الشهير بالملا كاتب الجلى (ت١٠٦٧هـ)، دارلفكر.

معارف السنن للعلامة محمد يوسف البنورى ، ايج ايم سعيد .

منهل الواردين للعلامة محمد أمين ابن عابدين ، سهيل اكادمى لاهور .

مفيد المفتي للعلامة عبد الأول الجونفورى مكتبه عثمانيه۔

المحيط البرهاني للعلامة محمد بن صدر السعيد تاج الدين ، إدارة القرآن .

منحة الخالق على هامش البحر الرائق للعلامة محمد أمين ابن عابدين (ت١٢٥٢هـ) رشيديه .

مفتاح السعادة ومصباح السيادة فى موضوعات العلوم للعلامة أحمد بن مصطفى الشهير بطاش كبرى زاده ، الطبعة الثانية ١٤٢٢هـ ، دار الكتب العلمية .

المختار للعلامة عبد الله بن محمود الموصلى (ت٦٨٣هـ) ، قديمى .

مراقى الفلاح للعلامة أبى الإخلاص حسن بن عمار الشرنبلالى (ت١٠٦٩هـ) ، قديمى .

مجمع البحرين للعلامة مظفر الدين أحمد بن على الشهير بابن الساعاتى (ت٦٩٤هـ) الطبعة الأولى ١٤٢٦هـ ، دار الكتب العلمية .

مجمع الأنهر للعلامة شيخى زاده عبد الرحمن بن الشيخ محمد سليمان (ت ١٠٧٨هـ) ، الطبعة الأولى ، دار إحياء التراث العربى .

المبسوط لشمس الأئمة محمد بن أحمد السرخسى ، مكتبه رشيديه كوئته .

ملتقى الأبحر للعلامة إبراهيم بن محمد إبراهيم الحلبى (ت٩٥٦هـ)

النافع الكبير للعلامة عبد الحى اللكنوى (ت١٣٠٤هـ) ضمن الرسائل ، إدارة القرآن .

النهر الفائق للعلامة سراج الدين عمر بن إبراهيم ابن نجيم (ت سنة ١٠٠٥هـ) ، مكتبه رشيديه كوئته .

النقاية لصدر الشريعة عبيد الله بن مسعود (ت سنة ٧٤٥هـ)مع الشرح داراحياء التراث.

النور السافر عن أخبار القرن العاشر للعلامة عبد القادر بن شيخ بن عبد الله العيد روس اليمنى الهندى (ت سنة ١٠٣٨هـ) ، الطبعة الثانية سنة ١٤٢٧هـ ، دار صادر بيروت .

نور الإيضاح للعلامة أبى الإخلاص حسن بن عمار الشرنبلالى (ت سنة ١٠٦٩هـ) ، قديمى .

نهاية المراد للعلامة عبد الغنى بن إسماعيل بن عبد الغنى النابلسى (ت سنة ١١٤٤هـ) الطبعة الثانية ١٤٢٥هـ دار البيروتى دمشق .

نشر العرف للعلامة محمد أمين ابن عابدين ، سهيل اكادمى لاهور .

هدية العماد للعلامة عبد الرحمن بن محمد العمادى (ت سنة ١٠٥١هـ) الطبعة الثانية ١٤٢٥هـ دار البيروتى دمشق .

☆☆☆☆☆☆☆